# اردو ساخت کے بنیادی عناصر

نصیر احمد خاں

Aurang Zeb Qasmi

اورنگ زیب

# پیش لفظ

اُردو میں زبان کے مطالعے کی روایت بہت پرانی ہے لیکن لسانیات کا علم بالکل نیا ہے۔ اس علم سے ہم موجودہ صدی کے نصف آخر میں متعارف ہوئے ہیں۔ یہ چالیس سال کسی علم کو حاصل کرکے اسے اپنے مزاج کا حصہ بنا لینے کے لیے کافی ضرور ہیں لیکن اس میں ہماری لاپرواہی اور کوتاہی کو بھی دخل ہے۔ ہم نے ابھی تک لسانیات کو اپنی تعلیم کے بنیادی نصاب کا حصہ نہیں بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں تربیت یافتہ ذہنوں کی کمی ہے اور لسانیات اور اس کے اطلاقی پہلوؤں کو لے کر ہم باقاعدہ سوچنے سے قاصر رہے ہیں۔ لسانیات کے علم سے اب تک اردو میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس علم کا ایک دھندلا سا نقشہ پیش کرتا ہے۔ دو چار کتابیں انگریزی سے ترجمہ ہوئی ہیں اور اردو

ساخت کے کسی پہلو یا اس پہلو کے کسی ایک حصے پر اظہارِ خیال ہوا ہے اور بس۔ ان تحریروں میں سے اکثر تحریریں لسانیات اور لسانی تجزیے کے معیاروں کے لحاظ سے تسلی بخش نہیں ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لسانیات کی طرف زیادہ سنجیدگی سے متوجہ ہوں اور ایشیا کی ایک زبردست زبان جسے مادری زبان کہنے والے صرف ہندوستان میں کروڑوں کی تعداد میں ہیں یعنی اردو کی ساخت کے مختلف پہلوؤں مثلاً تلفظ، قواعد اور لغت وغیرہ اور پہلی یا دوسری زبان کی حیثیت سے اسے سکھانے اور پڑھانے کے نصابوں پر سائنٹفک نقطۂ نظر سے از سرِ نو غور کریں۔

زیرِ نظر کتاب میرے طالب علمی کے زمانے کی اس خواہش کی تکمیل ہے جب اردو زبان پر خالص لسانیاتی تحقیق کے فقدان نے یہ خواہش پیدا کی تھی کہ اردو ساخت کا لسانیاتی تجزیہ ہونا چاہیے۔ یہ کام انتہائی ذمہ داری کا تھا جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مستقل مزاجی، ثابت قدمی اور عرق ریزی کے علاوہ زبان کی ساخت کے لسانیاتی تجزیے کی ایک معقول تربیت بھی درکار تھی۔ بہرحال اپنا تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی سنہ ۱۹۶۵ء میں مکمل کرنے کے فوراً بعد میں نے جسارت سے کام لیا اور اردو کی ساخت کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ درس و تدریس کی ذمہ داریوں اور دیگر علمی مصروفیات کے باوجود میں اس موضوع پر برابر غور و خوض کرتا رہا۔ اس دوران ایسے حادثے بھی ہوئے کہ زبان کی ساخت کی پیچیدگیوں نے میرے ارادے اور علمی استعداد کو لڑکھڑا دیا اور مجھے کئی بار خود کو سنبھال کر یا تو لائبریریوں میں جا کر پناہ لینی پڑی یا پھر ماہرینِ زبان کی صحبتوں میں بیٹھ کر اور ان سے تبادلۂ خیالات کر کے اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا پڑا۔ اس طرح تقریباً پندرہ سولہ سال کی علمی کاوشوں اور خاصی تگ و دو کے بعد اردو ساخت کے لسانیاتی تجزیے کی شکل میں موجودہ تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

موجودہ کتاب اردو ساخت کے صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی پہلوؤں کی بنیاد

عناصر کا مکمل تعارف پیش کرتی ہے۔ یہ کوئی دعویٰ نہیں ہے بلکہ کتاب میں جو لسانیاتی تحقیق ملتی ہے اسی کا بیان ہے۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کسی زبان کی مکمل قواعد نہیں لکھی جا سکتی۔ اس لیے اس تجزیاتی مطالعے میں اردو قواعد سے متعلق سب کچھ تلاش کرنا فضول ہوگا۔ یہاں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اردو ساخت کے بنیادی عناصر کا لسانیاتی تجزیہ کرکے انھیں عمومی شکل دیدی جائے اور بس یہی اس کتاب کے لکھنے کا مقصد بھی ہے۔

یہ کتاب سات ابواب اور ایک تفصیلی "ابتدائیہ" پر مشتمل ہے۔ ابتدائیے میں اردو کا ماخذ، ارتقا، انفرادیت، معیار، رسم خط، لسانی ماحول، موجودہ صورت حال، اصلاح زبان کی تحریکیں اور اردو ہندی رشتے کے علاوہ اردو میں لسانیاتی تحقیق کا مکمل تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب اول میں اردو میں صوتی نظام کے مخارج اور طریقہ ادائیگی کے اعتبار سے درجہ بندی، مختلف صوتی اکائیوں کا تجزیاتی مطالعہ اور اس کی بنیاد پر اردو فونیموں کی بنیادی اور ذیلی حیثیتوں کی عمومی توضیح اور صوتی تشریح کا بیان ہے۔ باب دوئم فونیم تقسیمیات سے متعلق ہے جس میں دو رکنوں کی ساخت، اردو فونیموں کی تقسیم اور ان کے خوشوں کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ باب سوئم میں الفاظ کی تشکیل کے وقت مختلف بامعنی اکائیوں کے باہم ملنے سے ان کی شکلوں میں رونما ہونے والی صوتی تبدیلیوں سے بحث کی گئی ہے۔ یہاں اردو کے ایک سے سو تک کے ہندسوں کی ہیئتوں میں مارفوفونیمیاتی تبدیلیوں کا بھی تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ باب چہارم اردو الفاظ کی ساختوں اور ساختیوں کے گرد پھیلا ہوا ہے جس میں ساختوں کی اقسام اور ان کی تشکیل کے عمل، نحوی زمرے اور ان کے مطابق الفاظ کی تصریفی شکلیں، لفظوں کی تشکیل، لفظوں کی درجہ بندی اور ان کی مخصوص ساخت خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ باب پنجم اردو نحویات کے تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے جو اردو کی اسمی اور فعلی ترکیبوں کی ساخت، اردو جملوں میں ترکیبوں کے مقام، فعل کی فاعل اور مفعول سے اور ضمیر کی

اسم سے مطابقت وغیرہ اور جملوں کی نحوی ساخت اور ان کی اقسام کا احاطہ کرتا ہے
یہاں اردو کے چند مخصوص جملوں کے شجری نقشے بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔ باب ششم
اردو فرہنگیات کے عنوان سے ہے جس میں اردو کے سرمایۂ الفاظ سے بحث کرتے
ہوئے دیسی اور مستعار الفاظ کا تناسب، دخیل الفاظ اور ان کے تدبھو روپ،
مستعار الفاظ کے پیچھے کام کرنے والے سیاسی، سماجی، مذہبی اور ثقافتی عوامل اور
اردو میں "اخذ و ماخوذ" کی نوعیتیں خصوصیات اہمیت کی حامل ہیں۔ آخری باب کا عنوان
اردو رسم خط ہے جس میں اردو حروف تہجی، اردو کا صوتی نظام اور اردو رسم خط، اردو
حروف اور ان کی ذیلی شکلیں اور متفرقات میں تشدید، جزم و تنوین، اردو خط کی
مخصوص علامتیں، اوقاف و اعراب، گنتی، رقم اور تاریخ لکھنے کے طریقے، ابجدی نظام
اور کچھ اردو املا کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔

اس تجزیاتی مطالعے میں لسانیاتی تجزیے کے طریق کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے
میں نے معیاری اردو کی بولی جانے والی شکل کو لوازمہ (DATA) کے طور پر استعمال
کیا ہے۔ زبان کے صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی غرض مختلف پہلوؤں کو لے کر لوازمے
کو حسب ضرورت الگ الگ جمع کیا۔ اسے لسانی مسائل کی مختلف نوعیتوں کے مطابق
ترتیب دیا اور اس کا تجزیہ کر کے جو نتائج برآمد ہوئے انھیں عمومی شکل دے دی گئی
اس طرح جن لسانی عناصر سے اردو کی ساخت عبارت ہے، ان خصوصیات کی ایک
مکمل، جامع اور واضح تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ یہاں شعوری طور پر یہ کوشش
کی گئی ہے کہ صراحت، معروضیت اور تنظیم و ترتیب کے اصول مجروح نہ ہوں۔ جہاں
تک لسانیاتی اصطلاحوں کا تعلق ہے، کتاب میں ترقی اردو بیورو کی وضع کردہ اصطلاح
سے ہر ممکن استفادہ کیا گیا ہے لیکن جن اصطلاحوں سے اتفاق نہیں تھا یا جو فرہنگ
لسانیات میں نہیں ملتیں، انھیں خود اختراع کر کے ان کے آگے قوسین میں انگریزی
مترادفات لکھ دیئے ہیں۔

اس کتاب کی تیاری میں جن صاحبان اور شخصیتوں کا براہ راست یا بالواسطہ

ہاتھ رہا ہے میں ان کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوش گوار فرض سمجھتا ہوں۔ اس طویل فہرست میں پروفیسر معین احسن جذبی، پروفیسر محمد حسن، پروفیسر شکیل الرحمٰن، پروفیسر قمر رئیس، پروفیسر عبدالعظیم اور پروفیسر قاضی عبدالستار کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی صحبتوں نے مجھے نہ صرف زبان وادب کا شعور عطا کیا بلکہ انھوں نے ہر موقعے پر میری حوصلہ افزائی کی اور میرے علمی کاموں کو سراہا۔ اپنے عزیز دوست پروفیسر کلدیپ سنگھ ڈھینگرا کا بھی میں ممنون ہوں کہ انھیں میرے علمی کاموں سے اسی طرح کی دل چسپی ہے جیسے یہ ان کی زندگی کا بھی حصہ ہوں۔ عزیزم محمد شکیل جہانگیری (ریسرچ اسکالر) بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ اس کتاب کی طباعت میں ان کا پرخلوص تعاون شامل رہا۔

آخر میں اپنی شریکِ حیات قدسیہ انجم کا میں تہ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کو آخری شکل دیتے وقت مجھے گھر کی تمام ذمہ داریوں سے دور رکھ کر ہر طرح سے میری اعانت کی۔

نصیر احمد خاں

جواہر لال نہرو یونیورسٹی
نئی دہلی

Aurang Zeb Qasmi

# ابتدائیہ

## نام :

اردو ترکی لفظ "اوردو" سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی "لشکر یا شاہی آرام گاہ" کے ہیں۔ یہ لفظ زبان کے لیے ۱۷۸۰ء کے بعد غالباً سب سے پہلے مصحفیؔ نے استعمال کیا تھا۔ اس سے بیشتر اور آگے بھی اردو کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے ؛ جیسے ہندی یا ہندوی، ریختہ، زبانِ دہلوی، اردوئے معلیٰ، دکنی، گوجری، مورس اور ہندوستانی وغیرہ۔ آخری دو نام مغربی ماہرینِ زبان نے دیئے ہوئے ہیں، جنھوں نے وقتاً فوقتاً اردو پر لسانی تحقیق کی ہے۔

## ماخذ اور ارتقاء :

اردو کے ماخذ سے متعلق مختلف نظریے ہیں۔ ماہرینِ زبان اور محققین اپنے اپنے طور پر اردو کا ماخذ برج، کھڑی، ہریانوی، پنجابی، سندھی اور گوجری زبانوں

اور بولیوں کو قرار دیتے رہے ہیں۔ دراصل یہ تضاد [illegible] متذکرہ بالا زبانوں
کی ساختوں میں پائی جانے والی مماثلتوں کی وجہ [illegible] پیدا ہوا ہے۔ اردو کے ماخذ
کے سلسلے میں اکثر عالموں کا کھڑی بولی [illegible] اتفاق [illegible] دو آبے کے علاقے کی شورسینی
اپ بھرنش کی ایک ترقی یافتہ شکل [illegible] گریرسن مغربی ہندی کی ایک اہم
بولی قرار دیتا ہے۔ جدید تحقیق [illegible] یہ بھی ہے کہ کھڑی بولی دراصل
اردو کی ابتدائی شکل کا نام ہے [illegible] مغربی شورسینی اپ بھرنش کے بطن
سے جنم لیا ہے جو گیارھویں صدی [illegible] تمام علاقوں کی لنگوا فرینکا تھی
اور جہاں باہر سے آنے والے مسلمان [illegible] کر کے اپنی حکومتیں قائم کی تھیں۔
یہ نظریہ اس لیے قرین قیاس ہے کہ شورسینی اپ بھرنش کے شمالی اور شمال مغربی
علاقے وہی ہیں جہاں سے مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں اپنی حکمرانی کا آغاز
کیا تھا اور سندھ و پنجاب ہوتے ہوئے بعد میں دہلی پر قابض ہو گئے تھے۔
برج، پنجابی اور سندھی وغیرہ کو اردو کی ماں اس لیے قرار نہیں دیا جا سکتا
کہ اردو کے ابتدائی دَور میں ان زبانوں کا وجود نہیں تھا۔ ان کے اور اردو کے
درمیان پائی جانے والی لسانی مماثلت کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ سب زبانیں
شورسینی اپ بھرنش سے ماخوذ ہیں۔

اس بات سے ہر کوئی اتفاق کرتا ہے کہ باہر سے آنے والی قوموں اور
مقامی لوگوں کے نسلی، معاشرتی، سیاسی اور لسانی اختلاط سے اردو پیدا ہوئی۔
یہ اختلاط ۱۰۰۱ء میں سبکتگین کے ہاتھوں راجہ جے پال کی شکست کے بعد پنجاب
کے شہر لاہور میں شروع ہوتا ہے۔ دو سو سال کے بعد غزنوید حکومت غوری
خاندان میں منتقل ہو گئی جس کے زمانے میں پایۂ تخت لاہور سے منتقل ہو کر دہلی
آگیا۔ اہلِ پنجاب جن میں غیر مسلم، نومسلم اور مخلوط النسل کی زندگی گزارنے والے
غیر ملکی مسلمان شامل تھے، لاہور سے ہجرت کر کے دہلی آ گئے۔ یہ عمل بتدریج جاری
رہا۔ اس طرح مختلف قوموں کے باہم اختلاط سے تقریباً دو سو سال کے

[illegible] شمال مغرب میں اپنے تانے بانے درست
تھے [illegible] دہلی اور اس کے گرد و نواح کی شورسینی
[illegible] یہی مخلوط زبان خلجی اور بعد
[illegible] کے ہمراہ [illegible]

محمود غزنوی [illegible] پنجاب اور نواحِ دہلی پر قبضے کے
شمال اور [illegible] مغربی شورسینی اپ بھرنش عوامی
[illegible] کے علاوہ [illegible] غزنی خاندان کے عہدِ حکومت میں
فارسی اور [illegible] تھے وہ دو تین نسلوں کے بعد مقامی
[illegible] مشکل ہو گئی تھی۔ انھوں نے اس مغربی
بھرنش کو [illegible] اس کے اثرات قبول کیے۔ اس نسلی، معاشرتی
[illegible] اختلاط سے مقامی زبان [illegible] ایک نئی شکل ابھر کر سامنے آئی۔ دہلی پایۂ تخت
[illegible] کے بعد اس [illegible] زبان کو قطب الدین ایبک کے زمانے میں نئی زندگی
[illegible] بول چال کی زبان سے گزر کر اب اس میں تحریریں بھی لکھی جانے لگیں جنکی
[illegible] ادبی اور نیم ادبی تھی۔ "اردو" کی ابتدائی تحریروں میں پہلا نام غیر ملکی
[illegible] ہندوستانی مسعود بن سعد (۱۰۴۶ تا ۱۱۲۱) کا آتا ہے جس کی تخلیقات کا ذکر امیر
خسرو نے اپنے یہاں کیا ہے۔ قطب الدین بختیار کاکی (؟ - ۱۲۳۶)، بابا فرید (۱۱۷۳-
۱۲۶۶) اور نظام الدین اولیا (۱۲۳۸ تا ۱۳۲۵) کے نام بھی اس سلسلے کی اہم
[illegible] ہیں جنکی تحریروں میں عربی و فارسی کی آمیزش کے ساتھ مغربی شورسینی
اپ بھرنش کی ترقی یافتہ شکل ہی استعمال ہوئی ہے۔

علاء الدین خلجی (۱۲۹۶-۱۳۱۶) کی گجرات، مالوہ، دکن اور بنگال پر فتح اور
محمد بن تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱) کی دہلی سے دیوگیر کے پاس بسائے گئے نئے شہر
دولت آباد میں پایۂ تخت کی منتقلی ایسے اہم تاریخی واقعات ہیں جو اس نئی
زبان کی تشکیل و ارتقا میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ شمالی ہند سے

آنے والے یہ حکمراں گجرات سے دکن تک کے سارے علاقوں میں اپنے متوسطین کے ساتھ آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ شمالی ہندوستان کی زبان اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جو وہاں نہ صرف گھروں، خانقاہوں اور بازاروں میں بولی جاتی تھی بلکہ جس کے ذریعے معاملاتِ زندگی بھی طے ہوتے تھے۔ نئے لسانی ماحول میں آکر اس عام فہم زبان میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ جو مراٹھی، کنڑ اور تیلگو وغیرہ کی قدیم مقامی شکلوں کے دباؤ کا نتیجہ تھیں۔ چودھویں صدی کے وسط میں جب گجرات و دکن کے علاقوں میں حکومتیں قائم ہوئیں اور عنانِ حکومت شمال سے جانے والے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں میں ہی رہی اس لیے گول کنڈہ اور بیجاپور وغیرہ اردو زبان کی ادبی شکل کے مرکز بن گئے جو آگے چل کر دکنی اردو کے نام سے پکاری گئی۔ بعد میں اس نے ادبی حیثیت اختیار کرلی اور سترھویں صدی تک آتے آتے کئی گرانقدر ادبی اضافے بھی کیے۔ یہاں سولھویں اور سترھویں صدی کی شاعری میں جو زبان ملتی ہے اس میں مشرقی پنجابی، مغربی اتر پردیش کی عام فہم زبان اور دراوڑی زبانوں کی ملی جلی لسانی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ دکن میں اردو کی اس ادبی شکل کے پرانے لکھنے والوں میں میراں جی شمس العشاق (وفات: ۱۴۹۶)، شاہ برہان الدین جانم (وفات: ۱۵۸۲) اور میاں خوب محمد چشتی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ بعد میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، ملا وجہی، قلی قطب شاہ اور ابنِ نشاطی وغیرہ آتے ہیں جن کی تحریروں میں مغربی شورسینی کی عام فہم بولی پر عربی و فارسی اور مقامی بولیوں کی چھاپ ہے۔

شمالی ہندوستان میں امیر خسرو (۱۲۵۳۔۱۳۲۵) پہلے شخص ہیں جنہوں نے دوآبے کی شورسینی میں باقاعدہ لکھا ہے۔ کبیر اور گرو نانک کے نام بھی یہاں قابلِ ذکر ہیں جن میں سے ایک کے یہاں "کھڑی بولی ہندوستانی" اور دوسرے کے یہاں پنجابی اور "کھڑی بولی ہندوستانی" کے مشترک اثرات نظر آتے ہیں۔ بہرام بخاری (بکٹ کہانی کا مصنف)، افضل، عبدالواسع ہانسوی اور خانِ آرزو

کے نام بھی اردو زبان و ادب کی تشکیل و ترویج میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے اردو بولنے والوں نے دراصل دکنی مسلمانوں کی تحریروں سے متاثر ہو کر ادب تخلیق کیا اور سترہویں صدی کے آخر میں وہاں ادبی تخلیقات کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہو گیا۔ جن پر فارسی زبان و ادب کی چھاپ تھی۔ ولی دکنی (۱۶۶۵ - ۱۷۴۱) کو اس روایت کا بانی کہا جاتا ہے۔ شروع کی ادبی روایت کو یہاں ریختہ کہا گیا جسے آج ہم اردو کی ابتدائی شکل بھی کہتے ہیں۔ ۱۷۵۰ء میں دہلی اور اس کے قریب و نواح کی اردو ایک نئی آب و تاب کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے اور [illegible] کے زبان و ادب کی ہندوستان گیر حیثیت قائم ہو جاتی ہے۔

دراصل ایک نئی زبان کی ضرورت اس وقت پیدا ہو گئی تھی جب مغربی ایشیا، ایران اور برصغیر ہند و پاک کے درمیان تجارتی لین دین شروع ہوا تھا۔ لیکن اس ضرورت کو زیادہ شدت سے اس وقت محسوس کیا گیا جب ترکی سامی اور ایرانی زبانیں بولنے والوں نے ہندوستان میں فتحیابیاں حاصل کر کے اپنی حکومتیں قائم کیں اور پھر یہیں رچ بس گئے۔ اردو کی تشکیل و ترویج میں تقریباً ایک ہزار سال کی سیاسی تاریخ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس طویل عرصے میں ہندوستان کی تہذیبی، معاشرتی اور لسانی ڈھانچوں میں زبردست تبدیلیاں آئیں۔ جو کچھ آریوں کے داخلۂ ہند کے بعد ہوا تھا، کم و بیش ویسا ہی اس دوران بھی ہوا۔ عرب، ترک، آریہ اور منگول نسل سے تعلق رکھنے والے نو واردوں اور مقامی لوگوں کے باہم اختلاط سے ایک مشترک کلچر وجود میں آیا تھا اور اس کلچر نے اس مخلوط زبان کو بھی جنم دیا۔ یہ زبان ملکی اور غیر ملکی قوموں کی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور مذہبی ضروریات کا نتیجہ تھی۔ چوں کہ "اردو" رابطے کی زبان کے فرائض انجام دے رہی تھی اس لیے اسے ہر دورِ سلطنت میں پھلنے پھولنے کے سنہری مواقع ملے۔ لہٰذا ۱۱ ویں سے لے کر ۱۶ ویں صدی

عیسوی تک یعنی تقریباً چھ سو سال کے عرصے میں دو آبہ کے علاقے سے
نکل کر یہ زبان مسلمانوں، ہندوؤں اور نو مسلموں کے ساتھ ہندوستان کے
دور دراز علاقوں تک پہنچ کر لنگوا فرینکا کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اُردو
زبان کو اس منزل تک پہنچانے میں ایک طرف بازاروں نے نمایاں کردار ادا کیا
ہے جو عہدِ قدیم میں ضروریاتِ زندگی کی خرید و فروخت کے علاوہ تفریح گاہوں
کی حیثیت بھی رکھتے تھے تو دوسری طرف مختلف خانقاہیں تھیں جہاں صوفیائے
کرام نے اس زبان میں اپنے عقاید کی تبلیغ و اشاعت کی۔ اردو کو درباروں
کی سرپرستی بھی حاصل رہی ہے جن میں گجرات و دکن کی خود مختار ریاستوں
کے علاوہ دہلی، بنگال، آگرہ اور اودھ کے دربار بھی قابلِ ذکر ہیں۔ نو واردوں
کا مقامی عورتوں سے شادی بیاہ کر کے ہندوستان میں بس جانا ایک ایسا
سماجی عمل تھا جس نے اُردو زبان کو بازاروں اور گلی کوچوں سے گزار کر
گھروں میں پہنچا دیا۔ ہجرت کا عمل بھی اردو کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار
ادا کرتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اردو بولنے والوں کے یہاں ہر دور میں
ہجرت کا عمل ہوا ہے۔ ۱۴ ویں صدی کے شروع میں محمد تغلق نے اپنی راجدھانی
شمال سے جنوبی ہندوستان میں منتقل کی (۱۳۲۶)۔ اس نے دیوگیر کے قریب
دولت آباد کے نام سے ایک شہر بسایا جس کی ذہنی اور تہذیبی تعمیر کے لیے ایک
بھاری تعداد دہلی کے علماء و صوفیاء کی وہاں بھجوائی۔ کہا جاتا ہے کہ فوج کے
علاوہ عالموں، صوفیوں اور زاہدوں کی تقریباً چودہ سو پالکیاں جن میں ہر
ایک کے ساتھ شاگردوں اور معتقدوں کی خاصی تعداد تھی، وہاں جا کر آباد
ہوئیں۔ ہجرت کا دوسرا بڑا عمل مغلیہ دور کے زوال کے وقت شروع ہوا۔
نادر شاہ کا قتلِ عام اور بعد میں ۱۸۵۷ء کا غدر ایسی چیزیں ہیں جنھوں نے دہلی
کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اس لیے لوگوں نے دہلی چھوڑ کر آس پاس
کی امن و امان والی ریاستوں مثلاً اودھ وغیرہ جا کر پناہ لی۔ اردو والوں کے

ہجرت کے اس عمل میں تقسیم ہند کا واقعہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سیاسی حادثے کی وجہ سے خصوصاً اتر پردیش اور بہار سے اردو بولنے والوں کی خاصی آبادی مغربی پنجاب، سندھ اور مشرقی بنگال کے مختلف علاقوں میں منتقل ہوئی۔ اس طرح اردو زبان کا ایشیاگیر کردار ابھر کر سامنے آیا۔

## موجودہ صورت حال، مختلف علاقے اور لسانی ماحول

یوں تو اردو بولنے والے دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن جو علاقے خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلا دیش اہم ہیں۔ بنگلہ دیش کے اکثر شہروں میں اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اردو بول اور سمجھ لیتے ہیں۔ خصوصاً بہار سے ہجرت کرنے والی آبادیاں۔ پاکستان میں اردو قومی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ اپنے مختلف لسانی ماحولوں میں بولی بھی اور پڑھی جاتی ہے۔ وہاں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو صرف اردو جانتے ہیں۔ ایسی آبادی والے لوگ مہاجر کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں اردو کی صورت حال انتہائی دلچسپ اور پیچیدہ ہے۔ یہاں کشمیر سے کنیا کماری اور آسام سے گجرات تک تقریباً ہر جگہ کسی نہ کسی شکل میں اردو بولنے اور سمجھنے والے مل جاتے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور مرکز کے زیر قیادت علاقوں کو اردو کے تعلق سے تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم ایسے علاقوں کی ہے جہاں اردو بولنے والے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں پھیلے ہوئے ہیں، جیسے اڑیسہ،

تامل ناڈو، کیرالا، ہریانہ اور پنجاب وغیرہ۔ دوسری قسم میں مغربی بنگال، آندھرا پردیش، کرناٹک، مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، ہماچل پردیش اور جموں کشمیر کے علاقے آتے ہیں جہاں ایک بڑی تعداد اردو سمجھتی اور بولتی ہے۔ جموں کشمیر میں صورتِ حال یہ ہے کہ ہر پڑھا لکھا شخص اردو ضرور جانتا ہے۔ تیسری قسم میں وہ علاقے آتے ہیں جہاں اکثریت اردو سمجھنے والوں کی ہے اور کروڑوں کی تعداد میں لوگ اردو بولتے ہیں۔ ان علاقوں میں اردو کے معیار بھی قائم ہیں۔ اس تیسری قسم میں اتر پردیش، بہار اور مدھیہ پردیش کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

اردو کے سلسلے میں یہ بات انتہائی دلچسپ ہے کہ اس کا صوبائی کے بجائے ہمیشہ مرکزی کردار رہا ہے۔ جن حالات میں اس کا جنم ہوا، نشو و نما ہوئی اور پروان چڑھی، وہاں یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ یہ کسی مخصوص علاقے یا فرقے کی زبان بن کر رہتی۔ اردو اخذ و اشتقاق کے معاملے میں بڑی لچک رکھتی ہے اس لیے نہ صرف اس کا دامن وسیع ہے بلکہ ہر دل عزیز بھی ہے۔ یہ قومی یک جہتی کی زندہ مثال بھی ہے۔ مزید برآں اس نے اپنے سیکولر کردار سے ہندوستان کی دوسری زبانوں پر فوقیت حاصل کر رکھی ہے۔

برِصغیر ہند و پاک کے تینوں بڑے ملکوں میں کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے جہاں اردو پہلی زبان (مادری زبان) کی حیثیت رکھتی ہو۔ سارے بنگلہ دیش (بہاری مہاجروں کو چھوڑ کر) کی زبان بنگالی ہے۔ پاکستان میں پنجابی، سندھی، بلوچی اور پشتو ہیں جو وہاں کے چاروں صوبوں کی الگ الگ زبانیں قرار دی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں ہر صوبہ اپنی الگ زبان رکھتا ہے۔ سنسکرت اور سندھی سے قطع نظر جن میں پہلی مردہ اور دوسری تقسیم ہند کا نتیجہ ہے، اردو ہی ایسی زبان ہے جس کا اپنا کوئی صوبہ نہیں ہے۔ اردو نے جہاں جنم لیا،

پلی بڑھی اور پروان چڑھی یعنی دہلی اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں بھی اس کی حیثیت ثانوی ہے البتہ بعض صوبوں میں اسے سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ جموں و کشمیر میں پہلی اور ہماچل پردیش، اتر پردیش، بہار، آندھرا پردیش اور مغربی بنگال کے بعض اضلاع اور دہلی میں یہ دوسری سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو ہندوستان کی سولہ قومی زبانوں میں بھی شامل ہے جن کی حفاظت کی ضمانت ملک کا آئین دیتا ہے۔

اگر تقسیم ہند سے پہلے کے ہندوستان کو سامنے رکھ کر اس کی لسانی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً آٹھ سو زبانیں اور بولیاں ایسی ہیں جو یہاں کے مختلف صوبوں، شہروں اور دیہاتوں میں بولی جاتی ہیں۔ ان کا تعلق پانچ بڑے لسانی خاندانوں سے ہے یعنی ہند آریائی، ہند ایرانی، دراوڑی، ہند چینی اور آسٹرک۔ ہند آریائی کے تحت آسام، بنگال، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، گوا، گجرات، راجستھان، سندھ، پنجاب، ہریانہ، جموں و کشمیر، ہماچل پردیش، اتر پردیش، بہار وغیرہ صوبے آتے ہیں جہاں علی الترتیب آسامی، بنگالی، اڑیہ، مراٹھی، کوکنی، گجراتی، سندھی، پنجابی، کشمیری و ڈوگری و لداخی، ہریانوی، ہندی، بھوج پوری، میتھلی، اودھی اور برج بھاشا وغیرہ کئی اہم زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ شمال مغربی سرحدی علاقوں میں ہند ایران خاندان کی پشتو زبان رائج ہے۔ مشرق بعید کے شمال مغربی اور جنوب مشرقی حصوں میں ہند چینی اور آسٹرک خاندان السنہ کی زبانیں استعمال ہوتی ہیں۔ جنوبی ہندوستان کے آندھرا پردیش، تامل ناڈو، کیرالا اور کرناٹک صوبوں میں دراوڑی خاندان کی حسب ترتیب تیلگو، تامل، ملیالم اور کنڑ زبانیں صوبائی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہند و پاک کے متذکرہ پانچ بڑے خاندانوں کے گرد اردو پھیلی ہوئی ہے۔ جن جن علاقوں میں اردو بولی جاتی ہے ان میں اور ان کے اطراف میں متعدد لسانی ماحول ملتے ہیں جو اس طرح ہیں: اردو جموں و کشمیر بشمول

پاکستان) میں کشمیری، ڈوگری، پنجابی اور لداخی کے علاقوں میں بولی جاتی ہے جس کے شمال مغرب میں پشتو، جنوب اور جنوب مغرب میں پنجابی اور جنوب مشرق میں متعدد پہاڑی بولیاں ہیں۔ شمال مشرق میں ہند چینی اور شمال میں ہند ایرانی خاندان کی زبانیں ہیں۔ پنجاب (مشرقی و مغربی) میں اردو پنجابی کے گرد بکھری ہوئی ہے جس کے شمال میں کشمیری، مشرق میں پہاڑی بولیاں، مغرب میں پشتو اور بلوچی، جنوب مغرب میں سندھی، جنوب میں ہندی اور ہریانوی زبانیں آتی ہیں۔ ہماچل پردیش میں اردو، ہندی، پنجابی اور مقامی پہاڑی بولیوں کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ اس کے شمال میں کشمیری و ڈوگری، جنوب میں ہندی و مغربی ہندی کی بولیاں، مشرق بعید میں نیپالی، شمال مغرب میں پنجابی، جنوب مغرب میں ہریانوی وغیرہ کے علاقے ہیں۔ ہریانہ میں ہریانوی یا بانگڑو، پنجابی اور ہندی تینوں زبانیں رائج ہیں جہاں اردو بولنے والے بھی مل جاتے ہیں۔ اس صوبے کی سرحدیں جس لسانی ماحول سے ملتی ہیں ان میں شمال میں پنجابی، جنوب مشرق میں ہندی و اردو اور مغربی ہندی کی دوسری بولیاں، جنوب مغرب میں راجستھانی کی مختلف بولیاں اور ہندی و اردو، مغرب میں پنجابی زبانیں اہم ہیں۔ اتر پردیش میں بشمول پہاڑی اور "مشرقی و مغربی ہندی" کی متعدد بولیاں، اردو خاص طور سے ہندی کے ساتھ بولی جاتی ہے جس کے شمال میں پہاڑی بولیاں اور پنجابی، مشرق میں ہندی اور مقامی بولیاں رائج ہیں۔ صوبہ بہار میں اردو، ہندی اور مختلف مقامی بولیوں (میتھلی، بھوج پوری، مگدھی وغیرہ) کے ساتھ مروج ہے جس کے شمال میں نیپالی اور ہند چینی کی بعض بولیاں، مشرق میں بنگالی، جنوب مغرب میں اڑیہ، جنوب میں سنتھالی اور کئی مقامی بولیاں اور مغرب میں ہندی اور چند مقامی بولیوں کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ بنگال (بشمول بنگلہ دیش) میں یہ بنگالی کے ساتھ آتی ہے جس کے شمال میں ہند چینی بولیاں

و آسامی، مشرق میں ہند چینی بولیاں، جنوب میں اڑیا، مغرب میں ہندی اور کئی مقامی بولیاں رائج ہیں۔ مدھیہ پردیش میں ہندی اور چند اہم مقامی بولیوں کے درمیان اردو بولی جاتی ہے۔ اس کے شمال میں ہندی و اردو، شمال مغرب میں ہندی اور اردو اور راجستھانی وغیرہ، جنوب مغرب میں گجراتی، جنوب میں تیلگو، مشرق میں اڑیہ و بنگالی وغیرہ زبانیں آتی ہیں۔ راجستھان میں اردو ہندی کے ساتھ رائج ہے جس کے مشرق میں ہندی و اردو اور چند مقامی بولیاں، شمال میں ہندی، پنجابی و ہریانی، شمال مغرب میں پنجابی، مغرب میں سندھی و براہوئی، مغرب جنوب اور جنوب میں گجراتی و کچھی وغیرہ زبانیں ہیں۔ سندھ میں اردو کے ساتھ جو دوسری زبان آتی ہے وہ سندھی ہے۔ پاکستان کے اس صوبے کے شمال مشرق میں ہندی و راجستھانی، مشرق و جنوب میں گجراتی و کچھی، شمال میں پنجابی، شمال مغرب میں بلوچی اور مغرب میں ہندایرانی کی کئی بولیاں ہیں۔ بلوچستان میں یہ بلوچی کے ساتھ مستعمل ہے جس کے مشرق میں سندھی، شمال میں پشتو، مغرب و شمال مغرب میں فارسی کی کئی بولیاں آتی ہیں۔ صوبہ سرحد میں اردو کے ساتھ پشتو رائج ہے جس کے مشرق میں پنجابی، شمال میں کشمیری و ڈوگری، مغرب میں ہندایرانی کی کئی بولیاں اور جنوب میں بلوچی وغیرہ شامل ہیں۔ گجرات میں یہ گجراتی و کچھی کے ساتھ بولی جاتی ہے جس کے جنوب مشرق میں مراٹھی، شمال مشرق میں راجستھانی، شمال مغرب میں سندھی وغیرہ زبانیں آتی ہیں۔ اردو مہاراشٹر میں مراٹھی اور کسی حد تک ہندی کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ اس صوبے کے مشرق میں تیلگو، شمال میں ہندی اور متعدد مقامی بولیاں، شمال مغرب میں گجراتی و کچھی اور مارواڑی، مغرب میں کوکنی اور جنوب میں کنڑ زبانیں ہیں۔ دراوڑی خاندان کی زبانوں میں آندھرا میں اردو تیلگو کے لسانی ماحول میں بولی جاتی ہے جس کے شمال مشرق میں اڑیہ، شمال میں ہندی اور مقامی بولیاں، جنوب مغرب میں

مراٹھی، جنوب میں کنڑ اور جنوب مشرق میں تامل زبانیں آتی ہیں۔ تامل ناڈو میں اردو کے ساتھ رائج زبانیں تامل اور ملیالم ہیں جس کے شمال میں تیلگو مغرب میں کنڑ اور جنوب میں ملیالم زبانوں کے بولنے والے رہتے ہیں کیرالا میں کہیں کہیں اردو ملیالم کے ساتھ بولی جاتی ہے جس کے مشرق میں تامل، شمال و شمال مغرب میں کنڑ اور جنوب مغرب میں موپلی و ملیالم زبانیں رائج ہیں۔

## زبان کے معیار :

زبان اصولوں کا ایک باقاعدہ نظام ہے۔ زبان کے منطقی پن کو اس کی آوازوں، سابقوں لاحقوں، لفظوں، فقروں اور جملوں غرض ساخت کی ہر سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جب زبان اپنی منطقی ترتیب سے ہٹ جاتی ہے تو عام اصطلاح میں اسے ہم غیر منطقی یا غیر معیاری زبان قرار دیتے ہیں۔ زبان میں یہ منطقی اور غیر منطقی فرق اس زبان کی معیاری اور غیر معیاری شکلوں کی نشان دہی کرتا ہے۔

زبان میں تبدیلیاں سماج میں پائے جانے والے باہمی امتیازات سے جڑی ہوتی ہیں۔ جس طرح تہذیبی رویے بعض معیار رکھتے ہیں بالکل اسی طرح لسانی رویوں کے بھی معیار ہوتے ہیں۔ زبان میں تصحیح کے بعض رویے ہوتے ہیں۔ لسانیات میں روایتی طور پر استعمال ہونے والے تصحیح کے نظریے مناسب تکلمی رویے کے سماجی معیاروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً ہمارے سماجی معیار میں کھانے کے مختلف طریقے ہیں۔ اگر ہم کھیر کو چمچے یا ہاتھ سے کھائیں تو اس کی غذائیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا لیکن عام طور پر یہ معیوب سمجھا جاتا ہے کہ کھیر کو انگلیوں سے چاٹا یا کھایا جائے جبکہ کھانے کا آسان طریقہ یہی ہے۔ اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ "میں جا رہا ہوں" اور "میں جا رہا ہوں"

تو جہاں تک لکھنے اور سننے والوں کا تعلق ہے انھیں ان دونوں جملوں کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ لسانی اعتبار سے بھی یہ غیر مناسب نہیں کیونکہ دونوں میں جملے کے بنیادی اجزاء موجود ہیں لیکن ہم /ریا ادن/ کو غلط یا غیر معیاری اردو سے تعبیر کرتے ہیں کیوں کہ پہلے جملے میں /ریا اون/ ایک خاص سیاق وسباق میں مناسب تکلمی رویے کے معیاروں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

سماجی اور تہذیبی کتنی ہی ایسی وجہیں ہیں جن کی وجہ سے ایک خاص سوسائٹی میں بولی جانے والی زبانیں اور بولیاں اپنی سماجی مقبولیت میں یکساں شمار نہیں ہوتیں اس لیے ان میں سے کوئی ایک زبان یا بولی دوسروں کے مقابلے میں معیاری تصور کر لی جاتی ہے۔ اس طرح زبان کا معیاری ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ معیاری زبان کی تعریف کرتے ہوئے ہم عموماً کہتے ہیں کہ زبان کے معیاروں (NORM) کا وضع شدہ نظام جو سوسائٹی میں اعلیٰ سماجی درجوں کے لیے قبولِ عام کی سند رکھتا ہو، معیاری زبان کہلاتا ہے۔ دراصل معیاری زبان کی تعریف زبان کے کسی خاص موقع محل پر منحصر ہوتی ہے اس لیے معیاری زبان ایک ایسے مہذب گروپ کی زبان کو ہی کہا جائے گا جو دوسروں سے بالاتر ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ایسی بولی یا بولیوں کا گروپ جو اب تک نظر انداز ہوتا رہا ہو، معیاری ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ نچلے سماجی گروہوں کے درمیان نہ بولا جاتا ہو۔ معیاری زبان کی تعریف کرتے ہوئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایسی زبان یا بولی جو سماجی اور سیاسی طور پر دوسرے طبقوں پر حاوی ہو، معیاری کہلاتی ہے۔

معیاری زبان کی تعریف میں زبان کے رسمی اور غیر رسمی معیار اور ان کے درمیان کے فرق کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ زبان کا رسمی معیار قواعد کی کتابوں، علم ہجا کی کتابوں، لغات اور زبان کی اکادمیوں میں مروج زبان سے عبارت ہے۔ اس میں تبادلہ اور تغیر کے بغیر رسمی قواعد کے اصول (CODES) استعمال ہوتے

ہیں۔ رسمی معیار بول چال کے بجائے لکھنے والوں کی مستند تحریری زبان پر مبنی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے کافی رسمی اسلوب تک محدود ہو جاتا ہے۔ اسے زبان کی اسلوبی انتہا سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ زبان کی تبدیلیوں کو آخری شکل دے کر انھیں روک دیتا ہے۔ اس معیار کے تحت زبان کی ساخت متروک الاستعمال جیسے خطرات سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جاتی ہے کیوں کہ ایسے نفسیاتی و لسانی عناصر جو زبان میں تغیرات کا باعث بنتے ہیں، رسمی معیار کی میکانکی عمل کے ذریعے زبان پر اثر انداز ہونے والے عناصر سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ زبان کا رسمی معیار بول چال کی زبان میں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک زبان کے غیر رسمی معیار کا تعلق ہے وہ قواعد کی کتابوں اور زبان کی اکادمیوں کے بغیر وجود میں آتا ہے۔ یہ زیادہ عام فہم اور پر اثر ہوتا ہے اور تحریر سے زیادہ بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ اسٹے وارث کا خیال ہے کہ زبان کے رویے کی بعض لسانی خصوصیات جو بڑی حد تک سماجی وقار کی حامل ہوں، غیر رسمی معیار کے تحت آتی ہیں۔

غیر رسمی معیار کے نقطۂ نظر سے معیاری زبان اپنا نہ صرف فاضل معیار (SUPER-STANDARD) بلکہ پست معیار (SUB-STANDARD) جیسی شکلیں بھی رکھتی ہے۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ ایک سماج میں جو زبان بولی جاتی ہے اس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک خاص شکل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ زبان کے بارے میں انھیں کے بولنے والوں کے خیالات عام ذہنی روش سے ہٹے ہوتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے واقف ہوتے ہیں کہ ان کی زبان میں بعض ایسے لسانی عناصر ہیں جو متروک ہیں اور ان کی جگہ صحیح استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن اپنی روزمرہ کی زبان میں انھیں استعمال نہیں کر پاتے بعض ایسے بھی بولنے والے ہوتے ہیں جو جذبات میں آکر تسلیم شدہ لسانی عناصر

کو اس لیے مستند کہہ دیتے ہیں کہ وہ "زیادہ صحیح" ہیں۔ ایسے لوگ یہی نہیں کہ ان عناصر کا استعمال نہیں کرتے بلکہ دوسروں کی بول چال میں ان کے استعمال کو غیر فصیح قرار دیدیتے ہیں۔ یہ اس لیے نہیں ہوتا کہ ان عناصر کا استعمال "خراب اردو" ہے یا جو انھیں استعمال کر رہے ہیں وہ غیر تعلیم یافتہ یا سماجی طور پر پچھڑے ہوئے لوگ ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لسانی عناصر "زیادہ بلند معیار" کے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک اردو والا اپنے طور پر جو زبان بول رہا ہے، اس سے ہٹے ہوئے الفاظ، قواعدی ساخت اور تلفظ کو ذاتی تسکین کی خاطر یہ کہہ کر رد کردے کہ یہ تو "خراب اردو" ہے، اور ایسی اردو بولنے والوں کو غیر مہذب یا جاہل قرار دے۔ بہرحال دونوں طرح کی اردو خواہ وہ فاضل معیار رکھتی ہو یا پست معیار، غیر معیاری اردو تصور کی جائے گی۔ اردو کی صرف وہ شکل جو ان دونوں معیاروں کے درمیان کی ہوگی، غیر رسمی معیاری اردو کہلائی جا سکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایسی ہی زبان کو معیاری اردو جیسی اصطلاح کا نام دیا جا سکتا ہے۔ معیاری زبان میں جو چیز خاص طور سے قابلِ ذکر ہے وہ زبان کا اپنی قواعد اور ساخت کے اعتبار سے صحیح استعمال ہے یعنی تلفظ، الفاظ اور جملوں؛ جیسے اگر زبان کے اجزائے ترکیبی کی طرف بولنے والے کا ردِ عمل اعتدال پسندانہ ہے تو وہ اردو معیاری زبان کہلائے گی۔ اردو کے تینوں معیاروں کو ذیل کی مثالوں میں دیکھیے:

قواعد: فاضل معیار: کل آپ غریب خانے پر قدم رنجہ ہونے کی زحمت گوارا فرمائیے.

معیار: کل آپ غریب خانے پر تشریف لائیے.

پست معیار: کل آپ گھر آؤ.

تلفظ: فاضل معیار: اجتماع (ع کے اعلان کے ساتھ)

معیار: اجتماع (ع ساکن)

پست معیار: از جما

ہر سماج میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو زبان کے بارے میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط ؟ جیسی رائے رکھتے ہیں۔ اپنی اس رائے سے وہ سماج کے دوسرے لوگوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ ان میں زبان کے استاد اور سماج کے دوسرے باحیثیت لوگ شامل ہیں۔ زبان کا استاد اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں شعوری اور غیر شعوری طور پر زبان کے نازک سے نازک فرق پر بات کر سکتا ہے۔ سماج کے دوسرے باحیثیت لوگ زبان پر رائے دیتے وقت اس بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں کہ کون کس ماحول میں کیا کہہ رہا ہے۔ جب ہم کسی زبان کے لیے معیاری زبان کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو ہماری مراد وہ غیر رسمی زبان ہوتی ہے، جو زبان کے استاد اور باحیثیت لوگوں سے متعلق ہو۔ سماج کے دوسرے لوگوں کی بول چال اگر ان دونوں گروہوں کے لوگوں سے مطابقت رکھتی ہے تو اسے بھی معیاری زبان کے ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ ایسی زبان استعمال کرنے والے فاضل معیار کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ اگر اردو سماج کا جائزہ لیا جائے تو اُن میں اعلیٰ اور متوسط طبقے کے تعلیم یافتہ لوگوں کی بول چال کو معیاری اردو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ دکن کے پڑھے لکھے لوگوں کی زبان دہلی کے پڑھے لکھے لوگوں کی زبان سے مختلف ہے یا دہلی اور لکھنؤ کے ایک ہی طبقے کی بول چال میں فرق ہے تو اسے ہم اردو کی معیاری بولیوں میں تفریق کا نام دے سکتے ہیں۔

معیاری زبان کا تصور دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ملتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس کے معیار ایک خاص انداز کے روایتی عمل رکھتے ہیں۔ گارڈن اور ملے تھیوٹ نے معیاری زبان کے مختلف اقسام کے علامتی اور منفرد معنی تعامل کا ذکر کیا ہے جن سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ معیاری زبان کا تصور کیوں ضروری ہے۔ ایک معیاری زبان اتحادی عمل رکھتی ہے۔ وٹین ریک کہتا ہے کہ زبان

سے متعلق جو صورت حال ہے اس کے ذریعے لوگ دوسروں کے مقابلے میں اپنی زبان کی لسانی خصوصیات سے پوری طرح واقف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح معیاری زبان گروپ سالمیت کی علامت بن جاتی ہے۔ معیاری کے ساتھ نفوذی عمل PRESTIGE FUNCTION بھی وابستہ ہوتا ہے۔ معیاری زبان کا تصور عمرانی لسانیات کے ماہروں کے لیے اپنے مطالعے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر زبان اور بولیوں کی بحث کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔

جو اردو ہم بولتے ہیں اسے اعلیٰ متوسط یا نچلے متوسط طبقے کے مقابلے میں غیر مہذب اور کم پڑھے لکھے لوگوں سے سن کر اسے غیر شائستہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارا یہ عمل اسی طرح کا ہے جس طرح سماج کے اعلیٰ یا متوسط طبقے کی اردو کو ہم مستند یا معیاری تصور کرتے ہیں۔ حیدر آباد کی اردو کو لکھنؤ یا علی گڑھ کے مقابلے میں غیر معیاری سمجھنا یا علی گڑھ ہی کے متوسط طبقے کی اردو وہاں کے نچلے طبقے کے مقابلے میں غیر معیاری کہنا ایسی باتیں ہیں جو زبان کی طرف معروضی ردِ عمل کہلاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو جو خاص طور سے ہند و پاک کے مختلف حصوں میں بولی جاتی ہے، اسے کتنے ہی علاقائی لسانی اور سماجی ماحولوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم اردو کو محض اس کے سماج میں دیکھیں تو ساخت کے اعتبار سے اس میں مختلف طبقاتی فرق نظر آئیں گے۔ اردو سماج اپنے نچلے طبقے میں روزانہ کم و بیش ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو اعلیٰ یا متوسط طبقے میں معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ عربی و فارسی سے مستعار لیے ہوئے یا خالص دیسی الفاظ کے بھی ایسے تلفظ مل جاتے ہیں جنھیں غیر معیاری کہا جا سکتا ہے۔ ہم اپنی زبان میں طبقاتی سطح پر لہجے کا فرق بھی محسوس کرتے ہیں۔ جب زبان کو معیاری یا غیر معیاری، فصیح یا غیر فصیح اور اعلیٰ یا سطحی قرار دیتے ہیں تو سماج کے مختلف طبقوں میں استعمال ہونے والی اردو پر ہماری یہ رائے معروضی ردِ عمل کہلاتی ہے اور جسے تہذیبی قدروں کے نظام پر مشتمل کہا جا سکتا ہے۔

اردو زبان کو اس کے معیار کے اعتبار سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ پہلی قسم ادبی معیار کی ہے ۔ اس کا تعلق بول چال اور تحریر کی بنیادی شکل ہے جو بلا تفریق برادری، فرقہ، علاقہ اور نسلی امتیاز کے پورے ادبی سماج کے لیے قابل قبول ہے ۔ یہ تعلیم کے ذریعے رواج پاتی ہے ۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں کشمیر سے کنیا کماری اور آسام سے گجرات تک اور پاکستان کے مختلف علاقوں جیسے کراچی، حیدرآباد سندھ، لاہور، پشاور وغیرہ میں ادبی سطح پر اردو ضبط تحریر میں لائی جاتی ہے ۔ اور جسے اردو سماج کے مہذب اور شائستہ لوگ بولتے اور کالجوں و یونیورسٹیوں میں پڑھاتے ہیں ۔ اسے اردو کا ادبی معیار کہہ سکتے ہیں ۔

دوسری قسم میں زبان کا عام فہم معیار آتا ہے جو زبان کے شائستہ طبقے کے عام فہم اسلوب سے عبارت ہے ۔ یعنی زبان کے بولنے والے سماج کا وہ حصہ جو نہ صرف تعلیم یافتہ ہے، مہذب ہے بلکہ جو زبان کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں استعمال بھی کرتا ہے ۔ اہل زبان کی یہ بول چال اس زبان کا عام فہم معیار کہلاتی ہے ۔ اس قسم کی اردو میں شمالی ہندوستان میں اترپردیش اور بہار کے مختلف علاقے ۔ وسطی ہندوستان میں مدھیہ پردیش (بھوپال، گوالیار وغیرہ) مغربی ہندوستان میں راجستھان (جے پور، اودے پور، ٹونک وغیرہ)، گجرات (احمدآباد وغیرہ) اور مہاراشٹر (بمبئی، ناگپور اور اورنگ آباد وغیرہ)، جنوب میں (حیدرآباد، میسور وغیرہ) اور پاکستان کے مختلف علاقوں کو شامل کر سکتے ہیں ۔ یہاں اردو کو مادری زبان کہنے والے تعلیم یافتہ لوگ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس معیار کو استعمال میں لاتے ہیں ۔

تیسری قسم "علاقائی معیار" کی ہے جس میں زبان کی ایسی شکل شامل ہے جو عام فہم معیار کی زبان سے کم و بیش مماثلت رکھتی ہو ۔ یہاں زبان کے "شین قاف" کا درست ہونا لازمی نہیں ہے ۔ الفاظ کے استعمال میں نحوی قاعدوں کی پابندی بھی ضروری نہیں ہے ۔ عام فہم معیار کی زبان سے کم و بیش مماثلت

کا انحصار اس بات پر ہے کہ زبان اپنے سماج کے کس حصے میں بولی جا رہی ہے۔ اردو ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں بولی جاتی ہے۔ کشمیر میں اردو بولنے کا معیار اپنا ہے۔ مشرقی و مغربی پنجاب میں اردو اپنے طور پر بولی جاتی ہے اس لیئے وہاں اس کا اپنا الگ معیار ہے۔ اسی طرح سندھ کی اردو کا معیار مہاراشٹر، گجرات اور راجستھان کے علاقوں سے مختلف ہے۔ تلنگانہ (حیدرآباد) کی اردو دراوڑی خاندان ہی کی دکنی اردو کے مقابلے میں الگ معیار رکھتی ہے۔ مشرقی اور مغربی بنگال کی اردو کا معیار بہار میں رائج اردو کے معیار سے جدا ہے۔ یو۔ پی۔ مدھیہ پردیش اور ہماچل پردیش کی اردو کے معیاروں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ اردو کے یہ یا ایسے ان گنت معیار علاقائی حد بندیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

چوتھی قسم میں "پست معیار" آتا ہے جسے واضح طور پر ادبی معیار، عام فہم معیار اور علاقائی معیار کی لسانی شکلوں سے بآسانی الگ کیا جا سکتا ہے۔ زبان میں تغیر و تبدل سماجی گروہوں یا جغرافیائی حالات کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔ پس ماندہ لوگ اپنی زبان کو غیر شعوری طور پر بگاڑ کر بولتے ہیں۔ وہ زبان کی ساخت یا قواعد کے اصولوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ تلفظ خواہ وہ آواز سے متعلق ہو یا الفاظ سے ان کے لیے فضول کی بات ہے مروجہ معنوں کی ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ ان کے یہاں خاص زور اظہار خیال پر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں میں خاص طور پر نچلے طبقے کے ناخواندہ اور مزدور پیشہ لوگ آتے ہیں۔ ایسی سماجی بولیاں جنم لیتی ہیں۔ جیسے کرخنداری اردو جو دہلی میں جامع مسجد کے آس پاس کے رہنے والے خصوصاً کم پڑھے لکھے یا ان پڑھ لوگ بولتے ہیں۔ جیسے دست کار، خوانچے والے اور دہاڑی پر کام کرنے والے مزدور اور غیر مہذب یا غیر ترقی یافتہ طبقے کے لوگ وغیرہ۔

پست معیار میں اردو کی وہ بولیاں بھی شمار کی جا سکتی ہیں جو معیاری زبان سے سلسلہ ٹوٹنے یا علاقائی معیار سے ہٹ کر دور دراز علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔

• اردو زبان کے معیار کی آخری قسم کو "دیسی معیار" کہا جا سکتا ہے۔ زبان کی یہ قسم سماج کے دوسرے بولنے والوں کے لیے اس وقت تک ناقابلِ فہم ہوتی ہے جب تک کہ ذاتی طور پر اس سے واقفیت نہ ہو؛ جیسے کلکتیہ اردو وغیرہ۔ یہ زبان کا وہ معیار ہے جسے باقاعدہ سمجھنے کے لیے ذہنی طور پر پہلے سے تیار رہنا پڑے گا۔ زبان کے اس قسم کے معیار کی جھلکیاں اردو کے بعض گھرانوں کے مخصوص لہجوں میں بھی دیکھنے کو مل جاتی ہے۔

## اصلاح کی تحریکیں:

زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے اپنے عہد کے ہر صاحبِ نظر نے اصلاحِ زبان سے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے؛ مثلاً خان آرزو، شاہ حاتم، مظہر جانِ جاناں، انشاء اللہ خاں انشا، شیخ امام بخش ناسخ (مع اپنے شاگردوں کے)، محمد حسین آزاد، وحید الدین سلیم، مولوی عبدالحق، حسرت موہانی اور دتاتریہ کیفی وغیرہ۔ اردو کی مختلف سماجی و ادبی تحریکیں اور ادارے بھی اصلاحِ زبان سے متعلق نظریات پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں؛ جیسے سرسید تحریک، رومانی تحریک اور ترقی پسند تحریک، فورٹ ولیم کالج (کلکتہ)، دارالترجمہ عثمانیہ (حیدرآباد) اور ترقیٔ اردو بورڈ (نئی دہلی) اور انجمن ترقیٔ اردو ہند وغیرہ۔ ادھر چند دہائیوں سے اس موضوع پر کچھ باقاعدہ کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، جن میں زبان و قواعد (رشید حسن خاں) کافی معتبر ہے۔ پاکستان میں مقتدرہ قومی زبان اور ترقیٔ اردو بورڈ (کراچی) کی خدمات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

اصلاحِ زبان کے مسائل اردو میں خصوصاً شاعری کے تعلق سے زیرِ بحث آتے رہتے ہیں۔ مختلف لغات، مکاتیب، مضامین، تذکروں، قواعدوں اور اردو املا ناموں میں اس موضوع پر تبادلۂ خیالات ہوا ہے۔ ان تحریروں پر اگر غور کریں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ ان مباحثوں میں کبھی عوامی لہجے کو اہمیت دیتے ہوئے قریب الفہم اور کثیر الاستعمال الفاظ کے استعمال پر زور دیا گیا ہے تو کبھی، اساتذہ کے کلام کو سند مان کر جمالیاتی پیمانوں پر اصلاحِ زبان کی بات کہی گئی ہے اور کبھی عربی و فارسی لغت کی صوتی و صرفی تشکیل کو معیار تصور کیا گیا ہے وغیرہ۔ دہلی میں اصلاحِ زبان کی تحریک کا باقاعدہ آغاز خان آرزو سے ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک فارسی اور "ہندی" میں وحدت اور توافق ضروری تھا۔ انھوں نے دہلی کی غیر ترشی ہوئی زبان اور اس کے فصیح و غیر فصیح پہلوؤں پر توجہ دی اور بنیادی لب و لہجے کا تعین کرکے اسے ٹکسالی بنایا۔ شاہ حاتم، مظہر جانِ جاناں اور بیدل کے یہاں اسی روایت کی توسیع ملتی ہے۔

شاہ حاتم "دیوان زادہ" میں بھاکا کے ان الفاظ کو ترک کرنے کی بات کرتے ہیں جو دکن میں رائج تھے۔ عربی و فارسی کے قریب الفہم الفاظ کو ان کے تلفظات کے ساتھ استعمال کرنے کی بھی سفارش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں دہلی کے اس تلفظ کو وہ معیاری قرار دیتے ہیں جو عربی و فارسی اصل کے زیادہ قریب تھا۔ ان کے نزدیک ہندی بھاکا کے ان الفاظ کا استعمال غیر فصیح تھا جو زبان کا روزمرہ نہیں تھے۔ انھوں نے قدیم الفاظ اور املا کو نئی صورت بھی دی۔ مظہر جانِ جاناں اور شاہ حاتم اصلاحِ زبان کی تحریک کے تعلق سے براہِ راست وابستہ تھے۔ انھوں نے ایہام گوئی کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی جو ان کے نزدیک غیر فطری طرزِ سخن تھی۔ ان کا جھکاؤ لفظی گورکھ دھندوں کے مقابلے میں شفاف گوئی اور سادہ گوئی کی طرف تھا۔ اردو زبان کی اصلاح میں میر و سودا کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے۔ انھوں نے اردو کے شعری

لہجے کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہندی کے غیر معیاری الفاظ کو فصیح الفاظ (سنسار، ساجن، پیا وغیرہ) کے مقابلے میں فارسی کے الفاظ کو ترجیح دی۔ ہندی کے الفاظ کے تلفظ کو اردو کے صوتی مزاج کے مطابق ڈھالا اور ان کی مروج املا کو درست کیا۔ انھوں نے دکن میں غلط طور پر استعمال ہونے والے عربی و فارسی الفاظ کی بھی تصحیح کی ہے۔

اصلاحِ زبان کے تعلق سے یہاں دو نام بے حد اہم ہیں یعنی انشاء اللہ خاں انشا اور شیخ امام بخش ناسخ۔ انشا نے زبان کے تعلق سے اپنی تصنیف "دریائے لطافت" میں کئی اہم اشارے کیے ہیں۔ انھوں نے دلی اور لکھنؤ کی زبان میں فرق بتاتے ہوئے دلی کی زبان کو فصیح اور مستند قرار دیا ہے۔ فصاحت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں جہاں تنافرِ حروف، غرابتِ لفظی یعنی غیر مانوس اور قبیح الفاظ اور خلافِ قیاس کسی لفظ کا استعمال ہوگا اُسے غیر فصیح کہا جائے گا۔ وہ عربی و فارسی کے اجنبی الفاظ کے مقابلے میں ہندی کے سبک اور سڈول الفاظ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اہلِ زبان کا لب و لہجہ ہی زبان کا معیار قائم کرتا ہے۔ وہ عربی و فارسی الفاظ کی آمیزش کے قائل اور اردو کو ان کے تابع بنانے کے سخت خلاف ہیں۔ لفظ خواہ کسی زبان کا ہو اگر اہلِ زبان اسے استعمال کرتے ہیں تو وہ اردو کا حصہ ہے۔ زبان کے مختلف معیاروں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے دہلی کے مختلف محلوں کی بول چال کا تجزیہ کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس محلے کی زبان فصیح اور کس محلے کی غیر فصیح ہے۔

شیخ امام بخش ناسخ کی اصلاحاتِ زبان جامع اور ہمہ گیر ہیں۔ انھوں نے لکھنؤ کی زبان کو تراش خراش کے نیا روپ دیا ہے۔ ان کے خیال میں زبان میں الفاظ سادہ اور شستہ ہونے چاہئیں۔ نامانوس الفاظ سے گریز ضروری ہے۔ لفظ کے استعمال سے اگر ایہام یا کراہت آتی ہے تو وہ عیب ہے۔ انھوں نے متروک الفاظ کی فہرست مرتب کر کے ان کے استعمال پر پابندی لگادی اور

ایسے محاورات بھی درج کر دیے جو فارسی سے ترجمہ تھے۔ ناسخ کی اصلاحات کے اصولوں کو شوکت سبزواری نے "لسانی مسائل" میں تفصیل سے پیش کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اسم کے ساتھ فعل کے "آں" لاحقے سے جمع بنانے کے رواج کو ختم کیا؛ جیسے گھٹائیں چھائیاں۔

۲۔ فارسی کا قاعدہ ہے کہ جب ایک مفرد اسم ہائے مختفی پر ختم ہو تو جمع میں اسے "گ" سے بدل کر "آں" لاحقے کو جوڑ دیتے ہیں؛ جیسے بندہ سے بندگاں اردو میں اس رواج کو ختم کرنے کی سفارش کی اور بندہ سے بندے یا بندوں صحیح قرار دیا۔

۳۔ حروف "نے، کو، پہ" ختم کر دیئے جاتے تھے۔ اس عمل کو ناجائز قرار دیا؛ جیسے: 'ہم خواب دیکھا' کے بجائے 'ہم نے خواب دیکھا' فصیح ہے۔

۴۔ "پھرے ہے، کرے ہے" کی جگہ "پھرتا ہے، کرتا ہے" ناسخ کی نظر میں زیادہ فصیح ہے۔

۵۔ ماضیٔ معطوفہ اور امر میں کوئی فرق نہیں تھا اس لیے "کر" لگا کر ماضی معطوفہ بنایا؛ جیسے دیکھ سے دیکھ کر، چھوڑ سے چھوڑ کر وغیرہ۔ اسی طرح لفظوں کے تلفظ اور املا کو درست کرتے ہوئے ادھر کو اُدھر، لوہو کو لہو لاگا کو لگا، کریو کو کیجیو اور کیجیے کیا۔

۶۔ اضافی حالت میں "تجھ" اور "مجھ" کو "تجھ گھر" اور "مجھ پاس" کی جگہ "تیرا گھر اور میرے پاس" استعمال کیا۔ "ان نے" کو "اُس نے" میں بدل دیا۔ اس کے علاوہ "ہووے" "جاوے"، "دیوے" کی جگہ "ہوئے"، "جائے"، "دے" کو صحیح قرار دیا۔

۷۔ فارسی و عربی الفاظ کی آوازوں میں متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک بولا جاتا تھا۔ اسی طرح مخفف کو مشدد اور مشدد کو مخفف تلفظ کیا جاتا تھا۔

ناسخ نے ایسے تلفظات کو غلط قرار دے کر انھیں درست کیا۔ موصوف سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں مثلاً دیوار کو دیوار کہنے کی سفارش کرنا وغیرہ۔ اس سے قطعِ نظر ناسخ نے بلاشبہ اصلاحِ زبان کے تعلق سے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

دہلی اور لکھنؤ میں اصلاحِ زبان پر کافی بحث و مباحثے ہوئے۔ آپس میں تکرار بھی ہوئی۔ دونوں اسکولوں نے اپنے اپنے معیار قائم کیے۔ اسی طرح صحتِ زبان پر متعدد اہم تحریریں جنکا باقاعدہ آغاز انشا اور ناسخ نے کیا تھا ایک تحریک ہی شکل میں سامنے آئیں۔ ان تحریروں سے اُردو کی صحت اور معیار متعین کرنے میں کافی مدد ملی۔ بحیثیت مجموعی جن حضرات نے اس موضوع پر خصوصی توجہ دی ہے ان میں بشمول انشا اور ناسخ، وحیدالدین سلیم (وضع اصطلاحات)، سیّد سلیمان ندوی (نقوشِ سلیمانی)، مولوی عبدالحق (لغت، مقدمے، مضامین اور قواعد)، منشی امیر احمد مینائی (خطوط اور امیر اللغات)، جلال لکھنوی (گلشنِ فیض، ارد ترجمہ: سرمایۂ زبانِ اردو، قواعدِ زباں)، داغ دہلوی (خطوط اور مضامین)، نظم طباطبائی (مضامین)، اثر لکھنوی (لغت، تذکرہ)، عبدالستار صدیقی (مضامین)، عبدالماجد دریاآبادی (مضامین)، احسن مارہروی (مضامین اور لغت) وغیرہ اور خصوصاً فرہنگِ آصفیہ و نوراللغات کے مرتبین قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں قاموس الاغلاط (مرتبین: مولوی سیّد مختار احمد اور مولانا ذہین) کا بھی ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہے جس میں اردو الفاظ کی صحت سے بحث کی گئی ہے۔ مولانا حسرت موہانی کی "نکاتِ سخن" متروکات کے اعتبار سے نہایت اہم تصنیف ہے۔ متروکات کا ذکر کرتے ہوئے وہ اردو متروکات کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: متروکاتِ قدیم (دورِ اوّل کے شعرا کے متروکات)، متروکاتِ معروف (عہدِ متوسط کے شعرا کے یہاں پائے جانے والے متروکات)، متروکاتِ جائز (جن کو مصنف صحیح قرار دیتا ہے)، متروکاتِ بے جا (دورِ حاضر کے غیر ضروری

مترو کات : جیسے تلک کے بجائے تلک کہنا وغیرہ) اور قابل ترک یعنی جو مستعمل ہیں اور جنھیں مولانا کی نظر میں ترک کر دینا چاہیے۔ پنڈت دتاتریہ کیفی اپنی تصنیف "کیفیہ" کے گیارھویں باب میں "کلام کے نقائص"،

مخالفت قیاس لفظی"، "غرابت"، "تنافر"، "تعقید" وغیرہ عنوانات کے تحت اصلاح زبان پر اپنے خیالات کا پر مغز اظہار کرتے ہیں۔ بارھویں باب میں بھی کچھ اسی طرح کے اشارے ملتے ہیں۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب "زبان اور قواعد" (نئی دہلی) میں "صحت الفاظ"، "مشترک الفاظ"، "لغت اور استعمال عام" وغیرہ مضامین میں اردو کے بعض الفاظ کے تلفظ اور ان کا املا کو لے کر متعدد لغات اور مضامین کے حوالے سے انتہائی سیر حاصل بحث کی ہے۔ کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے صاحب کتاب کے پاس یا تو جمالیاتی پیمانے ہیں یا وہ قدما میں سے کسی صاحب نظر استاد کے کلام سے سند حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں احتشام حسین کا مضمون "صحت زبان کے لسانیاتی پہلو" بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔

# انفرادیت :

• اردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح اس کی بھی اپنی تاریخ ہے، اپنا لسانی عمل ہے، اپنے ارتقائی مدارج ہیں، اپنی قواعد ہے، ہیئت و تشکیل کے اپنے اصول ہیں، اپنا معیار ہے اور اپنا رسم خط بھی ہے۔ یہ ایسے حقائق ہیں جنھوں نے مل کر اردو کی انفرادیت کو سنوارا اور نکھارا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے۔ اس نے برصغیر ہند و پاک کے اکثر خاندان السنہ سے اپنی ساخت کی مختلف سطحوں پر استفادہ

کیا ہے ۔ ان میں عربی، فارسی، ترکی، پشتو، جدید ہند آریائی کی مختلف بولیاں مثلاً ملتانی، پنجابی، برج، مراٹھی، گجراتی، اودھی اور ہندی وغیرہ اور دراوڑی بولوں میں خصوصاً تیلگو اور کنڑ قابل ذکر ہیں۔ یہاں اردو پر پڑنے والے انگریزی اثرات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ادب کے تعلق سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اردو نے ہزاروں سال کی ہند آریائی (سنسکرت)، ہند ایرانی (فارسی) سامی (عربی) اور دراویڈی (تیلگو اور کنڑ) کی ادبی روایات سے اپنے تخلیقی سرمائے خصوصاً شاعری میں زبردست اضافہ کیا ہے۔ یہ ایسی خصوصیات ہیں جو اردو کے کردار کی انفرادیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اردو کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ زبان ہماری مشترک تہذیب کی نمائندہ ہے۔ ہندوستان میں آسٹرک، دراوڑ اور آریوں کے باہم اشتراک سے جو تہذیب ہزاروں سال سے پروان چڑھ رہی تھی، نویں صدی عیسوی سے عربوں، ترکوں اور پھر ایرانیوں کے اختلاط سے ایک نئی شکل میں ابھر کر سامنے آئی۔ اسی تہذیب کی سماجی ضرورت نے رابطے کی زبان کے طور پر اردو کو جنم دیا۔ ان باتوں کے علاوہ اردو کی علاقائی نہ ہو کر مرکزی حیثیت ہے کیوں کہ ہندو پاک کے مختلف آریائی اور غیر آریائی علاقوں میں اردو کسی نہ کسی شکل میں بولی سمجھی اور پڑھی جاتی ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ اردو ہندوستان کی واحد زبان ہے جس نے اپنے فارسی سے تعلق کے ذریعے آریوں کی بچھڑی ہوئی قدیم لسانی روایت کو جوڑا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آریہ جو زبان بولتے ہوئے ہندوستان آئے تھے وہ جدید فارسی کی قدیم ترین شکل تھی۔ ہندوستان میں وررود کے بعد آریوں کی زبان سنسکرت کہلائی جس نے بعد میں مختلف ارتقائی مدارج طے کر کے جدید ہند آریائی زبانوں یعنی پنجابی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی، ہندی اور اردو وغیرہ کے روپ اختیار کر لیے۔ گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی کے بعد نسبتاً جدید عہد

[illegible] آریہ ایرانی / فارسی بولتے ہوئے ہندوستان میں وارد ہوئے تو سنسکرت کی علاقائی اپ بھرنش بولنے والے مقامی لوگوں سے ان کا اختلاط ہوا جسے اردو کے وجود میں آنے کی وجہ بتاتے ہیں۔ اس طرح یہ خیال کرنا کہ بچھڑی ہوئی قوم (ہندوستانی آریہ اور ایرانی آریہ) کے ملاپ سے اردو کا جنم ہوا۔ زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

اردو کا اپنا رسم خط بھی ہے۔ یہ رسم خط عربی و فارسی رسم خط سے ماخوذ ہے لیکن بعض خصوصیات کی بنا پر آج اردو کا اپنا رسم خط کہلاتا ہے۔ اردو زبان نے اپنی صوتی ضروریات کے بحیثیت عربی و فارسی رسم خط میں ترمیم و اضافے کرکے اسے اپنے مزاج کے مطابق ڈھالا ہے۔ یہ عربی و فارسی زبانوں سے اردو کے تعلق کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ ماہرین زبان کا عام خیال ہے کہ اردو رسم خط کے بغیر ہندوستان کے لسانی ماحول میں اردو کی شناخت مشکل ہے۔ اس بات سے کہاں تک اتفاق کیا جا سکتا ہے، یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی انفرادیت قائم کرنے میں اس رسم خط نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

اردو کی انفرادیت پر روشنی ڈالنے والی چند خصوصیات ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

صوتی انفرادیت :- /ق، ز، ژ، خ، غ اور ف/ عربی و فارسی کی آوازیں ہیں جو اردو زبان کے بنیادی تلفظ کا اہم حصہ قرار دی جاتی ہیں۔ معکوس مصمتے /ٹ، ڈ، ڑ/ خالص دراویڑی ہیں جو ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی داخل ہو گئے ہیں۔ اردو کی باقی تمام آوازیں بشمول ہاکاری مصمتے /بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ وغیرہ/ ہند آریائی آوازیں ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ عربی، فارسی، دراویڑی اور ہند آریائی زبانوں کی صوتیات سے اردو کا صوتی نظام عبارت ہے۔

اردو میں حلقی صفیری غیر مسموع مصمتہ /ہ/ یا ہا کاری مصمتے دو مصوتوں یا حرف علت کے درمیان اور لفظ کے آخر میں اپنے تلفظ کو کمزور کر دیتے ہیں۔ ایسی

° مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں /ہ/ مصمتہ لفظ کے آخر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اردو کی صوتی ساخت لفظ کے درمیان میں مشدد مصمتوں سے پہلے مختصر مصوتے یعنی /زبر، زیر، پیش/ کو لازم قرار دیتی ہے۔ مصمتہ اور نیم مصوتے والے خوشوں کے علاوہ اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتی خوشے نہیں آسکتے۔

° لفظ کے آخر میں عموماً "آ" کی آواز "زبر" یعنی /ے/ میں بدل جاتی ہے۔

° اردو میں ایک ہی قبیل کی آوازیں تلفظ میں اپنی صوتی شکل کو قائم رکھتی ہیں۔ جب کہ زبانوں میں عموماً ایسا نہیں ہوتا۔

صرفی ونحوی انفرادیت :

۱۔ تعریفی زبانوں میں مادوں سے سابقے یا لاحقے جوڑ کر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ سرمایۂ الفاظ میں اضافے کا یہ آسان اور بہترین طریقہ ہے۔ اردو میں جڑنے والے اجزا دیسی بھی ہیں اور عربی و فارسی اور انگریزی کے بھی۔ یہاں جتنا تنوع اردو میں ہے، کسی دوسری ہندوستانی زبان میں نہیں۔ وحیدالدین سلیم نے اپنی کتاب "وضع اصطلاحات" مختلف مادوں سے صرف ایک لاحقے کو جوڑ کر زیادہ سے زیادہ چار سو الفاظ وضع کیے ہیں۔

۲. دیسی الفاظ کو جوڑ کر جن میں 'سندھی' کا عمل ہوتا ہے، مادوں سے سابقے یا لاحقے جوڑ کر الفاظ اختراع کرتے وقت اردو میں عموماً دونوں اجزا اپنی صوتی شکل برقرار رکھتے ہیں۔

۳. اردو میں اضافت اور عطف واو کا استعمال ہوتا ہے جو عربی و فارسی ترکیبیں ہیں۔ یہ عمل دیسی الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہے؛ جیسے لبِ سڑک، شام اودھ، صبحِ بنارس یا چاند و سورج۔ یہ ترکیبیں ہندوستانی

کی کسی دوسری زبان میں نہیں ہیں۔ ۵۔ فعل میں کثرت سے معیت و عطف کرتی تھی

۴. ایک معنی کے لیے اردو میں متعدد الفاظ ملتے ہیں۔ اس طرح صوتی آہنگ کے لیے لفظوں کے انتخاب میں گنجائش رہتی ہے؛ جیسے مہتاب، ماہ، قمر، چاند وغیرہ

۵۔ اسمار و صفات وغیرہ میں واحد سے جمع بنانے کے لیے عموماً دیسی شکلوں کا استعمال ہوتا ہے لیکن اردو میں "آت" کا بھی رواج ہے جو کسی دیسی زبان میں نہیں ملتا۔

۶. اردو میں صرف ایک ظرفی تالیفی حالت پائی جاتی ہے جو مخصوص ظرفوں میں استعمال ہوتی ہے؛ جیسے اندھیرے اجالے، دریا کنارے وغیرہ۔ باقی سب اعرابی حالتیں تحلیلی ہیں جو حروف مغیرہ کی مدد سے گردانی جاتی ہیں۔

۷. اردو زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسمار خاص میں حرف واؤ کے مجہول و معروف ہونے سے مؤنث و مذکر کا فرق ہو جاتا ہے؛ جیسے نجو، مجو، کلو (مذکر واؤ معروف کے ساتھ) اور نجو، مجو، کلو (مؤنث واؤ مجہول کے ساتھ)۔

۸. اردو میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو معنی کے اعتبار سے اپنی جنس بدل دیتے ہیں؛ جیسے گزر (مذکر) میرا گزر وہاں ہوا: گزر (مونث) میری گزر نہیں ہوتی۔ بیل (مذکر) ایک پھل کے معنی میں: بیل (مؤنث) باقی سب معنی میں۔

۹. صفتِ نسبتی کے لیے اردو میں یائے معروف بڑھا دیتے ہیں جیسے فارس سے فارسی، ترک سے ترکی وغیرہ۔ اگر اسم کے آخر میں /ہ/ یا الف آواز آتی ہے تو اسے /و/ میں بدل کر ای جوڑ دیتے ہیں؛ جیسے دہلی سے دہلوی، عیسیٰ سے عیسوی وغیرہ۔ کبھی کبھی /ہ/ کو تلف کر دیتے ہیں؛ جیسے مکہ سے مکی۔ مدینہ سے مدنی۔ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں آنہ بڑھا دینے سے نسبت

ظاہر کرتے ہیں؛ جیسے غلام سے غلامانہ، مردسے مردانہ وغیرہ۔ یہ طریقہ کار بھی صرف اردو میں ہی ممکن ہے۔

۱۰۔ اردو میں صرف انھیں صفات میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کا امتیاز پایا جاتا ہے جن کے واحد کے آخر میں الف یا ہ/ ہوتی ہے۔ جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں ان کی شکلیں واحد و جمع اور تذکیر و تانیث میں نہیں بدلتیں؛ جیسے گرم کھانا؛ گرم کھانے: گرم روٹی: گرم روٹیاں وغیرہ۔

۱۱۔ اردو میں حاضر ضمیر کی واحد میں تین شکلیں ہیں؛ جیسے تو، تم، آپ۔ یہ سماجی حیثیت کی تابع ہیں۔ ان ضمیری شکلوں کے مطابق فعل بھی بدل جاتے ہیں؛ تو چل، تم چلو، آپ چلیے۔ 'تو'، محبت اور بے تکلفی کے علاوہ شاعری میں مخاطب کے لیے بھی لکھتے ہیں خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ نیز خدا کے لیے دعا مانگتے وقت بھی 'تو' کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت صرف اردو میں پائی جاتی ہے۔

۱۲۔ جتنی اصنافِ شعری اردو میں ہیں، ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں نہیں ملتیں؛ مثلاً غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، نظم، رباعی، قطعہ، مخمس وغیرہ۔

۱۳۔ اردو میں مرکبات کو وضع و اختراع کرنے کے جو اصول مرتب کیے گئے ہیں، وہ ہندوستان کی دوسری زبانوں سے قطعی الگ ہیں۔

# اُردو کی بولیاں:

بولی سے مراد زبان کا اپنی اصل شکل میں تبدیلی لے آنا ہے جس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ اگر زبان اپنے مرکز سے کہیں دور بولی جاتی ہے تو وہ اپنے طور پر ارتقائی مراحل طے کرے گی۔ اس طرح مرکزی معیار

سے رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے زبان کا علاقائی روپ ابھر کر سامنے آئے گا۔ جسے ہم علاقائی بولی کہہ سکتے ہیں۔ اگر زبان ایک سے زیادہ لسانی ماحولوں میں بولی جا رہی ہے تو قدرتی طور پر اس پر دوسری زبانوں کے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ لسانی تغیرات زبان کی جس شکل کو پیش کریں گے اسے لسانی بولی سے تعبیر کیا جائے گا۔ سماج کا طبقاتی فرق زبان میں کئی اہم تبدیلیاں لاتا ہے۔ ان تبدیلیوں کو لسانی ساخت کی ہر سطح پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ زبان کی اس بدلی ہوئی شکل کو سماجی بولی کہیں گے۔ زبان کی ایک قسم اس کے بولنے والوں کے پیشوں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ یونیورسٹیوں میں پڑھنے یا پڑھانے والوں کی زبان تجارت پیشہ لوگوں سے الگ ہوتی ہے۔ جو زبان ہم ڈاکٹروں کو بولتے ہوئے سنتے ہیں وہ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے والے استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح کے فرق جب بنیادی شکل میں رونما ہوتے ہیں تو وہ پیشہ ورانہ بولی کو جنم دیتے ہیں۔ ہر زبان بولنے والا اپنی مرضی کے مطابق قواعد اور لغت استعمال کرتا ہے۔ یہ غیر شعوری طور پر ہوتا ہے جس کے پیچھے بولنے والے کی ذہنی تربیت اور شخصیت کارفرما ہوتی ہے۔ اس طرح کی بولی کو فرد بولی کہا جائے گا۔

اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ بولی زبان کی ایک ایسی فطری شکل کا نام ہے جو علاقائی، لسانی، سماجی، شخصی اور پیشے کے اثرات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کسی زبان کی بولیاں جن تبدیلیوں کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں ان کے سلسلوں کو ساخت کی مختلف سطحوں پر نہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کا تجزیہ بھی ممکن ہے۔ بولیاں مختلف سماجی اور جغرافیائی حدود میں لسانی خطوط بناتی ہیں۔ بولیوں کا تصور ہر زبان میں ناگزیر ہوتا ہے اس ایک زبان سے دوسری زبان میں ان کی

نوعیتیں بدلتی رہتی ہیں۔

اردو زبان پر بولیوں کے تعلق سے بہت کم کام ہوا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلے انشاء اللہ خاں انشاء نے اپنی کتاب "دریائے لطافت" میں چند بلیغ اشارے کیے ہیں۔ دکنی اردو کی لسانیات کے مطالعے میں محی الدین قادری زور اور عبدالقادر سروری وغیرہ نے کھل کر بحث کی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے دہلی اردو کی سماجی بولی کرخنداری پر تحقیقی نوعیت کا کام کیا ہے۔ پاکستان میں پنجابی، سندھی اور بلوچی زبانوں کے تعلق سے اردو کی بولیوں پر اظہارِ خیال ہوا ہے۔ راقم الحروف نے بھی اردو کی مختلف بولیوں مثلاً دکنی اردو، پنجابی اردو، کشمیری اردو، کلکتیہ اردو اور کرخنداری اردو کی صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی ساختوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے (اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی۔ لسانیاتی مطالعہ)۔

ذیل میں اردو کی چند لسانی، سماجی اور علاقائی بولیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اردو ہند و پاک کی ایک زبردست زبان ہے جو صوبوں صوبوں، شہروں شہروں اور گاؤں گاؤں مختلف ٹکڑیوں میں بکھری ہوئی ہے۔ اردو کا پھیلاؤ، اس پر دوسری زبانوں کے لسانی دباؤ اور سماجی و طبقاتی تفریق ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے زبان کی ساخت کو اپنے اپنے طور پر کافی متاثر کیا ہے۔ اس طرح لسانی ساخت پر جو اثرات مرتب ہوتے ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اردو پر پڑنے والے علاقائی، لسانی اور سماجی نوعیتوں کے اثرات کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس کی کتنی ہی بولیاں سامنے آ سکتی ہیں۔ ان بولیوں کو مجموعی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی لسانی بولیاں، سماجی بولیاں اور علاقائی بولیاں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو مختلف لسانی ماحولوں میں بولی جاتی ہے ان میں کشمیری، پنجابی بنگالی، مراٹھی، سندھی، گجراتی، کنڑ اور تیلگو کے علاقے خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ اردو

ساخت پر ان زبانوں کے لسانی اثرات مرتب ہوئے۔ نتیجتاً اردو کی مختلف بولیاں ابھر کر سامنے آئیں مثلاً کلکتیہ اردو، کشمیری اردو اور بمبیا اردو وغیرہ۔ یہاں دکنی اردو کی حیثیت تھوڑی مختلف ہے جس کی بنیاد محمد تغلق کے دورِ حکومت میں اس وقت پڑی جب دہلی سے دارالسلطنت دیوگیر منتقل ہوا۔ بعد میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے زیرِ سایہ اس نے ارتقاء کے مختلف مدارج طے کیے۔ پھر زبردست لسانی اکائی کے طور پر ابھر کر سامنے آئی اور اس نے دکن میں اپنی لسانی و ادبی حیثیت قائم کر لی۔

جہاں تک اردو کی سماجی بولیوں کا تعلق ہے وہ نسلی امتیازات، طبقاتی تفریق اور پیشوں کے علاوہ دوسری سماجی نوعیتوں مثلاً تعلیم، عمر، جنس وغیرہ سے جڑی ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے اردو کی لسانی ساخت کی جو بدلی ہوئی شکلیں سامنے آتی ہیں، انھیں سماجی بولیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جیسے مزدوروں کی زبان، اعلیٰ طبقے کے مہذب لوگوں کی زبان، ناخواندہ لوگوں کی زبان، کم تعلیم یافتہ طبقے کی زبان وغیرہ۔ اسی لیے ہم سماجی دباؤ کی وجہ سے اپنے تسلیم شدہ معیار سے ہٹی ہوئی اردو کو کلکتیا اردو، بمبیا اردو اور کرخنداری کے نام سے پکارتے ہیں۔

اردو میں علاقائی بولیوں کے وجود میں آنے کے دو بنیادی اسباب ہیں۔ پہلی وجہ اردو بولنے والوں کا ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں ہجرت کر کے وہاں بس جانا ہے۔ جو لوگ کسی خاص علاقے میں جا کر آباد ہوئے ان کی اردو پر وہاں کی مقامی بولی یا زبان کے اثرات پڑے ہیں۔ بعد میں جو اردو بولنے والے وہاں پہنچے وہ پہلے سے بسے ہوئے اردو والوں کی بولی سے متاثر ہوئے۔ اس طرح مختلف اوقات میں اپنے مرکز سے منتقلی کے بعد اردو ایک خاص علاقے میں ایک خاص انداز سے بولی جانے لگی۔ جیسا کہ مشرق میں بنگال، اڑیسہ اور بہار وغیرہ۔ مغرب میں سندھ، گجرات، راجستھان اور مہاراشٹر وغیرہ۔ شمال میں مشرقی

یو پی اور پنجاب وغیرہ اور جنوب میں آندھرا، کرناٹک اور تامل ناڈو وغیرہ میں اردو کے ساتھ ہوا۔ دوسری وجہ طبیعاتی جغرافیہ ہے۔ اس میں ریٹک (RETIC) اور فوکل (FOCUL = ماسکی) دونوں طرح کے علاقے آتے ہیں جو پہاڑ، ندیاں، سمندر اور فاصلے کے علاوہ قدرتی سرحدوں سے عبارت ہیں۔ یہ چیزیں کسی زبان کے اپنے مرکز سے منقطع ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح زبان کی لسانی ساخت میں تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔ اردو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اردو بولنے والے جب کلکتہ، حیدرآباد، میسور، بمبئی، گجرات، سری نگر، مارشیس وغیرہ جیسے علاقوں میں جاکر بسے تو اپنے مرکز سے تعلق منقطع ہونے کی وجہ سے ان کی اردو میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں جنھوں نے بعد میں علاقائی بولیوں کی شکل اختیار کر لی۔ ماسکی یا فوکل علاقوں میں دہلی اور لکھنؤ وغیرہ کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ ان شہروں نے اردو کے تہذیبی اور علاقائی مراکز ہونے کی وجہ سے اپنے قرب و جوار کے علاقوں کی اردو کو متاثر کیا ہے۔ اس طرح ساخت میں ہونے والی تبدیلیاں علاقائی بولیوں کا باعث بنی ہیں۔ اردو کی علاقائی بولیوں کے ذیل میں ایک سیاسی وجہ بھی بیان کی جا سکتی ہے۔ یہ سیاسی وجہ ہی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کی اردو کا رشتہ ایک دوسرے سے منقطع ہو گیا ہے۔ اس لیے جو اردو آج پاکستان میں بولی جاتی ہے، وہ ہمارے یہاں کی اردو سے مختلف ہے۔ انھیں ہم علاقائی بولیاں کہیں گے۔ علاقائی بولیوں والی تفریق کو حد لسانی خطوط سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

یہاں ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جب ہم کسی بولی کو سماجی لسانی یا علاقائی کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دونوں وجہوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔ کسی بولی کے جنم لینے میں

[illegible] عمل کام کر سکتے ہیں جو بیک وقت سماجی اور علاقائی بھی ہو سکتے ہیں سماجی و لسانی بھی اور انھیں لسانی و علاقائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ دراصل جب کسی بولی کو لسانی کہا جاتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بولی کسی زبان کے خصوصاً لسانی دباؤ کا نتیجہ ہے اسی طرح اگر کسی بولی کے وجود میں آنے میں سماجی محرکات زیادہ اہم ہیں تو وہ سماجی بولی کہلائیگی۔

# اردو رسم خط:

اردو زبان کا صوتی نظام ہند آریائی۔ دراویڑی، ہند ایرانی (فارسی) اور سامی (عربی) جیسے دنیا کے چار بڑے خاندانوں کی زبانوں سے عبارت ہے۔ اردو کی ان آوازوں کو جس رسم خط سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ دراصل عربی و فارسی رسم خط ہے جسے بعض تبدیلیوں اور اضافوں کے بعد ہم نے زبان کے مطابق بنایا ہے اور آج اردو کا اپنا رسم خط کہلاتا ہے۔ اس رسم خط کے اردو میں لکھنے کے تین طریقے رائج ہیں جنھیں نسخ، نستعلیق اور شکستہ جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ عام طور سے نستعلیق کا استعمال چھپائی کے کاموں میں ہوتا ہے۔ اور نسخ و شکستہ کا علی الترتیب قرانی آیات و احادیث کے حوالوں اور دفتری و کاروباری تحریروں میں کیا جاتا ہے۔ یہ رسم خط کسی قدر پیچیدہ اور صوتی نہ ہو کر صوری ہے۔ اس میں کہیں ایک آواز کے لیے مختلف حروف ہیں جیسے /ز/ کے لیے ‹ذ، ز، ض، ظ› وغیرہ تو کہیں مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف استعمال ہوتا ہے جیسے /واؤ/ جس کے ذریعے کم و بیش پانچ آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں مثلاً موئی، مولا، ہوش ہوا اور خود وغیرہ۔

عربی کے اصل رسم خط میں کل اٹھائیس حروف ملتے ہیں جن کو انیس[19]
بنیادی حروف میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان حروف کو مختلف نقطوں
اور اعراب کی مدد سے آوازوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ نقطوں اور
اعراب کا استعمال حروف کے اوپر، درمیان اور نیچے کیا جاتا ہے۔ بعد میں عربی
رسم خط کو نقطوں کے جداگانہ استعمال اور مرکز وغیرہ کے اضافے سے فارسی
کے صوتی نظام کے مطابق بنایا گیا۔ اور اس میں فارسی کی چار آوازوں /پ،
چ، ژ، گ/ کو ظاہر کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی۔ کچھ ایسا ہی اردو والوں نے
بھی کیا۔ اور فارسی رسم خط کے بنیادی حروف /ب، د، ر/ کے اوپر چھوٹی طوے
لگا کر /ٹ، ڈ، ڑ/ جیسی کوزی آوازوں کو ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ہاکاریت
اور انفی عنصر کے لیے 'دو چشمی ہے'، اور نون غنہ کا استعمال بھی عمل میں آیا۔
اردو رسم خط کے حروف کی کل تعداد ۳۷ ہے جن کی مدد سے ہم
اردو کے صوتی نظام یعنی مصوتوں، ملواں مصوتوں، مصمتوں، ہاکاریت
اور انفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عربی کی طرح ان حروف کو بھی ۱۹ بنیادی
حروف میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؛ جیسے /ا، ب، ج، د، ر، س، ص، ط،
ع، ف، ق، ک، ل، م، ن، و، ی، ہ، ے/ ۔ روایتی طرز تحریر کے مطابق
لفظ میں ہر حرف اپنی اصل شکل یا ٹکڑے کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ یہ اس
بات پر منحصر ہے کہ کون سا حرف لفظ میں کہاں رقم ہو رہا ہے۔ یہاں دلچسپ
بات یہ ہے کہ ہاکاریت اور انفیت کے علاوہ دوسری غیر قطعہ دار آوازوں
SUPRA-SEGMENTAL SOUNDS جن کی تعداد ۹ ہے، ظاہر کرنے کے لیے
ہمارے پاس کوئی علامت یا نشانی نہیں ہے۔
اردو رسم خط کے مختلف پہلوؤں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب
تک جو تحریریں سامنے آئی ہیں انھیں پانچ حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔
نمبر ایک: اردو رسم خط بدل کر رومن یا ناگری رسم خط اپنا لینے کا مشورہ۔

[illegible]: زبان کے صوتی نظام کے حوالے سے اردو حروف کا تجزیاتی مطالعہ، [illegible] رسم خط سکھانے اور سیکھنے سے متعلق اصولوں اور قاعدوں کی بحث، نمبر چار: رسم خط کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے پیش نظر ان کی اصلاح سے متعلق تجاویز اور نمبر پانچ: اردو املا کے مسائل۔ ظاہر ہے یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر کہنے اور سننے کی بہت گنجائشیں ہیں لیکن یہاں یہ کہنا مقصود ہے کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے اردو رسم خط کی کوتاہیوں اور خامیوں پر تنقید کرنے، ترمیم و اضافے کی لمبی چوڑی سفارش کرنے یا یکسر رسم خط ہی بدل دینے کے بجائے ایسے راستے تلاش کیے جائیں جن سے ہمارے مسائل کی توضیح یا صراحت ہوسکے۔ اس طرح ہم ایسے اصول بھی وضع کر سکتے ہیں جن کی مدد سے رسم خط کے مسائل پر قابو پایا جاسکے۔ انگریزی رسم خط کی طرح اردو رسم خط میں ایک بڑا مسئلہ چند حروف کا ہے جو تعداد میں کئی ہیں لیکن ان کے ذریعے صرف ایک ہی آواز ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے /س، ص، ث/ حروف جو صرف /س/ مصمتے کو ظاہر کرتے ہیں۔ یا /ض، ظ، ز، ذ/ جو محض /ز/ آواز کے نمائندہ ہیں۔ اسی طرح /ت/ کے لیے /ت اور ط/ /ہ/ کے لیے /ح اور ہ/ حروف ہیں۔ اس کے برعکس /واؤ/ ہے جس کے ذریعے پانچ آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ایسی بے قاعدگیاں اردو رسم خط ہی میں نہیں ہیں بلکہ دنیا کے تمام رسم خطوں میں کسی نہ کسی شکل میں ملتی ہیں۔ اگر ان پر قابو پانا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ رسم خط اختیار کرتے وقت ہم موضوعی ہوتے ہیں۔ اس کی طرف ہمارا رویہ جذباتی ہوتا ہے۔ وہ ایک تاریخی ورثہ ہوتا ہے جس کی جڑیں ہماری تہذیب اور سماجی اقدار تک پھیلی ہوتی ہیں۔ اگر زبانوں کا رسم خط مشترک ہے تو ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ مستعار لیتے وقت ہم عموماً ان کے املا کو بھی اپنا لیتے ہیں۔ وقت کے ساتھ زبان میں رونما ہونے والی تبدیلیاں

آگے چل کر" ایک آواز کے لیے ایک حرف" کے رشتے کو مجروح کر دیتی ہیں۔ فطرتاً ہم بہت سی پسندی کی طرف مائل رہتے ہیں اور رسمِ خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشوں سے عموماً گریز کیا جاتا ہے۔

غالباً یہی اسباب ہیں جو قوموں کو اپنے رسم کی کوتاہیوں، کمزوریوں اور خامیوں پر زیادہ سنجیدہ نہیں ہونے دیتے۔ دراصل رسمِ خط قوم کی ایک ایسی عادت ہوتی ہے جسے وہ ہر حالت میں عزیز رکھنا چاہتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں اپنے رسمِ خطوں کی پیچیدگیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہر رسمِ خط میں ترمیم و اضافے کی گنجائشیں ہمیشہ رہتی ہیں، ان پر عمل پیرا ہونا اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم ذہنی طور پر اصلاح کے لیے کہاں تک تیار رہیں۔ ۵

## اردو اور ہندی کا لسانی رشتہ

اردو اور ہندی کے لسانی رشتے سے بحث کرتے وقت پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ان دونوں زبانوں سے کیا مراد ہے۔ پچھلے صفحات میں اردو کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں صرف یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہندی کیا ہے۔ اکثر ماہرینِ زبان اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ کھڑی بولی ہندوستانی کا دیوناگری روپ ہندی ہے جس کی ابتدا فورٹ ولیم کالج سے ہوئی۔ "موجودہ ہندی" کے بارے میں یہ رائے اس لیے قرینِ قیاس ہے کہ اس سے پہلے کوئی تاریخی و لسانی استدلال ایسا نہیں ملتا جو ہندی کو کھڑی بولی کی روایت سے جوڑے۔ نام دیو اور کبیر کی شاعری لسانی اعتبار سے اپنے عہد کی کھڑی بولی میں ہے محض رسمِ خط کی بنیاد پر اسے ہندی کی ادبی روایت نہیں کہا جا سکتا بالکل "پدماوت" (ملک محمد جائسی)، چتراولی (جائسی) اور نورس (ابراہیم عادل شاہ) کی طرح جو اردو رسمِ خط میں لکھی گئی ہیں لیکن اردو نہیں ہیں۔ بعض

ہندی کے ماہرین کا خیال ہے کہ ہندی کی ابتدا دسویں صدی عیسوی یا اس سے پہلے ہوئی۔ اس نظریے کی حمایت میں جو تاریخی و لسانی استدلال پیش کیے گئے ہیں ان کی صحت پر شبہ ہے۔ در اصل یہ غلط فہمی لفظ "ہندی" کی وجہ سے ہوئی ہے جسے مغربی و مشرقی ماہرین لسانیات نے ہند آریائی زبانوں کے مطالعے میں کثرت سے استعمال کیا ہے۔ گریرسن اپنی گروہ بندی میں وسطی اور اندرونی علقے کی زبانوں کو مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کہتا ہے۔ مشہور ماہر لسانیات سنیتی کمار چٹرجی بھی مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ اسی لفظ کو ہندی والے لے اڑے اور انھوں نے تصور کر لیا کہ بہت پہلے قدیم ہندی ایک زبان تھی جس کی مختلف بولیوں کو بعض لسانی خصوصیات کی بنیاد پر مشرقی ہندی اور مغربی ہندی میں بانٹ دیا گیا اسی لیے اہل ہندی کی اکثریت آج بھی برج، قنوجی، بندیلی، ہریانی، اردو یہاں تک کہ میتھلی، بھوجپوری، اودھی، راجستھانی اور پنجابی وغیرہ کو ہندی کی بولیاں قرار دیتی ہے۔ لیکن ان کے اس قیاس کی کوئی لسانی توجیہہ نہیں ہے۔ زبانوں کی اس فہرست میں اکثر وہ زبانیں ہیں جن کی لسانی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب موجودہ ہندی اپنی پیدائش کے ابتدائی مراحل سے بھی دور تھی۔

یہاں بنیادی غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ ہندی والوں نے "ہندی" لفظ کو موجودہ ہندی سے جوڑ کر اسے اپنی زبان کی لسانی تاریخ کا حصہ بنا لیا۔ اور اردو کی لسانی تاریخ کو توڑ مروڑ کر اسے ہندی کی تاریخ کہنے لگے۔ در اصل ہندی (ہند یعنی ہندوستان + یائے نسبتی = ہندی بمعنی ہند سے متعلق) لفظ فارسی ہے اور فارسی ترکیب سے بنا ہے جسے باہر سے آنے والی سامی، ترکی و ایرانی قوموں نے ہندوستانیوں کے لیے اختراع کیا۔ بعد میں یہ لفظ عربی و فارسی بولنے والے نو واردوں اور مقامی لوگوں

کے باہم اختلاط سے پیدا ہونے والی زبان کے لیے مخصوص ہو گیا۔ مسعود سعد
سلمان اور امیر خسرو نے اپنی زبان کو ہندی ہی کہا ہے۔ ۱۱ ویں صدی
کے نصفِ آخر سے ۱۸ ویں صدی عیسوی تک یہ ہندی لفظ اردو کے
لیے برابر استعمال ہوا ہے۔ بعد میں انشا (دریائے لطافت اور رانی کیتکی
کی کہانی)، غالب (عودِ ہندی)، یہاں تک کہ آزاد وغیرہ بھی ہندی لفظ کو
اپنی زبان کے لیے اپنی تحریروں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ کوئی لسانی
شہادت ایسی نہیں ملتی جو موجودہ ہندی کو کھڑی بولی کی روایت کے ساتھ
۱۸ ویں صدی کی آخری دھائیوں سے پیچھے لے جائے۔ موجودہ ہندی
کی قدیم روایت برج ہو سکتی ہے (جیسا کہ بعض عالم زبان کہتے بھی ہیں)۔
جس میں مذہبی شاعری ہوئی تھی، لیکن کھڑی بولی نہیں۔ گیان چند جین کے
مطابق ۱۹ ویں صدی کی ابتدا میں کھڑی بولی ہندی کا احیاء ہوا اور
اُسے اردو کے نمونے پہ تیار کیا گیا (اردو لسانیات صفحہ ۱۲۲، نئی دہلی)۔ سنیتی کمار
چٹر جی کے خیال میں ۱۹ ویں صدی کے وسط میں ناگری ہندی (کھڑی بولی)
میں شاعری شروع ہوئی (ہند آریائی اور ہندی صفحہ ۱۶۱)۔ دھیریندر ورما
اپنی کتاب "ہندی بھاشا کا اتہاس (صفحہ ۸۳) میں کہتے ہیں: "کھڑی بولی
ہندی کا رواج نثری ادب میں ۱۹ ویں صدی کے نصفِ آخر اور نظم
میں بیسویں صدی میں ہوا۔ اس طرح یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کھڑی
بولی ہندی کی باقاعدہ روایت غدر (۱۸۵۷) کے بعد سے شروع ہوتی
ہے۔ اس میں بھارتیندو ہریش چند کی کوششوں کو بڑا دخل ہے جنھوں نے
کھڑی بولی کی لسانی روایت کو ناگری میں لکھنے کی مہم چلائی تھی۔

مغربی ماہرین زبان اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ موجودہ
اردو اور ہندی کے علاقوں میں ایک ایسی زبان تھی جسے کھڑی بولی
ہندوستانی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی عربی و فارسی شکل اردو اور سنسکرتا

پورب ہندی کہلاتا ہے۔ اس نظریے کی بنیاد فورٹ کالج کی وہ شعوری کوشش تھی جہاں اس نے ایک لسانی اکائی (کھڑی بولی اردو) کو جو اٹھارھویں صدی عیسوی تک آتے آتے ہندوستان کی لنگوافرینکا بن چکی تھی، دو حصوں میں بانٹ دیا اور تاکید کی کہ اسے عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ اردو رسم خط اور سنسکرت کے تتسم الفاظ کے ساتھ دیوناگری میں لکھا جائے۔ اس طرح انگریزوں کی سیاسی حکمت عملی نے قوم کی طرح زبان کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ کھڑی بولی ہندوستانی اور اس کے ہندی اور اردو روپوں کا تصور دراصل لسانی و تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ بہر حال اس طرح ایک لسانی تنازعہ کا حل ضرور نکل آتا ہے۔ سنیتی کمار چیٹرجی جیسا سنجیدہ عالم بھی "کھڑی بولی ہندوستانی" سے دھوکہ کھا جاتا ہے (دیکھیے: ہند آریائی اور ہندی)، لیکن بعد میں مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی کے ان کے توصیفی خطبات میں اس کی تلافی ہو جاتی ہے (دیکھیے: - INDIA
A POLYGLOT NATIO N AND ITS LINGUISTIC PROBLEMS, 1973 ).

تاریخ سے قطع نظر آج یہ لسانی حقیقت ہے کہ اردو اور ہندی جدید ہند آریائی زبانوں میں دو اہم الگ زبانیں ہیں۔ ان کی لسانی ساختوں کے درمیان زبردست مماثلت کی وجہ 'کھڑی بولی ہندوستانی' ہے۔ جس میں سے خصوصاً ہندی نکالی گئی ہے۔ جو اختلافات ہیں وہ عربی و فارسی اور سنسکرت کی طرف ان کے الگ الگ جھکاؤ کا نتیجہ ہیں۔ ذیل میں اردو اور موجودہ ہندی کے اختلافات اور مماثلتوں کا مجموعی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اردو اور ہندی کا صوتی نظام تقریباً ایک ہے سوائے چند آوازوں کے جیسے /ق، غ/ جو ہندی میں تلفظ نہیں ہوتیں۔ /ز/ آواز اردو میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے لیکن ہندی میں /ج/ سے بدلتی رہتی ہے؛ جیسے زمین کو

جمین کہنا، جلیل کا ذلیل یا ذلیل کا جلیل ہو جانا ہندی میں کوئی معنی نہیں رکھتا جبکہ اردو میں دونوں لفظوں کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح /ف/ آواز ہے جو ہندی میں /پھ/ بن جاتی ہے۔ /ژ/ آواز ہندی میں بنیادی ہے۔ /ں، گ/ مصمتے جو پنجا اور گنگا میں حسب ترتیب /ج اور گ/ سے پہلے آتے ہیں، اردو میں ظاہر نہیں کیے جاتے۔ ہندی میں ان کے لیے /ٹھ اور ٹج/ حروف ہیں۔ جہاں تک مصوتوں کا تعلق ہے، دونوں میں ان کا نظام تقریباً یکساں ہے۔

اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتی خوشوں کا رواج نہیں ہے لیکن ہندی میں یہ خصوصاً سنسکرت الفاظ کے مطابق رسمی طور پر تلفظ ہوتے ہیں۔ عام بول چال میں یہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں؛ جیسے ستھان کی جگہ استھان، پریے کی جگہ پریے وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں مصمتی خوشے دونوں زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن ہندی میں یہ عربی و فارسی الفاظ کا تلفظ کرتے وقت ٹوٹ جاتے ہیں؛ جیسے درد کے بجائے دَرَد، سخت کے بجائے سَخَت وغیرہ۔ بالکل اردو کی طرح جو سنسکرت الفاظ تلفظ کرتے وقت ان کے درمیان یا آخر میں مصوتہ جوڑ دیتی ہے؛ جیسے اِندرُ کے بجائے اِندر (اِندر سبھا)، چندرُ کے بجائے چندر (کرشن چندر) وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ہندی کا ہر مصمتہ حرکت پر ختم ہوتا ہے جبکہ اردو میں ساکن رہتا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں دیسی الفاظ کا تلفظ اردو اور ہندی میں الگ الگ ہوتا ہے جیسے ناگِن (ہندی) : ناگَن (اردو)؛ اَمرِت (ہندی) : اَمرَت (اردو) سورگیہ (ہندی) : سورگی (اردو) وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں ہندی اردو کے مقابلے میں مشدّد مصمتوں کو ترجیح دیتی ہے؛ جیسے: اُجڈّ (ہندی) : اُجڈ (اردو)۔ اردو میں یہ عمل عربی الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہے بمثلاً حدّ کے بجائے حد، ہنّہ کے بجائے ہند وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں /ہ/ آواز خصوصاً

ضمیروں میں اپنے پورے مخرج کے ساتھ ہندی میں تلفظ ہوتی ہے جب کہ اردو میں گر جاتی [illegible] میں بعض الفاظ کی ساکن /ہ/ آواز کو حذف کر کے اس سے قبل کے خفیف مصوتے کو ہندی میں طویل کر دیا جاتا ہے. جیسے فہرست (اردو) : فیرست (ہندی)، کچہری (اردو) : کچیری (ہندی) وغیرہ۔

اردو نے عربی و فارسی کے اثر سے اپنے لسانی سرمایے میں کافی اضافہ کیا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں ان زبانوں کے الفاظ سے مصادر بنا لیے گئے ہیں؛ جیسے بدل سے بدلنا، قبول سے قبولنا، شرم سے شرمانا، خرید سے خریدنا وغیرہ۔ یہ الفاظ ہندی میں اردو کے توسل سے ہی پہنچے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں دیگر ترکیبوں کے ساتھ بھی دیکھی جا سکتی ہیں. جیسے بے رنگا، بازارو، جوشیلا، نکیلا، بے بس، بے چین، بد چلن؛ نیک چلن، بہتات، دھوکے باز، ناکہ بندی، پاگل خانہ، چمک دار، سنسنی خیز، غنڈہ گردی، مٹرگشت وغیرہ۔ ان الفاظ کو ہندی میں بھی بلا تکلف استعمال کیا جاتا ہے۔

ایسے متعدد مرکبات جن کا ایک جز فارسی یا عربی ہے اور دوسرا دیسی، ہندی نے اردو سے مستعار لیے ہیں؛ جیسے گلاب جامن، گھڑ سوار، سبزی منڈی، کوڑھ مغز (فارسی اور دیسی الفاظ پر مشتمل مرکبات)، عجائب گھر، مکھن چور، دودھ شریک (عربی اور دیسی الفاظ پر مشتمل مرکبات) وغیرہ۔ اردو میں فارسی کی یائے نسبتی عام طور پر استعمال ہوتی ہے؛ جیسے پنچایتی، پچھمی، اور نسبتی وغیرہ. یہ الفاظ ہندی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح فارسی لاحقہ۔ ی اسمیت کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ جیسے چور سے چوری، ڈاکٹر سے ڈاکٹری، [illegible] بھی جو ہندی میں اردو کے توسل سے پہنچا ہے۔ اردو کے بیشتر محاورات ہندی میں استعمال ہوتے ہیں۔

ان میں وہ بھی شامل ہیں جو فارسی سے ترجمہ کیے گئے ہیں ؛ مثلاً سر آنکھوں پر (بہ سرو چشم) ، بات پکڑنا (حرف گرفتن) وغیرہ۔ اردو نے عربی اور فارسی سے متعدد تمیزیں ( ADVERBS ) مستعار لی ہیں ؛ جیسے: خود، شاید، اگر، مگر اور ہرگز وغیرہ۔ انھیں ہندی نے بھی اپنے سرمایے میں شامل کر لیا ہے۔ عربی و فارسی سے مستعار لیے ہوئے الفاظ اردو میں معنی، تذکیر و تانیث اور تلفظ کے اعتبار سے بدل گئے ہیں۔ ہو بہو یہی اردو شکلیں ہندی میں بھی ملتی ہیں۔

نحوی اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی نحوی ترکیب اس کی اپنی ہے جس کے اصولوں کی پابندی ہندی میں بھی کی جاتی ہے۔ قدیم اردو میں عربی و فارسی طرز کی ترکیبیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کے جملے یا تحسین کی نوطرز مرصع ، لیکن انشا کی "رانی کیتکی کی کہانی" میں اردو نثر نکھر کر اپنا فطری انداز اپنا لیتی ہے۔ عربی و فارسی مرکبات کے ساتھ البتہ ترتیب بدل جاتی ہے ؛ جیسے مردِ نیک ، شیرِ پنجاب ، شعرالہند وغیرہ۔ اردو میں جمع یا تانیث کی صورت میں مصدر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ؛ جیسے ہم کو جلسے کرنا ہے ، مجھ کو دوا پینا ہے ، یہ نیا رجحان ہے۔ قدیم اردو میں جمع یا تانیث کے مطابق مصدر بدل جاتے تھے۔ موجودہ ہندی نے تمام ضمائر اردو سے لیے ہیں البتہ انفرادیت قائم کرنے کے لیے ان کے تلفظ میں تھوڑی بہت تبدیلی کر دی ہے جیسے یہ (اردو) : یَہ (ہندی) وُہ (اردو) : وَہ (ہندی ہا کا ریت کے ساتھ) وغیرہ۔

حسبِ بالا لسانی حقائق کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو اور ہندی دو الگ الگ زبانیں ہوتے ہوئے بھی نحوی اعتبار سے ایک ہیں۔ ان کے لسانی سرمایے کا کثیر حصہ تقریباً یکساں ہے۔ اس مماثلت کی وجہ یہ ہے

کہ ہندی نے اردو کے لسانی سرمائے کو ناگری شکل دے کر جوں کا توں اپنا لیا ہے۔ اردو اور ہندی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اردو زبان عربی و فارسی الفاظ اور ان کی مدد سے تشکیل دی گئی ترکیبوں اور ترتیبوں کو باستثنائے فعل، ضمیر، حرف زیادہ استعمال کرتی ہے جب کہ ہندی میں سنسکرت پر زیادہ زور ہے۔ جدید ہندی میں اردو کے مقابلے میں سنسکرت الاصل الفاظ کو زیادہ ترجیح دی جا رہی ہے جس کی وجہ سے اردو اور ہندی کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو اور ہندی کی ادبی روایات تو مختلف تھی ہی آج اپنے لسانی مفہوم میں بھی دو الگ زبانیں بن چکی ہیں۔

ہندوستان میں دنیا کا سب سے بڑا لسانی المیہ یہ ہے کہ جس زبان نے صدیوں کی تراش خراش کے بعد اپنے کو بنا سنوار کر اس قابل بنایا کہ اسے قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی اور ملک کی لنگوا فرینکا بنی۔ آج دیو ناگری شکل دے کر اسے رد کر دیا گیا ہے اور ایک مردہ زبان کے تتسم الفاظ شامل کر کے اسے مصنوعی شکل دی جا رہی ہے۔ یہاں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس طرح ملک کی دوسری زبانوں سے ہندی کا رشتہ مضبوط ہو گا۔ کیوں کہ ان تمام زبانوں کا سرچشمہ سنسکرت ہی ہے۔ ایسا سوچنے والے شاید اس لسانی حقیقت سے چشم پوشی کر رہے ہیں کہ سنسکرت نے ہزاروں سال کا لمبا سفر طے کر کے صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی اعتبار سے جو نئے روپ اختیار کیے ہیں وہی جدید ہند آریائی کی مختلف زبانیں کہلاتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سنسکرت کے تت سم روپ ان زبانوں کے تلفظ، قواعد اور لغت سے ہم آہنگ ہوں گے۔

# اردو میں لسانیاتی تحقیق

اردو زبان کی لسانی روایت تقریباً نوسو سال پرانی ہے۔ جیسا کہ دوسری زبانوں میں ہوتا ہے کہ جب کوئی زبان نشوونما اور تشکیل کے مختلف ارتقائی مدارج طے کرکے لسانی سطح پر اپنی انفرادیت قائم کرلیتی ہے تو ماہرین زبان اس کی تاریخ، قواعد، ساخت اور لغت کی طرف متوجہ ہو کر انھیں اپنے مطالعے کا موضوع بنا لیتے ہیں۔ اردو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اردو زبان نے اپنے لسانی ارتقا کے سفر کو بہت جلد طے کرلیا تھا۔ محض دو سو سال کے اندر نہ صرف اس کے لسانی خدوخال واضح ہوگئے تھے بلکہ وہ ادبی اظہار کا ذریعہ بھی بن گئی تھی۔ اس کے پیچھے متعدد سیاسی، سماجی، مذہبی، تہذیبی اور لسانی عوامل کارفرما تھے۔ انھیں دو سو سال کے عرصے میں اردو میں لسانیاتی تحقیق کا آغاز بھی ہو جاتا ہے۔ اردو میں اب تک جو لسانیاتی تحقیق ہوئی ہے اسے دو حصوں میں بانٹتے ہوئے روایتی اندازِ فکر اور سائنٹی فک طریق کار کے زیر اثر کی گئی تحقیق کہہ سکتے ہیں۔ روایتی اندازِ فکر کے مطابق کیے گئے لسانی مطالعے کا آغاز اردو زبان کے شروع کے ایام میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس تحقیق کے موضوعات لغت نویسی، قواعد، رسم خط اور املا، مخطوطات کے متن کی ترتیب اور زبان کا ماخذ، ابتدا و ارتقا رہے ہیں۔ علم زبان کے جدید اصولوں کے تحت اردو زبان و ادب کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق و تجزیے کا آغاز بیسویں صدی کے نصفِ آخر سے ہوتا ہے۔ ان چالیس سالوں کی شروع کی دہائیوں میں لسانیاتی نقطۂ نظر سے جو تجزیاتی مطالعے ہوئے ہیں وہ اوّل تو بہت کم ہیں دوسرے ان میں زیادہ سنجیدگی نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ لسانیات کا علم ابھی ہمارے

مزاج کا حصہ نہیں بنا ہے تاہم پچھلے چند سالوں سے کچھ خوش گوار اضافے ہوئے ہیں. لیکن ابھی بہت آگے جانا ہے۔
اردو زبان سے متعلق لسانیاتی تحقیق کو مندرجۂ ذیل حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱. اردو زبان کا ماخذ، ابتدا اور ارتقاء
۲. روایتی انداز فکر کے تحت لکھی گئی قواعدیں
۳. اردو ساخت کی صوتی، صرفی اور نحوی سطحوں کا مطالعہ
۴. وضع اصطلاحات کے اصول اور مختلف علوم کی فرہنگیں
۵. اردو کی یک زبانی اور دو زبانی لغات
۶. اردو رسم خط اور اس کا املا
۷. اردو اسلوبیات
۸. اردو کی سماجی، لسانی اور علاقائی بولیاں
۹. اردو زبان کی تعلیم و تدریس اور اس کے مسائل
۱۰. اردو مخطوطات کی متنی ترتیب
۱۱. اردو زبان کے معیار اور جدید کاری
۱۲. اردو کے دوسری زبانوں خصوصاً ہندی سے رشتے کی نوعیت

## ۱. اردو کے ماخذ اور ابتدا سے متعلق مختلف نظریے

اردو میں اردو زبان کے ماخذ اور اس کی ابتدا سے متعلق مباحث کا سلسلہ بہت لمبا ہے۔ اردو زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے عالموں میں سے اکثر نے کسی نہ کسی شکل میں اس موضوع پر خیالات کا اظہار کیا ہے۔ قدماء میں جو قابلِ ذکر نام آتے ہیں ان میں میر امن دہلوی کا نام سرِ فہرست ہے۔ انھوں نے بر سبیل تذکرہ اردو کی ابتدا عہد اکبر

سے منسوب کی ہے۔ ان کے نظریے میں پتے کی بات یہ ہے کہ اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہم اختلاط کا نتیجہ ہے۔ دوسرا نام سر سید احمد خاں کا ہے جنھوں نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "آثار الصنادید" میں اردو کی ابتدا عہد شاہ جہاں اور شاہ جہاں آباد سے بتائی ہے۔ ان کے نظریے کی بنیاد محض قیاس پر ہے۔ وہ اردو کو ایک مخلوط زبان بھی کہتے ہیں۔ محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب "آب حیات" میں لسانی استدلال اور تاریخی شواہد کی بنیاد پر اردو کو برج بھاشا سے ماخوذ لکھا ہے اور اسے مسلمانوں و ہندوؤں کے نسلی، معاشرتی، سیاسی اور لسانی اختلاط کا نتیجہ بتایا ہے۔

بیسویں صدی کے نصفِ اول میں جو نظریات ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں تلاش و جستجو کے ساتھ تاریخی و لسانی شواہد کی بنیادوں پر صحیح نتائج تک پہنچنے کی شعوری کوششیں بھی ملتی ہیں۔ جن لوگوں نے ضمنی طور پر اپنی کتابوں میں اس موضوع سے بحث کی ہے ان میں گریرسن، شیر علی خاں سرخوش، عبدالحق، سید سلیمان ندوی، نصیر الدین ہاشمی، محی الدین قادری زور، دتا تریہ کیفی، عبدالقادر سروری اور جمیل جالبی کے نام خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ جارج گریرسن، "ہندوستانی زبانوں کا لسانیاتی جائزہ" میں خالص لسانیاتی بحث کرتے ہوئے اردو زبان اور اس کی ابتدا کو پنجاب اور مغربی اتر پردیش کے علاقے سے منسوب کرتے ہیں۔ مشرقی پنجابی سے اردو کی مشابہت اور اس کا لسانی تعلق تسلیم کرتے ہوئے انھوں نے مغربی ہندی کی "ا" پر ختم ہونے والی بولیوں کو اردو کا خمیر تیار کرنے والی بنیادی بولیاں کہا ہے۔ شیر علی خاں سرخوش "تذکرۂ اعجازِ سخن" میں اردو کی پیدائش پنجاب میں غزنوی کے دورِ حکومت میں بتاتے ہیں۔ ان کی نظر میں اردو اور پنجابی دو سگی بہنیں ہیں جن کی ماں وہ مخلوط زبان ہے جو ترکی، فارسی اور عربی کے ساتھ پنجاب کی

پراکرت یعنی مقامی زبان کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔ سرنوش نے اپنے نظریے کو تاریخی و لسانی استدلال سے منوانے کی سعی کی ہے۔ سید سلیمان ندوی "نقوشِ سلیمانی" میں اردو زبان کے آغاز سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو کا ہیولا سندھ میں تیار ہوا یعنی اردو زبان سندھی، پنجابی، سرائیکی کے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی کے لسانی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ بعد کی تحقیق میں دہلی اور نواحِ دہلی کی بولیوں کو بھی ان میں شامل کر لیا ہے۔ اور سندھ، ملتان، پنجاب اور نواحِ دہلی کے علاقوں کو ترجیح دیتے ہوئے انھیں اردو کا وطن قرار دیا ہے۔ محی الدین قادری زور اپنی کتاب "ہندوستانی لسانیات" میں اردو کا وطن پنجاب کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اردو کا آغاز عہدِ غزنوی میں ہوتا ہے جس کا اختلاط دہلی پہنچ کر دہلی اور نواحِ دہلی کی بولیوں سے ہوا۔ جنوب اور شمال کی اردو میں بڑے فرق کا سبب یہ ہے کہ دکن میں اردوئے قدیم اپنی اصل شکل یعنی پنجابی کے مطابق رہی۔ مگر دہلی اور نواحِ دہلی میں یہ پنجابی سے الگ ہو گئی۔ نتیجتہً ایک اردو بن گئی اور دوسری پنجابی۔ نصیر الدین ہاشمی نے اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں اردو کو مسلمانوں کے پنجاب میں مقامی باشندوں کے ساتھ نسلی، معاشرتی، سیاسی اور لسانی اختلاط کا نتیجہ مانا ہے۔ وہ اردو کو ایک مخلوط زبان قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ پنجاب اردو کی جائے پیدائش ہے جس کا علاقہ عہدِ قدیم میں دہلی تک تھا اور یہ کہ پنجابی اردو کی ماں نہیں بلکہ سگی بہن ہے۔ عبد القادر سروری "زبان اور علمِ زبان" میں ملتان یعنی سندھ اور پنجاب کی سرزمین کو اردو کا وطن قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو عربوں، ترکوں اور ایرانیوں کے اہلِ پنجاب اور اہلِ سندھ کے ساتھ لسانی اختلاط کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایک مخلوط زبان ہے۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی (کیفیہ) کی نظر میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اور بعد میں دہلی و دیگر علاقوں

میں پروان چڑھی۔ ان کے خیال میں یہ ایک مخلوط زبان ہے جو شمال مغرب سے ہندوستان میں داخل ہونے والے مسلمانوں کی عربی، فارسی اور ترکی اور مقامی غیر مسلموں اور نومسلموں کی زبانوں کے ساتھ لسانی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اس کا اہم ترین مرکز لاہور تھا جو بعد میں دہلی منتقل ہوا۔ جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" (حصہ اول) میں لسانی اور تاریخی شواہد کے ساتھ کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم اور دیگر عربوں کی آمد سندھ اور آلِ غزنہ کی پنجاب و ملتان میں حکومت کے دوران فاتحین و مفتوحین (مسلمان، غیر مسلمان اور بعد کے نومسلم) کے معاشرتی، سیاسی اور لسانی اختلاط کے نتیجے میں ایک مخلوط زبان نے جنم لیا جس سے سندھی، پنجابی اور سرائیکی زبانیں نکلیں اور پلی بڑھیں۔ ایک اور مشترکہ زبان پروان چڑھی جو اردو کی موجودہ شکل میں آج ہمارے سامنے ہے۔

اردو کے ماخذ اور ارتقاء کے سلسلے میں بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دھائیوں کے درمیان پانچ اور معتبر نام لیے جا سکتے ہیں جنھوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں لکھیں۔ پہلا نام شمس اللہ قادری کا ہے جنھوں نے ۱۹۲۵ء میں "اردو زبان کی تاریخ یعنی اردوئے قدیم" تصنیف کی۔ ان کے مطابق اردو پنجاب میں پیدا ہوئی۔ کہتے ہیں: آل سبکتگین کے عہد میں پنجاب کے مقامی غیر مسلم اور نومسلم باشندوں کے ساتھ غیر ملکی فارسی، عربی اور ترکی بولنے والے مسلمان فاتحین کے لسانی / معاشرتی اور سیاسی اختلاط کے نتیجے میں اردو زبان پیدا ہوئی۔ محمود شیرانی اپنی تصنیف "پنجاب میں اردو" (۱۹۲۸ء) میں اردو کے آغاز سے متعلق اپنے نظریے کی بنیاد تاریخی اور لسانی استدلال پر رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی۔ پنجابی اور اردو کے درمیان زبردست مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ایک ہے یعنی وہ مخلوط زبان جو غزنوی کے عہد میں عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ساتھ پنجاب کی مقامی زبان کے اختلاط سے پیدا ہوئی تھی۔ پنجاب ہی سے یہ زبان

دہلی پہنچی۔ وہاں سے دکن اور دکن سے واپسی پر شمالی ہند میں اس کا رواج عام ہو گیا۔ موصوف تاریخی شواہد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں پنجاب میں آل غزنہ کی حکومت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیوں کہ اس عہد میں فارسی، ترکی بولنے والے مسلمان فاتحین کے ساتھ پنجاب کے مقامی باشندوں کا نسلی، معاشرتی اور لسانی اختلاط ہوا نتیجتاً ایک نئی اور مخلوط زبان پیدا ہوئی۔ یہ زبان غوریوں کے دورِ حکومت میں لاہور سے دہلی منتقل ہوئی۔ یہاں برج بھاشا اور دیگر زبانوں و بولیوں کے ساتھ مزید اختلاط کے نتیجے میں رفتہ رفتہ اردو کی شکل اختیار کر گئی۔ پنجاب کے کردار کی تجدید بعد کی صدیوں میں تغلق، لودی اور سید خاندانوں کے ذریعے جاری رہی جو پنجاب سے دہلی پہنچے تھے۔ ان کی افواج کا سب سے زیادہ تعلق پنجاب اور وہاں کے مقامی باشندوں سے تھا، اس لیے انھوں نے دہلی کی زبان پر اپنے اثرات ضرور مرتب کیے ہوں گے۔ شیرانی اپنے نظریے کی صحت کے لیے لسانی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ اردو اور پنجابی کے درمیان پائی جانے والی لسانی مماثلتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مصدر کا اصول دونوں زبانوں میں یکساں ہے۔ ان میں امر کے آخر میں علامت "نا" بڑھا دی جاتی ہے۔ "ا" پر ختم ہونے والے اسماء مؤنث کی شکل میں "ی" پر ختم ہوتے ہیں۔ اگر اسم مذکر مصمتے پر ختم ہو تو مؤنث کے لیے دونوں زبانوں میں "نی" یا "انی" لاحقے جوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اگر مذکر اسم کا خاتمہ "ی" پر ہو تو مونث کے لیے "ی" کو "ن" میں بدل دیتے ہیں۔ اردو اور پنجابی میں اسمائے صفات، تذکیر و تانیث اور واحد و جمع میں موصوف کی حالت کے مطابق آتے ہیں۔ اسی طرح خبر واحد و جمع اور تذکیر و تانیث اپنے مبتدا کے مطابق لائی جاتی ہے۔ ماضی مطلق دونوں میں یکساں ہیں۔ ماضی قریب فعلِ امدادی کی تصریف سے بنائی جاتی ہے۔ ماضی

بعید بھی توابع کی تصریف سے بنتی ہے ۔ ماضیٔ احتمالی اور مضارع بھی یکساں ہیں ۔مستقبل بھی دونوں کے یہاں یکساں ہیں ۔ عربی و فارسی الفاظ کی ترکیب سے جس طرح اردو میں اکثر و بیشتر مصادر بنائے گئے ہیں پنجابی میں بھی اس کا رواج ہے ۔ ان لسانی دلائل کے علاوہ قدیم اردو اور دکنی سے بھی متعدد ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جو دونوں زبانوں کے درمیان مماثلت کی وضاحت کرتی ہیں ۔

سُنیتی کمار چیٹرجی "ہند آریائی اور ہندی" (انگریزی سے ترجمہ: عتیق احمد صدیقی) میں اردو زبان سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ۱۷ ویں یا ۱۸ ویں صدی عیسوی میں "ہندوستانی" زبان کی مسلم شکل میں اردو وجود میں آئی ۔ مشرقی پنجاب اور گنگا جمنا کے دو آبے پر واقع مدھیہ دیش کا علاقہ اردو کے اہل زبان کا علاقہ ہے ۔ ان کے خیال میں پنجاب اور وسطی علاقے کو اردو کا ماخذ اور منبع قرار دیا جا سکتا ہے ۔ "ہندوستانی" یا کھڑی بولی کی نشو و نما گیارہ سو سے اٹھارہ سو تک کی سات صدیوں پر محیط ہے ۔ ہندوستانی کا ارتقا شمالی ہندوستان اور دکنی ہند کے سیاسی تاریخی، تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تحریک و تاریخ کے گرد بکھرا ہوا ہے ۔ جب محمود غزنوی اور دیگر غیر ملکی مسلمان پنجاب میں فاتحین کی حیثیت سے آباد ہوئے اور مقامی غیر مسلموں سے ان کا نسلی، تہذیبی اور لسانی اختلاط ہوا تو ایک نئی مخلوط زبان (ہندوستانی) نے جنم لیا ۔ تقریباً دو سو سال کی پرورش کے بعد یہ زبان پنجاب سے دہلی آجاتی ہے اور یہاں سے محمد تغلق کے ساتھ دکن پہنچتی ہے ۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ چیٹرجی ہندوستانی یا کھڑی کی نشو و نما کو اردو سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں (جس کا کوئی منطقی جواز نہیں ہے) جب کہ دوسرے ماہرینِ زبان نے اس سات سو سال کے لسانی عمل کو اردو کے لسانی ارتقا

کی تاریخ کا اہم حصہ قرار دیا ہے ۔ ہندوستانی پرچار سبھا، بمبئی کے مہاتما گاندھی میموریل خطبات میں بعد میں چٹرجی بھی اپنی اس غلطی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔
(دیکھیے: INDIA - A POLYGLOT NATION AND ITS LINGUISTIC PROBLEMS)

مسعود حسین خاں اپنی مشہور تصنیف "مقدمہ تاریخ زبان اردو (۱۹۴۸) میں اردو کی ابتدا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اردو زبان شورسینی اپ بھرنش کی بولیوں میں سے ایک کی ترقی یافتہ شکل ہے ۔ یہ بولیاں مغربی ہندی کہلاتی ہیں۔ جس کی دو شاخیں ہیں: (الف) "او" پر ختم ہونے والے اسما، صفات اور افعال رکھنے والی بولیاں؛ جیسے برج، قنوجی اور بندیلی اور (ب) "ا" پر ختم ہونے والے اسمار، صفات اور افعال رکھنے والی بولیاں؛ جیسے کھڑی اور ہریانی۔ مغربی ہندی کی ان بولیوں میں سے اردو زبان ہریانی سے ماخوذ ہے ۔ کتاب کے نئے ایڈیشن (۱۹۸۶) میں اپنے نظریے میں تبدیلی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نواح دہلی کی بولیاں بمع ہریانی بولی اردو کی پیدائش کی ذمہ دار ہیں ۔ دکنی قدیم اردو کے ہریانی، میواتی اور کھڑی بولی کے ساتھ تقابلی جائزے سے انھوں نے اپنے نظریے کی توجیہہ کی ہے ۔ انھیں کے الفاظ میں " نواح دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں ۔ اور حضرت دہلی اس کا صحیح مولد و منشا"

شوکت سبزواری اپنے تحقیقی مقالے " اردو زبان کا ارتقار" (۱۹۵۶) اور دوسری تصانیف " داستانِ زبانِ اردو" اور "اردو لسانیات" میں اردو کے ماخذ سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اردو پالی پراکرت سے مشتق ہے ۔ انھوں نے اردو زبان کے ارتقار کے چار دور قرار دیئے ہیں ۔ صراحت اور وضاحت کے لیے مختلف لسانی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے بعض لفظوں کے عہد بہ عہد تغیرات (جو الفاظ کے ارتقائی مدارج ہیں) کو مثالوں سے سمجھانے کی سعی کی ہے ۔ سبزواری کہتے ہیں کہ ۱۲ اردیں صدی

کے اواخر میں اردو زبان دہلی اور اس کے نواحی علاقے یعنی میرٹھ میں بولی جاتی تھی۔ ۱۳ ویں صدی سے ۱۵ ویں صدی کے درمیان کی شمالی ہند کی اردو کے نمونے بابا فرید، امیر خسرو، خواجہ بندہ نواز کے یہاں اگرچہ خال خال ہیں مگر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ محمد تغلق کے ساتھ اردو دکن پہنچتی ہے۔ ۱۴ ویں صدی کے نصف تک دہلوی اردو اور دکنی اردو میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن بہمنی دور میں گجراتی، مرہٹی اور تیلگو وغیرہ کے اثرات سے دکنی میں کچھ تبدیلیاں آگئیں جنھوں نے اس صدی کے آخر میں دہلوی اردو اور دکنی اردو کو الگ کر دیا۔ اردو زبان کا صرفی حصہ ہند آریائی اور نحوی حصہ دراوڑیا منڈا ہے۔ اس طرح سنسکرت و پراکرت، دراوڑی اور منڈا اور عربی، فارسی و ترکی زبانوں سے اردو کا گہرا رشتہ قائم ہوتا ہے۔

حسب بالا مباحث میں اردو کے ماخذ، ابتدا و ارتقا سے متعلق کافی اہم اور دلچسپ باتیں سامنے آئی ہیں۔ اکثر ماہرین کی یہی رائے ہے کہ اردو پنجاب، دہلی اور اس کے گرد و نواح کی بولیوں سے ماخوذ ہے۔ ان تحریروں میں زبردست تاریخی استدلال ملتا ہے۔ لسانی مماثلتوں کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ زبان کی ابتدا اور ارتقا کے اس تفصیلی مطالعے میں تقریباً ہر جگہ سائنٹی فک طریق کار کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ زبانوں کے درمیان پائی جانے والی مماثلتیں ان کے لسانی رشتوں پر روشنی ڈال سکتی ہیں لیکن ماخذ اور ارتقا کی بحث کو مکمل نہیں کر سکتیں۔ اگر گیارھویں صدی عیسوی سے تا حال کی علاقائی اور لسانی اعتبار سے اردو کے قریب کی زبانوں مثلاً پنجاب، سندھ، دہلی اور نواح دہلی وغیرہ کی زبانوں اور بولیوں کے تحریری لسانی مواد کو تاریخی تسلسل کے ساتھ ترتیب دے کر اردو اور مذکورہ زبانوں کے اسما، ضمائر، صفات، افعال و نحوی ساخت اور لغات کا (بمع ان کی صوتی اشکال) تقابلی مطالعہ کیا جاتا تو شاید ہم زیادہ

معروضی ہوکر صحیح نتائج اخذ کر سکتے تھے۔ اس طرح کے مطالعے میں اردو اور زیرِ غور تمام زبانوں اور بولیوں کی ادوار میں تقسیم بے حد ضروری ہے۔ تاریخی لسانیات کی بیساکھیاں یعنی تقابلی طریقِ کار (COMPARATIVE METHOD) اور باز تشکیل (RECONSTRUCTION) کے اصول بھی یہاں بے حد موثر ثابت ہو سکتے تھے۔ تاہم موجودہ تحریروں کی شکل میں اردو کے ماخذ، ابتدا اور ارتقاء پر جو کچھ ملتا ہے اس کی تاریخی اہمیت اور علمی جامعیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔

## اردو کی قواعدیں

اُردو زبان کی قواعدیں لکھنے کا آغاز ۱۸ ویں صدی کی ابتدائی دہائیوں سے ہوگیا تھا۔ یہ کام عیسائی مذہب کے مبلغوں نے شروع کیا تھا جو اِس ملک کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعد میں تجارتی، سیاسی اور علمی مقاصد کے تحت قواعدیں لکھی گئیں۔ پہلی اردو قواعد ۱۷۱۵ عیسوی میں شاکیٹلر نے لکھی جو ڈچ زبان میں ہے۔ بنجمن شُلز نے لاطینی میں ہندوستانی قواعد کے نام سے اردو کی قواعد لکھی جو ۱۷۴۵ء میں چھپی۔ ایک پُرتگالی نے (PERTUGUISE GRAMMETICS INDUSTANS) کے نام سے ۱۷۷۸ء میں قواعد لکھی۔ ہیڈلے کی گرامر ۱۷۷۰ء میں لندن میں شائع ہوئی۔ جے. فورگوسن نے ۱۷۷۳ء میں لندن میں ہندوستانی لغت دو حصّوں میں تیار کیا جس میں بقول گل کرسٹ ایک مقالہ ہندوستانی قواعد پر بھی تھا۔ بیلی ڈف نے کلکتہ سے لندن واپس جاکر ۱۷۸۷ء میں اردو کی ایک قواعد لکھی۔ انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں کچھ علمی شوق کی وجہ سے اور کچھ ہندوستان میں کمپنی بہادر کو ہندوستانی جاننے والا عملہ فراہم کرنے کی غرض سے بہت سے انگریزوں نے اردو قواعد پر کتابیں لکھیں۔ اس کام میں فورٹ ولیم کالج کے

قیام کے بعد تیزی آئی۔ چند قواعدوں کے نام یوں ہیں۔ اردو گرامر از جان شیکسپیئر (۱۸۱۳ء) مقدمہ زبان ہندوستانی تالیف ولیم ییٹ (۱۸۰۷) ، مقالۂ قواعدِ اردو از گارساں دتاسی (یہ فرانسیسی نژاد مستشرق تھے ، ۱۸۳۸ء) ، رسالۂ قواعدِ ہندوستانی ، ڈبلیو، ہیری ٹن (۱۸۳۰) ، جدید خود آموز قواعدِ زبانِ اردو ، تالیف اسٹی فورڈ انات (۱۸۳۱) ، رسالہ قواعدِ اردو ، تالیف اسٹی فورڈ انات ، تشریح و اضافہ ڈنکن فوربس (۱۸۴۴) ، ہندوستانی قواعد تالیف جیمس آر یا ٹن تائن (۱۸۴۴) ، ہندوستانی قواعد : تالیف ریونڈ جی اسمال (۱۸۴۷) ، قواعدِ ہندوستانی : تالیف جے دت لوپراغنو (۱۸۵۲) ، ہندوستانی قواعد تالیف جان ڈاسن (۱۸۷۲) ، قواعدِ اردو : تالیف جان پلیٹس (۱۸۷۴) ، ہندوستانی ، فارسی و عربی قواعد تالیف پامر ، (۱۸۸۲) ، ہندوستانی قواعد ، تالیف ڈبلیو کیگ (۱۸۸۳) ، قواعدِ ہندوستانی تالیف فان کیو (۱۸۸۳) ، اردو قواعد ، تالیف جے ولسن (۱۸۸۲) ، ہندوستانی قواعد تالیف اے بی. ڈل (۱۸۹۳) ، اور ہندوستانی قواعد تالیف شلز (۱۸۹۴) وغیرہ ۔ (ترسیلی اردو بحوالہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن، تحقیقی مقالہ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی ۔ صفحہ ۹۵۔ ۹۶) ۔ ان کے علاوہ جان گلکرسٹ اور گراہم بیلی نے بھی اردو کی قواعدیں لکھی ہیں۔ جارج گریرسن بھی ہندوستانی زبانوں کا لسانی جائزہ میں اردو اسمار، ضمائر، افعال اور مرکب افعال سے تفصیلی بحث کرتا ہے۔ ہندوستانی زبان کی عملی قواعد ۱۹۰۳ء میں ایک فرانسیسی ماہر زبان نے لکھی تھی جس کا نام بیگسلو تھا۔

اردو قواعد پر کسی ہندوستانی کی پہلی کتاب انشاء اللہ خاں (وفات ۱۸۱۷) کی دریائے لطافت ہے۔ یہ کتاب فارسی میں لکھی گئی (۱۸۰۲) جس کا اردو ترجمہ دتاتریہ کیفی نے کیا۔ دریائے لطافت کے مشتملات میں قواعد کے تعلق سے اردو حرف ، اردو نحو اور اردو افعال خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔

دوسرا نام سر سید احمد خاں کا لیا جا سکتا ہے جنھوں نے اردو میں اردو کی پہلی قواعد ۱۸۴۴ء میں تالیف کی جس کا نام "قواعدِ صرف و نحوِ زبانِ اردو" تھا۔ محمد حسین آزاد نے "اردو کا قاعدہ و قواعد اردو" کے نام سے اردو کی قواعد لکھی۔ نسبتاً جدید طرز پر مولوی عبدالحق کی "قواعد اردو" ہے جس میں اردو صرف و نحو سے تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ پنڈت دتاتریہ کیفی کی تالیف "کیفیہ" (۱۹۴۲) میں ایک بڑا حصہ اردو قواعد سے متعلق ہے۔ جس میں اردو کے الفاظ، مرکبات، اسمار، صفات، ضمیریں، ظروف، تذکیر و تانیث، حروفِ عطف، مصادر اور اردو افعال سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہاں اردو قواعد نویسی کے ذکر میں ایک اہم نام (COMPERE.:E.:SIVE URDU GRAMMAR) کا بھی لیا جا سکتا ہے جو ابو اللیث صدیقی کے زیرِ نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ چار جلدوں میں لکھی ہوئی ایک اور قواعد ملتی ہے جسے نثار علی بیگ نے تالیف کیا ہے (۱۹۰۵)۔

اوپر جن قواعدوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے اکثر کی تاریخی حیثیت ہے۔ ان قواعدوں میں سوائے چند کے تقریباً سبھی زبان کی تعلیم و تدریس کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ ایسی کوئی قواعد نہیں ملتی جو اردو کی لسانی ساخت کی مکمل اور جامع تصویر پیش کر سکے۔ اس کمی کا احساس شدید ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ کروڑوں انسانوں کی مادری زبان کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس اپنی زبان کی حوالہ جاتی قواعد (REFERENCE GRAMMAR) نہیں ہے۔

## اردو میں لغت نویسی

اردو میں لسانی تحقیق کی شروعات لغت نویسی سے ہوتی ہے۔ امیر خسرو (۱۲۵۵ء تا ۱۳۲۵ء) کی منظوم لغت "خالقِ باری" جس میں عربی، فارسی

الفاظ کی ہندوی (اردو) مترادفات و معنی بیان کیے گئے ہیں، ایک طرح سے ہماری لسانی تحقیق کا نقطۂ آغاز ہے۔ خالقِ باری میں اس دور کی اردو کے رنگ روپ، لفظوں کی قدامت اور ان کے رواج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی "بحر الفضائل" ہے۔ فضل الدین بلخی کی عربی و فارسی کی اس لغت کے 'باب چہاردہم' میں فارسی شاعری میں استعمال ہونے والے اردو کے تقریباً ڈھائی تین سو الفاظ کا ذکر ملتا ہے۔ فخرالدین قواس بھی "فرہنگ نامہ" کے نام سے ایسی ہی ایک لغت مرتب کرتا ہے۔ اس میں اردو الفاظ معنی کی وضاحت کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ محمد تغلق کے عہد میں رفیع حاجب نے "دستور الافاضل" اور بدرالدین بہوا نے "ادات الفضلا" مرتب کی تھیں لیکن جس لغت کو اردو کی پہلی لغت کا درجہ حاصل ہے وہ عبدالواسع ہانسوی کی "غرائب اللغات" ہے۔ اس لغت میں اردو کے ایسے الفاظ کا ذکر ہے جو فارسی لغت میں نہیں ملتے۔ اس میں اردو الفاظ کا اندراج اپنے عہد کے تلفظات کی شکل میں ملتا ہے۔ لغت کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے عہد کی اردو زبان اور الفاظ کے استعمال کی کہانی چھپی ہوئی ہے "حمدِ باری" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں عربی، فارسی اور اردو کے ہم معنی الفاظ اشعار کی شکل میں بیان کیے گئے ہیں تاکہ عربی و فارسی کے الفاظ اردو کی مدد سے یاد کیے جا سکیں۔ "غرائب اللغات" کو بنیاد مان کر خانِ آرزو (۱۶۸۷-۱۷۵۵) نے تقریباً نصف صدی بعد اپنی لغت "نوادر الالفاظ" ترتیب دی۔ یہ دراصل "غرائب اللغات" کی تصحیح و ترمیم ہے۔ اس میں معنوی اصلاح کے علاوہ "غرائب اللغات" کی ترتیب کو بھی درست کیا گیا ہے۔ 'نوادر الالفاظ' کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں معانی و مفاہیم کا صحیح تعین، مترادفات کے باریک اور لطیف امتیازات و

ہندوستان کی مختلف زبانوں مثلاً سنسکرت، برج، راجستھانی، کشمیری اور پنجابی وغیرہ کے حوالوں سے الفاظ کی تصحیح کرنے میں ان کی لغوی تحقیق اور ان کے تلفظات کی پرکھ دیکھنے کو ملتی ہے۔ خانِ آرزو کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے فارسی اور سنسکرت کا تقابلی مطالعہ کرکے دونوں کے درمیان زبردست مماثلت کے پیش نظر یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں کی اصل کوئی ایک زبان ہے۔ اس نظریے سے استفادہ کرنے کے بعد سر ولیم جونس نے ہند یورپی کا تصور دیتے ہوئے کہا کہ سنسکرت، فارسی، جرمن، یونانی اور لاطینی زبانیں اس قدیم شکل سے ماخوذ ہیں۔ یہاں مغربی ماہرین زبان جان گل کرسٹ، پلیٹس، فیولن و فوربس، شیکسپیئر وغیرہ کا ذکر بھی خصوصیت کا حامل ہے جنھوں نے لغت نویسی کی نسبتاً جدید تکنیک کو برتتے ہوئے انگریزی اور اردو یا ہندوستانی کی ذو لسانی لغات مرتب کیں۔ یہ سلسلہ ۱۹ ارصدی کے آخر تک چلتا ہے۔ اردو سے اردو یک زبانی لغات میں خصوصاً قاموس الاغلاط، فرہنگِ آصفیہ، امیر اللغات، فیروز اللغات، فرہنگِ عامرہ، نور اللغات، جامع اللغات، کریم اللغات، سرمایۂ زبانِ اردو، غیاث اللغات، فرہنگِ اثر اور بالتصویر لغت رئیس اللغات شامل ہیں جن کی قدر و قیمت مسلّم ہے۔ لغات کے اندراجات میں عام طور پر الفاظ کے تلفظ، ماخذ، نحوی حیثیت اور معنی شامل ہیں۔ الفاظ کے معنی اور مطالب کے لیے اساتذہ کے کلام سے سند لی گئی ہے۔ عہدِ جدید میں مختلف اداروں نے اردو میں دو زبانی لغات تیار کرائی ہیں جن میں انگریزی روسی، ترکی، جرمن، عربی، فارسی جیسی اہم ہیں۔ اردو سے انگریزی اور روسی بھی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستانی اور پاکستان کی مختلف مقامی زبانوں مثلاً ہندی، تیلگو، بنگالی، پنجابی، مراٹھی، کنڑ، سندھی، پشتو بلوچی وغیرہ کو لے کر اردو میں لغات مرتب ہو چکی ہیں۔ قدیم اردو کی لکھی گئی لغات

ترتیب دی جا چکی ہیں۔ حال ہی میں ترقی اردو بورڈ (نئی دہلی) نے پانچ جلدوں میں اردو سے اردو اور پانچ جلدوں میں انگریزی سے اردو لغت تیار کی ہیں۔ اردو انگریزی لغت بھی تیاری کے مراحل میں ہے۔ یہاں طلبہ کے لیے اردو سے اردو ایک چھوٹی لغت بھی تیار کرائی گئی ہے جو تقریباً چالیس ہزار الفاظ پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں ایک کثیر لسانی لغت تیار کی گئی ہے جو سات زبانوں پر مشتمل ہے۔ اور "ہفت زبانی لغت" کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

## اردو ساخت کا لسانیاتی مطالعہ

خالص لسانیاتی نقطۂ نظر سے اردو کی لسانی ساخت کی طرف ہماری توجہ بہت کم رہی ہے۔ اس سلسلے میں جو تجزیاتی نوعیت کی تحریریں ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں پہلا نام محی الدین قادری زور کی کتاب "ہندوستانی لسانیات" (انگریزی ۱۹۳۰) کا ہے جس میں دکنی زبان کا توضیحی جائزہ لیا گیا ہے۔ انھوں نے اردو اور دکنی پر تاریخی و توضیحی نوعیت کے کئی مضامین بھی قلم بند کیے ہیں۔ جن میں صوتی تغیر و تبدل اور زبان کا ہیئت، آغاز و تشکیل خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ عبدالقادر سروری کی کتاب "زبان اور علمِ زبان" لسانیات کے علم پر ایک ایسی تحریر ہے جس میں لسانیاتی تجزیے کا طریقِ کار، زبانوں کی تقسیم اور زبان و علمِ زبان کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے۔ دکنی زبان پر ایک مضمون بھی ملتا ہے جس میں دکنی کے صوتی، صرفی اور نحوی پہلوؤں کو تجزیے کا موضوع بنایا گیا ہے۔ مسعود حسین خاں کی دلچسپی کا موضوع اردو کی صوتی ساخت ہے۔ "اردو صوتیات کا خاکہ" ایک اہم مضمون ہے جس میں اردو مصمتوں اور مصوتوں کے علاوہ انفی اور رکوزی آوازوں کی خصوصیات اور مصمتی خوشوں کا ذکر ملتا ہے۔ انگریزی کے

ایک کتابچے A PHONETIC & PHONOLOGICAL STUDY OF THE WORDS IN URDU
میں اردو کے لفظوں میں آوازوں اور ان کی بنیادی شکلوں سے بحث کی گئی
ہے۔ یہاں رکنوں کی ساخت اور بعض صوتی عناصر بھی صوتیاتی تجزیے کا موضوع
بنے ہیں۔ اس کے علاوہ اردو حروفِ تہجی کی صوتیاتی ترتیب اور چند دیگر مقالے
بھی لکھے ہیں۔ گیان چند جین کی کتاب "عام لسانیات" علم زبان پر عام
قاری کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔ انھوں نے اردو کی لسانی ساخت
کو اپنے تجزیے کا موضوع نہیں بنایا ہے تاہم زبان کے لسانی مسائل پر
اپنے مضامین کے ذریعے لسانیاتی تحقیق میں اضافے کیے ہیں۔ "زبان اور
بولی، آغازِ نطق سے اردو تک" اور ایک طویل مضمون "اردو اور ہندی کا
لسانیاتی رشتہ" ان کے اہم مضامین میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ عبدالعظیم
نے اردو افعال کو اپنے تحقیقی مقالے کا موضوع بنایا ہے۔ ان کی دلچسپی
تاریخی اور توضیحی لسانیات کے مختلف پہلوؤں سے ہے جن کے تعلق سے
انھوں نے متعدد مضامین قلم بند کیے ہیں۔ ان میں APPROACH TO
URDU- HINDUSTANI PHONOLOGY : EUROPEAN AND AMERICAN اور
PHONOLOGY IN JAKOBSONIAN FEATURES کافی اہم ہیں۔ خان آرزو کی لسانی
خدمات پر بھی ایک اہم مضمون ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔ عبدالعظیم ہند و
پاک کے پہلے ماہرِ لسانیات ہیں جنھوں نے اردو ادب (ایم۔ اے) کی ہندوستان
میں اور لسانیات (ایم اے پی ایچ ڈی) کی امریکہ میں بھرپور تربیت حاصل
کی ہے۔ اردو اور ہندی کی صوتی و صرفی ساختوں کی خصوصیات پر اشوک
کیلکر نے تخالفی لسانیات کی رو سے دو کتابچے تحریر کیے ہیں جن کی مدد سے
ان زبانوں کے رشتوں کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ روسی خاتون
سونیا چرنیکوا نے اردو افعال پر ایک انتہائی بصیرت افروز تحقیقی مقالہ
لکھا ہے جس کے ابواب اس طرح ہیں: قابلیتِ فعل اور ضرورت ظاہر کرنے [11]

ساختیں، فعل اور حقیقت کے درمیان تعلق کو ظاہر کرنے والی ساختیں، اسم، صفت اور فعل کے مجموعے (مرکب اور غیر مرکب افعال)، زمانے کے صیغے، حالت کا پتہ دینے والی ساختیں اور اردو زبان کی تشکیل کی خصوصیات۔ یہ اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں لسانیاتی نقطۂ نظر سے اردو افعال کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ عصمت جاوید کی "نئی اردو قواعد" چار حصوں میں بٹی ہوئی ہے یعنی صوت، صرف، نحو اور مشتقات و مرکبات۔ اردو اصوات والا حصہ نسبتاً کمزور ہے۔ دوسرے حصے میں لفظوں کی نحوی حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے۔ چوتھا حصہ دوسرے ہی کی توضیح ہے جس میں خصوصاً مرکب الفاظ کی ساخت کا تجزیہ ملتا ہے۔ تیسرا حصہ اردو جملوں کی ساخت اور ان کی اقسام پر مشتمل ہے۔ اردو قواعد کی یہ پہلی کتاب ہے جو روایتی اندازِ فکر سے ہٹ کر لکھی گئی ہے۔ اقتدار حسین خاں کی کتاب "اردو صرف و نحو" دراصل اردو صرف و نحو کے مطالعے کے لسانیاتی اصولوں سے بحث کرتی ہے جنھیں اردو مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ جیسے مارفولوجی کی تعریف، مارفیم کے اقسام، مارفیم و ذیلی مارفیم، مارفیم کی شناخت کے اصول، تصریف و اشتقاق، نحو اور مارفولوجی کا فرق، نحوی طریقے۔ قواعد کیا ہے، تبادلی قواعد وغیرہ۔ اکھڑے ہوئے لہجے کے باوجود موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب اردو میں پہلی کامیاب کوشش ہے۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے اردو ساخت کے مختلف پہلوؤں پر باقی تحریروں میں مندرجہ ذیل مضامین کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے ذریعے ہم لسانی شعور کو نہ صرف سمجھ سکتے ہیں بلکہ اردو میں لسانیاتی مطالعے کی سمت و رفتار کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

پرانے لفظوں کی نئی تحقیق" (سید سلیمان ندوی)، "اردو اشتقاقات" نے کی سرگزشت" اور "اردو کے مرکب الفاظ" (شوکت سبزواری)، "لفظ و

معنی" (دتاتریہ کیفی)، "صحتِ زبان کے لسانیاتی پہلو" (احتشام حسین)، "اردو صرف و نحو کا خاکہ" (عبدالرؤف عشرت)، "اردو میں تلفظ کا مسئلہ"، "اردو میں دخیل آوازیں" (عبدالستار دلوی)، پنجابی اور اردو کی مشترک ساخت کے بنیادی عناصر" (انگریزی: حامد اے خان)، "اردو کے اسمیہ فقروں کی ساخت کا تجزیہ" (انگریزی: انور دل)، "اردو میں انفیت اور ہاکاریت" (انگریزی: گوپی چند نارنگ)، "قدیم اردو میں اسم جمع" اور "اردو اسم جمع میں اضافے کا رجحان" (شعورِ زبان: فہمیدہ بیگم)، "اردو فونیمیات، اردو فونیم تقسیمیات، اردو میں مرکب الفاظ کی ساخت (اردو لسانیات: نصیر احمد خاں) اور اردو سابقے اور لاحقے" (مرزا خلیل بیگ)۔

ادھر اردو لسانیات کے مختلف موضوعات پر انگریزی میں چند تحقیقی مقالے برائے پی۔ ایچ۔ ڈی بھی لکھے گئے ہیں جو اس طرح ہیں: کرخنداری اردو کا توضیحی تجزیہ (نصیر احمد خاں: ۱۹۷۳ء)، "دکنی اردو کا لسانیاتی مطالعہ" (عبدالغفار شکیل ۱۹۷۴ء)، "اردو اور ہندی کا تخالفی مطالعہ" (اقتدار حسین خاں ۱۹۷۸) "شمالی ہند کی اردو کی تاریخی قواعد (مرزا خلیل بیگ ۱۹۷۶)، تبادلی قواعد کی روشنی میں اردو نحو کا تجزیاتی مطالعہ (مشکور اللہ خاں شیروانی) اور "شمالی ہند کی اردو کے معیاری اور جدید روپ" (سید امتیاز حسنین) وغیرہ۔

## وضعِ اصطلاحات کے اصول اور مختلف علوم کی فرہنگ

ہمارے یہاں اردو میں ترجمے اور اصطلات وضع کرنے کی روایت صدیوں پرانی ہے۔ مدرسہ غازی الدین (۱۷۹۲ء)، فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰ء)، دہلی کالج (۱۸۲۵ء)، سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ (۱۸۶۷)، انجمن ترقیٔ اردو ہند (۱۹۰۳ء) دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد (۱۹۱۷) اور بیورو فار پروموشن آف اردو

(۱۹۷۱) وغیرہ کتنے ہی ایسے تعلیمی و علمی اداروں کے نام لیے جا سکتے ہیں جنھوں نے مختلف علوم کے ترجموں اور اصطلاح سازی کے میدان میں کئی گراں قدر اضافے کیے ہیں۔

اصطلاح سازی کافی نازک مسئلہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں مختلف سوسائٹیاں اور ادارے اس موضوع پر وقتاً فوقتاً غور کرتے رہے ہیں اور وقتِ ضرورت انھوں نے اصطلاحات وضع کرنے کے اصول و ضوابط میں ترامیم و اضافے بھی کیے ہیں۔ اردو میں اصطلاح سازی پر باقاعدہ کام دہلی کالج دہلی میں شروع ہوا جس کی مجلسِ ترجمہ کے اراکین نے سماجی اور سائنسی علوم کی اصطلاحات وضع کرنے کے اصول مرتب کیے۔ میر حسن بلگرامی نے انجمن ترقیٔ اردو ہند کے سکریٹری مولوی عبدالحق کی درخواست پر اپنی تصنیف "اصول وضع اصطلاحات" میں اصطلاح سازی کے متعدد اصول پیش کیے۔ دارالترجمہ عثمانیہ میں وحیدالدین سلیم کی مستقل کتاب "وضع اصطلاحات"، جو اپنے موضوع پر ایک کارنامہ ہے، سے اصطلاح سازی میں کافی مدد لی گئی۔ پچھلی چند دہائیوں سے بیورو فار پروموشن آف اردو (نئی دہلی)، نے اصطلاح سازی کے سلسلے میں کئی اہم اور نمایاں کام انجام دیئے ہیں۔ اس ادارے کے زیرِ اہتمام مختلف ماہرین کی ایسی اٹھارہ کمیٹیاں ہیں جو قدیم و جدید تمام علوم کی اصطلاحیں وضع کرنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک مختلف علوم کی تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار اصطلاحیں وضع ہو چکی ہیں۔

اردو میں کئی رسالے اور باقاعدہ ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں وضع اصطلاحات کے مختلف مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ ان میں "اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ" (مولوی عبدالحق)، "فرہنگِ اصطلاحاتِ علمیہ" (انجمن ترقی اردو ہند)، "اصطلاحاتِ علوم جدیدہ" (عثمانیہ یونیورسٹی) اور

سید حسن بلگرامی اور وحید الدین سلیم کی متذکرہ بالا کتابیں کافی اہم ہیں۔ راقم الحروف نے بھی "اردو میں اصطلاح سازی اور صوتی اصطلاحات کی تشریح" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے (ماہنامہ شیرازہ: سری نگر) جس میں ترقی اردو بورڈ نئی دہلی کی "فرہنگ لسانیات" پر تبصرہ کرتے ہوئے علم صوتیات کی تقریباً ۱۲۰ اصطلاحیں وضع کرکے ان کی تشریح کی ہے اور اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں اصطلاحات وضع کرنے کے اصولوں سے بحث کی ہے۔ پاکستان میں اردو ڈویلپمنٹ بورڈ کے زیر نگرانی اردو اصطلاح سازی پر زبردست کام ہو رہا ہے۔

دارالترجمہ عثمانیہ (حیدرآباد) نے اپنی سرپرستی میں تمام انسانی علوم کی فرہنگیں تیار کرائی تھیں جن کا ایک مکمل سیٹ کشمیر یونیورسٹی لائبریری میں آج بھی موجود ہے۔ ترقی اردو بورڈ (نئی دہلی) نے ۱۸ موضوعات پر فرہنگیں ترتیب دی ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے: قدیمیات، نباتیات، علم کیمیا، کامرس، معاشیات، ایجوکیشن، فلسفہ اور نفسیات، جغرافیہ، ارضیات، تاریخ، سیاسیات، قانون، لائبریری سائنس، لسانیات، حساب، طبیعیات، سماجیات، شماریات اور حیوانیات وغیرہ۔ باقی علوم کی فرہنگیں زیر ترتیب ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں انسائکلوپیڈیا پر بھی الگ الگ کام ہو رہا ہے۔ بھارت میں ترقی اردو بورڈ کے زیر نگرانی ۱۲ جلدوں میں انسائکلوپیڈیا تیار ہوئی ہے جو ابھی زیر اشاعت ہے۔ پاکستان میں انسائکلوپیڈیا آف اسلام کا اردو ترجمہ ۱۲ جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ "اصطلاحات پیشہ وراں" (ظفر الرحمن دہلوی) بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔

## اردو اسلوبیات

اردو میں اسلوب کے تعلق سے کافی لکھا گیا ہے۔ طرز تحریر کے

مطالعے کا یہ سفر تذکروں سے شروع ہو کر ادبی تاریخوں اور ترتیب دیئے گئے متنوں کے مقدموں سے گزرتا ہوا تنقیدی مضامین پر ختم ہوتا ہے۔ اردو میں نثر کے مقابلے میں شاعری کی زبان کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے۔ شاعروں کے اسلوب یا طرزِ تحریر کے جائزے کے لیے ہمارے پاس درجنوں اصطلاحیں ہیں جو اسلوب کے مطالعے کے روایتی اندازِ فکر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ادھر زبان کے لسانیاتی تجزیے کے رواج کے بعد ہماری سوچ میں کچھ تبدیلی آئی ہے جسے موجودہ صدی کی چھٹی دہائی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اسلوبیاتی مطالعے میں دراصل ہم لسانی مواد کا تجزیہ اور اس کی توضیح پیش کرتے ہیں۔ ادبی تحریر میں اسلوبیاتی خصائص کی شناخت ہمارا مقصد ہوتا ہے جن کی صراحت کے بعد برآمد ہونے والے نتائج کو تعمیمی شکل دیدی جاتی ہے۔ یہاں ادیب یا شاعر کے داخلی و خارجی ماحول اور اس کی ذات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ہماری توجہ کا مرکز فن کار کے بجائے فن پارہ ہوتا ہے جس کی زبان کو بنیاد مان کر معروضی اندازِ فکر کے ساتھ اس کی صوتی، صرفی نحوی، معنوی اور لفظی ترتیب و تنظیم کا تجزیہ کر کے فن پارے کے مجموعی تاثر کی توجیہہ پیش کر دی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارے یہاں اب تک جو اسلوبیاتی تجزیے ہوئے ہیں وہ نامکمل ہیں۔ ہماری قیاس آرائیاں، ذاتی تاثرات کی دخل اندازی، غیر ضروری توجیہات اور مبہم اصطلاحیں مطالعے کو مجروح کرتی ہیں۔ اردو میں اسلوبیات کا علم نیا ہے غالباً اسی لیے اسلوبیاتی طریق کاروں پر ہماری گرفت کمزور ہے تاہم جو تحریریں سامنے آئی ہیں، ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ انھوں نے اسلوب کے مطالعے کی جدید کاری میں کئی گراں قدر اضافے کیے ہیں۔

اردو اسلوبیات کی باقاعدہ شروعات محی الدین قادری زور کی تالیف "اردو کے اسالیبِ زبان" (۱۹۶۲) سے ہوتی ہے جس میں اسلوبیاتی

مطالعے کا نسبتاً جدید شعور ملتا ہے۔ اس سلسلے میں "موجودہ انشاء پردازوں کی نثر اور اس کے اسالیب" اور "اردو نثر کے رجحانات" خصوصاً قابلِ ذکر ہیں جن میں مختلف نثر نگاروں کے اسلوبیاتی خصائص کی شناخت کر کے اگلے باب میں انھیں مرصع نگاری، سادہ نگاری، محاورہ بندی، انگریزیت، الہلالی اردو، ادب لطیف، گلابی اردو اور مزاح نگاری جیسے رجحانات کا نام دے دیا ہے۔ "نثر کا اسٹائل" (آلِ احمد سرور) اور "نثر کا آہنگ" (اسلوب احمد انصاری) اسلوبیاتی مطالعے کے دو معتبر نمونے ہیں —— مسعود حسین خاں کے چند مضامین اسلوبیاتی مطالعے کی جدید تکنیک کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ مثلاً "کلام غالب کے قوافی و ردیف کا صوتی آہنگ" (شعر و حکمت: حیدرآباد) غالب کے خطوط کی لسانی اہمیت (فکر و فن: گورکھپور) اور مطالعہ شعر (اردو زبان و ادب: علی گڑھ) وغیرہ۔ پہلے مضمون میں ردیف و قافیے کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے دیوانِ غالب کی منتخب غزلوں کے قافیوں اور ردیفوں کے اعداد و شمار تیار کرنے کے بعد غالب کے صوتی آہنگ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مطالعۂ شعر میں اردو کے صوتی نظام کا تجزیہ کرتے ہوئے شعر میں مختلف آوازوں کے استعمال اور ان کے توازن و تناسب کی توجیہہ بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ صوت، جمالیاتی کیفیات، ان کی اثریت اور معنیاتی رشتوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے "مسجد قرطبہ" کے حوالے سے اقبال کے کلام کا صوتیاتی تجزیہ پیش کیا ہے۔ حاصلِ مضمون یہ ہے کہ اقبال کی شاعری میں ایک مخصوص انداز کی غنائی کیفیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے۔ انھوں نے تبادلی تخلیقی قواعد کی روشنی میں ذاکر حسین کی نثر کا تجزیہ بھی کیا ہے جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔ (انیس شناسی (۱۹۸۱) میں اسلوبیات انیس کے علاوہ میر کی اسلوبیات پر بھی انھوں نے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

محمد حسن نے غالب کی نثر کا تجزیہ خطوطِ غالب کے جملوں کی ساخت کو ملحوظ رکھ کر کیا ہے جو اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے (آجکل نئی دہلی)۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے مطالعے کا ایک موضوع اسلوبیات بھی ہے۔ ان کا مضمون "مطالعہ اسلوب کا ایک سبق" اردو ادب کے شمارہ نمبر ۲، علی گڑھ میں چھپا ہے۔ انھوں نے میر و غالب کے تعلق سے بھی لکھا ہے۔ ان کی حال ہی کی تخلیق "شعر شور انگیز" جلد اول اور دوم (ترقی اردو بورڈ نئی دہلی) ذرا ہٹ کر ہے لیکن اسلوب کے مطالعے کی جھلک اس میں بھی مل جاتی ہے۔ یہاں "ارباب نثر اردو" کا ذکر بھی اہمیت رکھتا ہے۔

مغنی تبسم نے تحقیقی مقالے" فانی بدایونی: شخصیت اور شاعری (حیدرآباد) کے آخری ابواب میں فانی کے شعری اسلوب اور صوتی حسن کی انفرادیت کا تجزیہ کیا ہے۔ اصوات اور شاعری (فکر و نظر علی گڑھ) اور" غالب کی شاعری: بازیچۂ اصوات (فکر و فن گورکھ پور) بھی ان کے دو اہم مضامین ہیں جن میں اسلوبیاتی مطالعے کے طریق کار کو بخوبی برتا گیا ہے۔ ان کی "اسلوب تنقید" بھی منظر عام پر آچکی ہے۔ راقم الحروف نے بھی اقبال، رجب علی بیگ سرور، سر سید، محمد حسین آزاد، سجاد ظہیر، رشید احمد صدیقی اور مشتاق یوسفی کے اسالیب کا اسلوبیاتی مطالعہ کیا ہے: (اقبال کا اسلوب اور ساقی نامہ، بانگِ درا کا اسلوب، رجب علی بیگ سرور کا اسلوب فسانۂ عجائب کی روشنی میں، لندن کی ایک رات: اسلوب و فن، رشید احمد صدیقی کے اسلوب کی خصوصیات اور مشتاق احمد یوسفی کے اسلوب کا تجزیہ)، یہ مضامین کتابی شکل میں" ادبی اسلوبیات" کے نام سے ترتیب دیئے گئے ہیں جو زیر اشاعت ہیں۔ احمد حسین انصاری کا تحقیقی مقالہ برائے پی، ایچ۔ ڈی" پریم چند کے اسلوب کا ارتقاء" (نگراں راقم الحروف) چھپ کر ۱۹۸۷ میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔ اس مقالے میں پریم چند کے اسلوب کے تین ادوار مقرر کر کے ہر دور کے اسلوب کی خصوصیات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں راقم کی زیر نگرانی

اسی طرح کے موضوعات پر پی ایچ ڈی کے لیے تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں جن کے عنوان یہ ہیں: کلام میر کا اسلوبیاتی تجزیہ (شاہد پرویز)، عہد سرسید کے اہم اسالیب کا تجزیاتی مطالعہ (مولا بخش انصاری)۔ ان کے علاوہ "میر کی مثنویوں کا اسلوب (شاہد پرویز)، "باغ و بہار کا اسلوبیاتی مطالعہ" (شعیب رضا خاں) اور ابوالکلام آزاد کی نثر (شکیل احمد) تحقیقی مقالوں پر ایم۔فل۔ کی ڈگریاں مل چکی ہیں۔

اسلوب اور اسلوبیات (شب خون: گوپی چند نارنگ)، اسلوب (عابد علی عابد)، اسلوب اور اسلوبیات (عصری ادب: افتدار حسین خاں)، اسلوبیات (شمشاد زیدی) اور "زبان، اسلوب اور اسلوبیات (مرزا خلیل بیگ) ایسی تحریریں ہیں جن میں علم لسانیات کے اصول و ضوابط اور اسلوبیاتی تجزیے کے طریق کاروں سے بحث کی گئی ہے۔ آخرالذکر میں رشید احمد صدیقی، اختر انصاری اور فیض کی طرز نگارش پر بھی اظہار خیال ہے۔

## اُردو رسم خط اور اس کا املا

اردو زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے تقریباً ہر صاحب نظر نے اردو رسم خط کے کسی نہ کسی پہلو پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس سلسلے میں اب تک جو تحریریں سامنے آئی ہیں انھیں بحیثیت مجموعی پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اردو رسم خط بدل دینے کا مشورہ۔ اردو کے صوتی نظام کے حوالے سے حروف تہجی کا جائزہ۔ رسم خط سکھانے کے مختلف طریق کار۔ رسم خط میں اصلاح کی تجاویز اور اردو املا۔ یوں تو انشاء اللہ خاں سے پہلے بھی بعض حضرات نے اردو حروف تہجی پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے لیکن ان کی تالیف "دریائے لطافت" اس لیے اہم ہے کہ اس میں زیادہ صراحت ہے۔ فصل دوئم میں حروف تہجی سے بحث کرتے ہوئے حروف کی تعداد، اردو حروف

تہجی کی تفصیل، نون اور 'ہ' سے مخلوط حروف اور 'ی' کے ساتھ مخلوط ہونے والے حروف کا تفصیلی جائزہ لیا ہے ۔ اس طرح کی بحثیں قواعد لکھنے والوں کے یہاں بھی ملتی ہیں؛ جیسے سرسید احمد خاں، محمد حسین آزاد اور عبدالحق وغیرہ لیکن دتاتریہ کیفی نے اپنی کتاب "کیفیہ" کے دوسرے باب بعنوان "حروفِ تہجی" آوازوں کی نمائندگی، اردو حروف، حروفِ علت اور حروفِ صحیح اور تقلیبِ حروف وغیرہ جیسے عنوانات قائم کرکے اردو رسمِ خط پر زیادہ جامع خیالات پیش کیے ہیں ۔ اس سلسلے میں اردو رسمِ خط تاریخ اور فن کے آئینے میں : محمد اسحاق صدیقی، اردو رسمِ خط کی علمی حیثیت : مسعود حسین رضوی ادیب، اور اردو رسمِ خط عمل و تہذیبی نقطۂ نظر سے : آلِ احمد سرور قابلِ قدر مضامین ہیں۔ مسعود حسین خاں کا مضمون "اردو حروفِ تہجی کی صوتیاتی ترتیب (اردو زبان و ادب) اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں دیوناگری کی طرز پر حروفِ صحیح کی ترتیب پیش کی گئی ہے جو تلفظ کے لحاظ سے زیادہ فطری ہے۔ اس مضمون میں مخرج اور طریقِ ادائیگی کی بنیادوں پر آوازوں کی تقسیم سے بھی بحث کی گئی ہے ۔ راقم الحروف نے "اردو آوازیں، حروف اور ان کی ذیلی شکلیں" اور "اردو مصوتوں کا صوتی نظام اور ہمارا رسمِ خط" (اردو لسانیات نئی دہلی) کے عنوان سے اردو رسمِ خط پر دو مضامین قلم بند کیے ہیں جن میں آواز اور حرف کے تعلق سے اردو رسمِ خط کے جائزے کے علاوہ اس کی کمزوریوں اور خامیوں کا ذکر کرتے ہوئے اصلاح سے متعلق کچھ تجاویز بھی پیش کی ہیں ۔ یہاں "اردو کے حروفِ تہجی (انصار اللہ) کی قدر و قیمت سے بھی انکار ممکن نہیں ۔

۱ اردو رسمِ خط سکھانے کے مختلف طریقِ کاروں پر کافی بحث و مباحثے ہوئے ہیں۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور متعدد علمی اداروں نے اپنے اپنے قاعدے بھی تیار کیے ہیں ۔ اس سلسلے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ،

نئی دہلی، اردو ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر سولن اور دہلی اردو اکادمی وغیرہ کے قاعدے خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ اردو رسم خط سکھانے سے دل چسپی رکھنے والوں نے انفرادی طور پر بھی ایسی کتابیں تیار کی ہیں جن کی مدد سے کم سے کم عرصے میں رسمِ خط سکھایا جا سکے۔ اس سلسلے میں "دس دن میں اردو" (حیات اللہ انصاری)، اردو املا کا آسان طریقہ (عبد الغفار مدھوی)، ابتدائی کتاب (ہارون ایوب)، وغیرہ کتابوں کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ ہندی اور انگریزی کے ذریعے اردو رسمِ خط سکھانے پر بھی کتابیں دستیاب ہیں؛ مثلاً اردو قاعدہ (ہندی: ہارون ایوب)، LESSONS IN URDU. (انگریزی: محمد ذاکر) اور URDU IN TWO WEEKS - READING AND WRITING (انگریزی: — نصیر احمد خاں) وغیرہ۔

اردو املا کے مختلف پہلوؤں پر رسالوں اور جریدوں میں گاہے بگاہے مضامین لکھے جاتے رہے ہیں اور ان پر جوابی بحثیں بھی ہوئی ہیں۔ ان بحثوں میں حصہ لینے والوں میں عبد الستار صدیقی، مسعود حسین خاں، گوپی چند نارنگ، گیان چند جین اور رشید حسن خاں وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ عبد الستار صدیقی نے اپنے مضمون "اردو املا" میں اردو املا پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ گوپی چند نارنگ کا بھی ایک مضمون "ہمزہ کیوں" ملتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے اہم کتاب رشید حسن خاں کی "اردو املا" ہے۔ تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب میں اردو املا کے تمام مسائل کو انتہائی عالمانہ اور ناقدانہ انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کی بنیاد پر ترقی اردو بورڈ نئی دہلی نے اردو املا پر اپنی سفارشات پیش کی تھیں جنھیں بعد میں گوپی چند نارنگ نے ترتیب دیا۔ کتاب کے عنوان اس طرح ہیں: الف؛ الف اور ی، الف ممدودہ، الف اور ہائے مختفی: الفِ تنوین، ت، ۃ، ت، ط، ذ ز ژ، س ص ض، ک گ، ن، ں اور ب، نون غنہ اور ہائے ملفوظ، واؤ: واؤ معدولہ، ہ، ہائے ملفوظ

ہائے مختفی، ہائے مختفی اور الف، سنہ اور سن، ہائے مخلوط، ہائے مخلوط اور ہائے مختفی کا اجتماع، ہمزہ، ہمزہ اور الف، ہمزہ اور واؤ، ہمزہ اور ہائے مختفی، ہمزہ اور ی، یائے مشدد مکسور، گنتیاں، لفظوں کو ملا کر لکھنا نقطے، شوشے اور حرفوں کے جوڑ، نسخ و نستعلیق کی بعض خصوصیات، اعراب، علامات، رموزِ اوقاف، املائے فارسی، تدوین اور املا، لغت اور املا وغیرہ۔

## اردو کی بولیاں

اردو کی سماجی، لسانی اور علاقائی بولیوں کی نشان دہی سب سے پہلے انشائے "دریائے لطافت" میں کی تھی۔ مولوی عبدالحق نے بھی چند مضامین لکھے (عورتوں کی زبان) وغیرہ لیکن بعد میں جو باقاعدہ تحریریں سامنے آئیں ان میں خاص توجہ دکنی اردو پر رہی۔ محی الدین قادری زور اور عبدالقادر سروری نے اس موضوع پر دل کھول کر لکھا ہے "ہندوستانی لسانیات" کے علاوہ زور کے مختلف مضامین اور سروری کا ایک طویل مضمون "دکنی زبان" (اردو لسانیات، دہلی یونیورسٹی دہلی) میں دکنی بولی کے صوتی اور صرفی پہلوؤں کی سائنٹفک توجیہہ پیش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں عبدالغفار شکیل (دکنی اردو کی ابتدا و ارتقا — ایک مختصر خاکہ؛ زبان و مسائلِ زبان)، فہمیدہ بیگم (میسوری اردو اور دونے، اور کرناٹک میں اردو کے مسائل، شعورِ زبان)، غلام عمر خاں (دکنی کے بعض لسانی رجحانات) اور بدیع حسینی (آہنگِ شعر اور دکھنی تلفظ، اردو لسانیات، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی) کے علاوہ ابوالفیض سحر، امیر عارفی اور حنیف نقوی وغیرہ کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے دکنی کے مختلف لسانی پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ پچھلے سال ترقی اردو بیورو، نئی دہلی نے اپنے ششماہی رسالے "فکر و تحقیق" کا تدریس دکنی ادب نمبر نکالا ہے جو دکنی زبان و ادب کی تعلیم و تدریس

اور تحقیق میں زبردست اضافہ ہے۔

دہلی اردو کی کرخنداری بولی پر پہلی لسانیاتی تحقیق گوپی چند نارنگ کی ہے جنھوں نے انگریزی کتابچے میں اس بولی کے صوتی، صرفی اور لفظی پہلوؤں کے ساتھ کرخنداری اور قدیم اردو میں پائے جانے والی مماثلتوں پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ راقم الحروف کا تحقیقی مقالہ (DESCRIPTIVE ANALYSIS OF KARKHANDARI URDU) اسی موضوع پر ہے۔ اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ (۱۹۷۹) میں بھی اردو کی اس سماجی بولی کے مختلف لسانی پہلوؤں پر عمرانی لسانیاتی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں اردو کی جن دوسری سماجی، لسانی اور علاقائی بولیوں کا ذکر ملتا ہے ان میں دکنی اردو، پنجابی اردو اور کشمیری اردو خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ ان بولیوں کا تعارف اور ان کی لسانی خصوصیات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ کتاب کے دوسرے موضوعات یہ ہیں: زبان کیا ہے؟ بولی کسے کہتے ہیں، زبان اور بولی میں فرق، بولیوں کی قسمیں، معیاری اور غیرمعیاری بولیاں اور اردو کی لسانی سماجی اور علاقائی بولیاں اور ان کی لسانیاتی خصوصیات۔ "شہر پونا کی اردو کی صوتی ساخت (اردو لسانیات، نئی دہلی) بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

متذکرہ بالا عنوانات کے علاوہ اردو میں جو لسانیاتی تحقیق ہوتی ہے اُسے باعتبار موضوع تدریس زبان، متنی ترتیب، مخطوطات کی زبان و بیان کا لسانیاتی مطالعہ، زبان اور تہذیب، عروض و آہنگ وغیرہ اہم ہیں۔ اردو تعلیم و تدریس پر لسانیاتی اعتبار سے زیادہ تر مغربی اور ہند نژاد مغربی ماہرین لسانیات نے خصوصی توجہ دی ہے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بارکر، پیٹر مک، گمپرز، ہرمٹ وان آئنن سونیا چیر نیکوا، تش مرزا، عبدالرحمٰن، سی ایم نعیم اور عبدالعظیم وغیرہ۔ ہندوستان میں اطلاقی لسانیات کے حوالے سے جو زبان کی تدریس سے متعلق مضامین اور درسی کتابیں تیار ہوئی ہیں ان کے مصنفین میں گوپی چند نارنگ (اردو کی تعلیم

کے لسانیاتی پہلو)، معین الدین (اردو زبان کی تدریس) اور راقم الحروف (اردو تعلیم و تدریس کے مسائل: اردو لسانیات نئی دہلی، اور اردو کا ابتدائی کورس) وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اردو ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر پٹیالہ، سولن اور لکھنؤ اور CENTRAL INSTITUTE OF INDIAN LANGUAGES میسور سے متعلق اردو اساتذہ بھی اس طرح کی کوششوں میں مصروف ہیں؛ جیسے شبیر احمد صدیقی، ایس۔ ایم خالد، جمال احمد، شمشاد زیدی، بشیر احمد اور غضنفر علی وغیرہ۔ اردو کے عروض اور آہنگ پر کافی لکھا گیا ہے۔ یہ سلسلہ بہت پرانا ہے جس پر فارسی کی شعری روایت کی چھاپ ہے۔ تذکروں سے لے تنقید و تحقیق کی مختلف کتابوں اور ان گنت مضامین میں ہمارے یہاں یہ موضوع زیرِ بحث رہا ہے۔ چند کتابیں الگ سے بھی ہیں۔ حال ہی میں ترقی اردو بورڈ نے ایک کتاب "آہنگ اور عروض" (کمال احمد صدیقی) چھاپی ہے جس میں آہنگ و عروض پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی ہے۔ عصرِ حاضر میں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں میں گیان چند جین، رشید حسن خاں، کمال احمد صدیقی، شمس الرحمٰن فاروقی اور رعنوان چشتی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

بعض حضرات نے اردو کے قدیم مخطوطات کا لسانیاتی مطالعہ بھی کیا ہے۔ ان میں محی الدین قادری زور، عبدالقادر سروری، مسعود حسین خاں، گیان چند جین اور گوپی چند نارنگ کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مخطوطات کی تدوین و ترتیب کے وقت مقدمے میں شاعروں اور ادیبوں کی زبان و بیان کے لسانی پہلوؤں پر اظہارِ خیال کی اردو میں پرانی روایت ہے۔ اس سلسلے میں مولوی عبدالحق، حسرت موہانی، احسن مارہروی، محی الدین قادری زور، عبدالقادر سروری، قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، محمود شیرانی، محمود شیرانی، مختار الدین آرزو، نذیر احمد، مالک رام، رشید حسن خاں، تنویر احمد علوی اور کمال احمد صدیقی کے علاوہ خورشید الاسلام (قائم)، مسعود حسین رضوی ادیب (فائز)، محمد حسن

(آبرو، سودا)، مسعود حسین خاں (قصہ مہر افروز و دلبر)، نعیم احمد (جعفر زٹلی)،
فضل الحق (شاکر ناجی)، اور عبد الحق (حاتم)، وغیرہ کے نام کافی اہمیت رکھتے ہیں۔
متنی تنقید پر کتابوں اور مضامین کی شکل میں متعدد تحریریں بھی سامنے آئی ہیں۔
کتابوں میں "اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن" (تنویر احمد علوی)، متنی تنقید (خلیق انجم)،
اور متنی تنقید کے اصول (رشید حسن خاں)، اہم ہیں۔ اس ضمن میں خدا بخش لائبریری
پٹنہ کے زیرِ اہتمام منعقدہ ایک سیمینار کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے جس میں اردو کی
تحقیق و تدوین کی قدر و قیمت پر مقالے پڑھے گئے تھے۔

اردو میں لسانیاتی تحقیق کے اس سرسری جائزے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہمارے یہاں اس مطالعے کی روایت سینکڑوں سال پرانی ہے جس پر روایتی اندازِ فکر کا غلبہ رہا ہے۔ اس کمی کے باوجود لسانیاتی مطالعے کی سمت و رفتار میں قابلِ لحاظ تیزی آئی ہے۔ یہ ابتدائی تیور ہیں جو اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اردو میں لسانیاتی تحقیق کا یہ ورثہ آنے والی نسلوں کے ہاتھوں مستقبل میں زیادہ بہتر اور نکھری ہوئی شکل میں سامنے آئے گا۔

# ۱

# فونیمیات

۱۔۱۔ اردو میں کل فونیموں کی تعداد ۵۸ ہے۔ ان میں ۴۸ قطعدار (SEGMENTAL) اور ۱۰ غیر قطعدار (SUPRA-SEGMENTAL) فونیم ہیں۔ قطعدار فونیموں میں ۳۷ مصمتے ۱۰ مصوتے اور ایک نیم مصوتہ ہے۔ غیر قطعدار فونیموں میں تین سُر (PITCH)، چار اختتامی لہریے (TERMINAL CONTOURS)، ایک وقفہ واز (OPEN JUNCTURE) ایک انفیت (NASALISATION) اور ایک طول (LENGTH) شامل ہے۔

مصمتوں کو دو بڑے گروپوں میں بانٹا کیا جا سکتا ہے یعنی بندشی مصمتے (STOP CONSONANTS) اور جاریہ مصمتے (CONTINUANTS) اپنی طریقِ ادائیگی کے اعتبار سے بندشی مصمتے چھ شقی تضاد رکھتے ہیں یعنی ان میں ہونٹ، دانت، کوز، تالو، غشا اور لہات کی مدد سے فرق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ فونیم مخارج کے لحاظ سے چار شقی تضاد بھی رکھتے ہیں یعنی ہاکاریت اور مسموعیت کی موجودگی

اورعدم موجودگی کے باعث ان میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح اردو کی بندشی آوازوں میں چار دولبی (پ، پھ، ب، بھ)، چار دندانی (ت، تھ، د، دھ)، چار کوزی (ٹ، ٹھ، ڈ، ڈھ)، چار تالوی (ج، جھ، چ، چھ)، چار غشائی (ک، کھ، گ، گھ) اور ایک لہاتی (ق) آواز ہے۔ انھیں گیارہ غیر مسموع (پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، چ، چھ، ک، کھ، ق)، دس مسموع (ب، بھ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ج، جھ، گ، گھ)، گیارہ غیر ہا کاری (ب، پ، ت، ٹ، د، ڈ، ج، چ، ک، گ، ق) اور دس ہا کاری (بھ، پھ، تھ، ٹھ، دھ، ڈھ، جھ، چھ، کھ، گھ) فونیموں کی شکل میں بھی پہچانا جا سکتا ہے۔

جاریہ مصمتے کل ۱۷ ہیں یعنی تین انفی (م، ن، ںگ)، آٹھ صفیری (ف، س، ز، ش، ژ، خ، غ، ہ)، ایک بغلی (ل)، دو تھپکدار (ڑ، ڑھ)، ایک لہردار (ر)، ایک غیر صفیری (و) اور ایک نیم مصوتہ (ی)۔ انفی مصمتے اپنی ادائیگی کے اعتبار سے تین شقی تضاد رکھتے ہیں یعنی ہونٹ، مسوڑہ اور غشا۔ جہاں تک صفیری فونیموں کی طرح ادائیگی کا تعلق ہے، ان میں پانچ شقی تضاد ملتا ہے یعنی لب، دندان، مسوڑہ، تالو، غشا اور حلق۔ /ہ/ فونیم کے علاوہ ان میں مسموعیت کی موجودگی اور عدم موجودگی کی بنیاد پر تضاد پیدا ہو سکتا ہے۔ لہردار، بغلی اور تھپکدار فونیم اپنے اپنے طور پر مسوڑے (لہردار اور بغلی) اور کوز سے تلفظ ہونے کی وجہ سے دو شقی تضاد رکھتے ہیں۔ جہاں تک نیم مصوتے کا تعلق ہے وہ ادائیگی کے اعتبار سے اپنے میں تالو کی بنیاد پر فرق پیدا کرتا ہے۔

اردو میں کل مصوتوں کی تعداد دس ہے۔ دو بالائی (اِی، اُو)، دو نچلے بالائی (زیر، پیش)، تین وسطی (اے، زبر، او) اور تین نچلے (اَے، ا، اَو) ان مصوتوں میں فرق پیدا کرنے کے لئے زبان کی اٹھان کے تین حصے یعنی اگلا، درمیانی اور پچھلا اور زبان کی بلندی کی چار مختلف ڈگریوں مثلاً بالائی، نچلی، بالائی، وسطی اور نچلی کا ہونا ضروری ہے۔ ہونٹوں کی پوزیشن کے اعتبار سے یہ مصوتے ممدری اور غیر ممدری بھی کہے جا سکتے ہیں۔

اردو کے غیر قطعدار ( SUPRA-SEGMENTAL ) فونیم اس طرح ہیں۔ مصوتی انفیت، مصمتی طول، وقفۂ وا، اختتامی لہرے جیسے اعتدالی، طلوعی، غروبی، نچلا طلوعی اور سُر جیسے بالائی، وسطی اور نچلا۔

۱۔ ۲۔ اردو فونیموں کو ذیل کے جدول میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ۲۔ ۱۔ قطعدار فونیم

الف : مصمتے

| طریق ادائیگی / مخارج | | | دولبی | لب دندانی | دندانی | لثوی | کوزی | تالوی | غشائی | لہاتی | حلقی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| بندشی | غیر مسموع | غیر ہکاری | پ | | ت | | ٹ | چ | ک | ق | |
| | غیر مسموع | ہکاری | پھ | | تھ | | ٹھ | چھ | کھ | | |
| | مسموع | غیر ہکاری | ب | | د | | ڈ | ج | گ | | |
| | مسموع | ہکاری | بھ | | دھ | | ڈھ | جھ | گھ | | |
| انفی | مسموع | غیر ہکاری | م | | | ن | | | ڱ | | |
| صفیری | غیر مسموع | غیر ہکاری | | ف | | س | | ش | خ | | ہ |
| | مسموع | غیر ہکاری | | (و*) | | ز | | ژ | غ | | |
| بغلی | مسموع | غیر ہکاری | | | | ل | | | | | |
| لہردار | مسموع | غیر ہکاری | | | | ر | | | | | |
| تھپکدار | مسموع | غیر ہکاری | | | | | ڑ | | | | |
| | مسموع | ہکاری | | | | | ڑھ | | | | |
| نیم مصوتہ | مسموع | غیر ہکاری | | | | | | ی | | | |

* مسموع، غیر ہکاری، لب دندانی، غیر صفیری یا صفیری مصمتہ

ب : مصوتے

ہونٹوں کی گولائی

| ← زبان کے مختلف حصے / ↓ زبان کے مختلف اٹھان | غیر مدور | مدوّر | |
|---|---|---|---|
| | اگلا | درمیانی | پچھلا |
| بالائی | ی | | و |
| نچلا بالائی | زیر | | پیش |
| وسطی | ے | زبر | او |
| نچلا وسطی | اَے | | اَو |
| نچلا | | ا | |

۱-۲-۲- غیر قطعدار فونیم :

الف : انفیت ........ |ں|

ب : طول ........ |-|

ج : وقفہ وا ........ |+|

د : اختتامی لہرے ........ |→ ، ↑ ، ↓ ، ↘|

ح : سُر ........ |۱، ۲، ۳|

## ۱-۳- فونیمیائی تضاد

### ۱-۳-۱ مصمتی تضاد

عام طور پر مصمتی تضاد کی بنیاد تین اہم چیزوں پر ہے۔ مخارج کے علاقے، طریق ادائیگی اور وہ عناصر جن سے بنیادی آوازوں میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جیسے

مسموعیت یا ہاکاریت کی موجودگی یا عدم موجودگی اور طول وغیرہ۔ مختلف عناصر اور ان کی مختلف ساجھے داری فونیموں میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہ تمام عناصر ایک دوسرے کے مقابلے میں تضاد رکھ سکتے ہیں لیکن ذیل میں انھیں کا ذکر کیا جائے گا جو زیادہ روشن اور اہم ہیں:

۱-۳-۱-۱- مخارج کے اعتبار سے تضاد

/م/ اور /ن/ دو ایسے فونیم ہیں جن میں سوائے مخرج کے کوئی تضاد نہیں ملتا۔ دونوں مصمتے ہی مسموع اور غیر ہاکاری ہیں۔ ان کے تضاد کو تضادی جوڑوں (MINIMAL PAIRS) کی مدد سے پیش کیا جاسکتا ہے جیسے /مر/: /نر/ /مالی/: /نالی/۔

۱-۳-۱-۲- طریق ادائیگی کے لحاظ سے تضاد

(الف) بندشی : تھپکدار = /ڈ/: /ڑ/ = /اُجڈ/: /اُجڑ/
(ب) بغلی: لہردار = /ل/: /ر/ = /گل، چال/: /گر، چار/
(ج) لہزار : تھپکدار = /ر/: /ڑ/ = /پر، بری/: /پڑ، پڑی/

۱-۳-۱-۳- مخارج اور طریق ادائیگی کی بنیادوں پر تضاد

(الف) دندانی : کوزی

/ت/: /ٹ/ مثالیں = /تکنا، تن/: /ٹکنا، ٹن/
/تھ/: /ٹھ/ مثالیں = /ساتھ، تھوڑی/: /ساٹھ، ٹھوڑی/
/د/: /ڈ/ مثالیں = /در/: /ڈر/
/دھ/: /ڈھ/ مثالیں = /دھائی، دھونا/: /ڈھائی، ڈھونا/

(ب) دولبی : لب دندانی =

|پ| : |ف| مثالیں = |پانی، پیتا| : |فانی، فیتا|

|پھ| : |ف| مثالیں = |پھن| : |فن|

|ب| : |وْ| مثالیں = |بار، بو| : |وار، وو (وہ)|

(ج) تالوی : غشائی :

|چ| : |ک| مثالیں = |چل، ناچ| : |کل، ناک|

|چھ| : |کھ| مثالیں = |چھل، چھال| : |کھل، کھال|

|ج| : |گ| مثالیں = |جانا، جلنا| : |گانا، گلنا|

|جھ| : |گھ| مثالیں = |جھومنا| : |گھومنا|

(د) غشائی : لہاتی :

|ک| : |ق| مثالیں = |کُل| : |قُل|

|خ| : |ق| مثالیں = |خبر، تخریب| : |قبر، تقریب|

(ح) لثاہیٔ : تالوی :

|س| : |ش| مثالیں = |سب، کس| : |شب، کش|

۱-۳-۱-۴- مصمتوں میں تبدیلیاں لانے والے عناصر میں تضاد

(الف) غیرمسموع : مسموع =

|پ| : |ب| مثالیں = |پانی، باپ| : |بانی، باب|

|پھ| : |بھ| مثالیں = |پھول، پھوکنا| : |بھول، بھوکنا|

|ت| : |د| مثالیں = |تین، تر| : |دین، در|

|تھ| : |دھ| مثالیں = |تھان، تھوکنا| : |دھان، دھوکنا|

|ٹ| : |ڈ| مثالیں = |ٹولی، ٹالنا| : |ڈولی، ڈالنا|

|ٹھ| : |ڈھ| مثالیں = |ٹھل، ٹھیلا| : |ڈھل، ڈھیلا|

| چ | : | ج | مثالیں | = | چال، سچ | : | جال، سج |
| چھ | : | جھ | مثالیں | = | چھال، چھوٹ | : | جھال، جھوٹ |
| ک | : | گ | مثالیں | = | کلی، کل | : | گلی، گل |
| کھ | : | گھ | مثالیں | = | کھولنا، کھل | : | گھولنا، گھل |
| ف | : | و | مثالیں | = | فدا، فرق | : | ودا، ورق |
| س | : | ز | مثالیں | = | سردی، صبح | : | زردی، ذبح |
| ش | : | ژ | مثالیں | = | شاش | : | ژا، ژا |

(ب) غیر ہاکاری : ہاکاری

| پ | : | پھ | مثالیں | = | پایا، پل | : | پھایا، پھل |
| ب | : | بھ | مثالیں | = | بات، بری | : | بھات، بھری |
| ت | : | تھ | مثالیں | = | تالی، تکنا | : | تھالی، تھکنا |
| د | : | دھ | مثالیں | = | دُو، دُلائی | : | دھو، دھولائی |
| ٹ | : | ٹھ | مثالیں | = | مٹائی، ٹل | : | مٹھائی، ٹھل |
| ڈ | : | ڈھ | مثالیں | = | ڈال | : | ڈھال |
| چ | : | چھ | مثالیں | = | چال، چونا | : | چھال، چھونا |
| ج | : | جھ | مثالیں | = | جال، جلنا | : | جھال، جھلنا |
| ک | : | کھ | مثالیں | = | کانا، کل | : | کھال، کھل |
| گ | : | گھ | مثالیں | = | گول، گرنا | : | گھول، گھرنا |
| ڑ | : | ڑھ | مثالیں | = | باڑ | : | باڑھ |

(ج) غیر طول : طول[1]

| ت | : | ت ت | مثالیں | | پتا | : | پتّا |

---

[1] طویل مصوتوں کو آسانی کے تحت دُہرے حروف سے ظاہر کیا گیا ہے۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| د | : | د د | مثالیں | گدا | : | گدّا |
| ٹ | : | ٹ ٹ | مثالیں | مٹی | : | مٹّی |
| چ | : | چ چ | مثالیں | بچا | : | بچّا |
| ک | : | ک ک | مثالیں | پکا | : | پکّا |
| م | : | م م | مثالیں | اماں | : | امّاں |
| ن | : | ن ن | مثالیں | چُنا | : | چُنّا |
| و | : | و و | مثالیں | ہوا | : | ہوّا |
| ل | : | ل ل | مثالیں | بلا | : | بلّا |
| ر | : | ر ر | مثالیں | سری | : | سرّی |
| ی | : | ی ی | مثالیں | نیا | : | نیّا |

نوٹ :۔ اردو میں مزید چند ایسے مصمتے ملتے ہیں جو طویل ہو سکتے ہیں لیکن ان میں غیر طویل کے مقابلے میں تضاد نہیں ملتا، جیسے اپ، ب، ڈ، ج، گ، ف، ز، ش، خ، غ/ دغیرہ۔

### ۱۔۲۔۲۔ مصوتی تضاد

اردو کے مصوتے اپنی خصوصیات، کثرتِ استعمال اور محل و وقوع کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ انھیں زبان کے تین حصّوں یعنی اگلا، درمیانی اور پچھلا۔ چار ڈگریوں جیسے زبان کے اُٹھان کا بالائی حصہ نچلا بالائی حصہ، وسطی حصہ اور نچلا حصہ مزید ہونٹوں کے مدوّر اور غیر مدوّر ہونے سے بھی الگ الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ مصوتوں کے باہمی تضاد کو ذیل کی مثالوں سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

Aurang Zeb Qasmi
Qasmi.Katlang.Mardan

۱-۳-۲-۱- زبان کے مختلف حصوں کے اعتبار سے تضاد

(الف) اگلا : پچھلا

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ای | : | اُو | مثالیں | اِپل | : | اُپول |
| اِ | : | اُ | مثالیں | اِسن | : | اُسن |
| اے | : | او | مثالیں | میل | : | مول |
| اَے | : | اَو | مثالیں | مَیل | : | مول (نا) |

(ب) اگلا : درمیانی : پچھلا

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| اے | : | اَ | : | او |
| بیل | : | بَل | : | بول |

۱-۳-۲-۲- زبان کے اٹھان کی مختلف ڈگریوں کے لحاظ سے تضاد

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بالائی | : | نچلا بالائی | : | وسطی | : | نچلا |
| اِپل | : | مِل | : | میل | : | مَیل |
| — | : | — | : | مَل | : | مال |
| مُول | : | مُلّا | | مول | : | مَول |

۱-۴- فونیموں کی ذیلی شکلوں کی عمومی توضیحات

۱-۴-۱- مصمتے اور ان کی ذیلی شکلیں

اردو میں بعض مصمتے ایسے ہیں جو ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں تبدیلیاں لے آتے ہیں۔ ذیل میں مصمتوں کے ایسے ہی تغیرات سے مخصوص ماحول کے ساتھ بحث کی جا سکتی ہے۔

۱-۴-۱-۱- دو مصوتوں کے درمیان یا لفظ کے آخیر میں مصمتے اپنے مخارج

کے اعتبار سے نسبتاً کمزور ہو جاتے ہیں۔ مصمتوں کے مخارج کے اِس کمزورپن کو رکن کے آخیر میں لفظ کے درمیان بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً :۔

مُ [س] اف ر = مسافر

م ا [ل] د م = مالوم (معلوم)

دَ [ر] خَ [ت] = درخت

ر ِ [ش] و َت = رشوت

ف ُ [ر] س َ ت = فرست (فرصت)

س َ [ج] د َ [ہ] = سجدہ

۱۔۴۔۱۔۲۔ عام طور پر غیر ہاکاری بندشی مصمتے لفظ کے درمیان یا آخیر میں کسی دوسرے مصمتے سے پہلے آئیں تو ساکت ہو جاتے ہیں۔ جیسے :۔

م َ [ک] ت َ ب = مکتب

م َ [ت] ن = متن

ق َ [ب] ز َ ہ = قبزہ (قبضہ)

۱۔۴۔۱۔۳۔ مصمتوں کا خروج انفی عنصر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ لفظ میں کسی انفی مصوتے سے پہلے آئیں، جیسے :۔

[بھ] یں س = بھینس

[گھ] وں گھ َ ٹ = گھونگھٹ

ش َ ر [ت] یں = شرتیں (شرطیں)

۱۔۴۔۱۔۴۔ لثاہی، تالوی یا غشائی مصمتوں کے بعد اگر دندانی بندشی مصمتے آئیں تو وہ ماقبل لثاہی ہو جاتے ہیں ؛ جیسے :

ب َ ر [ت] َ ن = برتن

س َ ک [ت] َ ہ = سکتہ

م ا ل [د] ا ر = مالدار

۱۔۴۔۱۔۵۔لثا ہی انفی مصمتہ جہری CONTINUANT ہونے کی وجہ سے اپنے ماحول سے جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی متعدد ذیلی شکلیں ملتی ہیں جنھیں تفصیل سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) لثا ہی انفی مصمتہ کوزی مصمتے سے پہلے کوزی انفی مصمتے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جیسے:

ا [ن] ڈا = انڈا
ٹھ [ن] ڈ = ٹھنڈ
جھ ُ [ن] ڈ = جھنڈ

(ب) لثا ہی انفی مصمتہ تالوی مصمتوں سے پہلے تالوی انفی مصمتے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جیسے:

پ َ [نٓ] ج َ ہ = پنجہ
گ َ [نٓ] ج َ ہ = گنجہ
ک ا [نٓ] چ = کانچ

(ج) لثا ہی انفی مصمتہ غشائی مصمتوں سے پہلے غشائی انفی مصمتے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جیسے:

س َ [ن] ک ی = سنکی
گ َ [ن] گ ا = گنگا
س ی [ن] گ = سینگ

(د) لثا ہی انفی مصمتہ اگر دندانی مصمتوں سے پہلے آئے تو دندانی انفی مصمتے میں بدل جاتا ہے، جیسے:

گ ِ [نٓ] ت ی = گنتی
ب َ [نٓ] د َ ر = بندر
ا [نٓ] د ھ ا = اندھا

۱۔۴۔۱۔۶۔ مسموع شاہی بغلی مصمتہ اگر کوزی مصمتے سے پہلے آئے تو مسموع کوزی بغلی مصمتے میں بدل جاتا ہے؛ جیسے:۔

ُ [لْ] ٹ ی = الٹی

ب ا [لْ] ٹ ی = بالٹی

۱۔۴۔۱۔۷۔ مسموع شاہی لہردار مصمتہ قدرے بغلی مصمتے میں بدل جاتا ہے اگر وہ بغلی مصمتے سے پہلے آئے؛ جیسے:۔

ب ر [ر] ل ا = برلا

فَ [ر] ل ان گ = فرلانگ

۱۔۴۔۲۔ مصوتے اور ان کی ذیلی شکلیں

۱۔۴۔۲۔۱۔ دسوں سادہ مصوتے اِ ی، ے، اے، اُو، ُ، و، او، ا/ انفی ذیلی شکلیں اختیار کر سکتے ہیں بشرطیکہ

الف = یہ مصوتے انفی مصمتوں کے بعد آئیں

ب = یہ مصوتے انفی مصوتوں سے پہلے یا بعد میں آئیں۔ مثالیں:۔

ج َ و ان [ی] = جوانی

م [و] س َ م = موسم

ل [ا] و ں = لاؤں

س [َ] ن ک ی = سنکی

د ھ [و] ا ں = دھواں

۱۔۴۔۲۔۲۔ مصوتے کوزی ماحول میں قدرے کوزیت کے حامل ہو جاتے ہیں؛ جیسے:۔

آ ٹ [ا] = آٹا

ٹھ [و] ڑ [ی] = ٹھوڑی

ب َ ن ا و [ َ ] ٹ = بناوٹ

ٹ [ ے ] ہ ن ی = ٹھینی

۱۔۴۔۲۔۳۔ بند رکن میں آنے والے مصوتے کھلے رکن میں آنے والے مصوتوں کے مقابلے میں نسبتاً تنگ TENSE ہوتے ہیں؛ جیسے

کھ [ ی ] ر = کھیر

ش َ ر [ ا ] ب = شراب

م [ َ ] س ج [ ِ ] د = مسجد

۱۔۴۔۲۔۴۔ تمام مصوتے طول LENGTH کی دو ڈگریاں رکھتے ہیں یعنی طویل اور لاطویل۔ طول کی یہ تفریق حسب ترتیب کھلے اور بند رکنوں CLOSE AND OPEN SYLLABLES میں محسوس کی جاسکتی ہیں، مثالیں:۔

خ [ و ] ب = خوب

ذ [ ِ ] ک ر = ذکر

گ [ ا ] [ ے ] = گائے

ج [ ا ] ن و [ َ ] ر = جانور

۱۔۴۔۲۔۵۔ اے، او/ مصوتے لفظ کے آخیر میں نسبتاً نچلے ہو جاتے ہیں؛ جیسے :۔

گ ا [ ے ] = گائے

ج ا [ او ] = جاؤ

چ َ ل [ ے ] = چلے

## ۱-۵- فونیموں کی انفرادی صوتی تشریح

### ۱-۵-۱- مصمتے اور ان کی تشریح

#### ۱-۵-۱-۱- دولبی بندشی مصمتے

(الف) /پ/ = غیر مسموع، غیر ہاکاری، دولبی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
پانی، پردہ، سپاہ، کپاس، سانپ، دھوپ۔

(ب) /پھ/ = غیر مسموع، ہاکاری، دولبی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
پھول، پھر، اپھان (یہ مصمتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

(ج) /ب/ = مسموع، غیر ہاکاری، دولبی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
باقی، بخار، سبق، سنبل، شراب، غضب۔

(د) /بھ/ = مسموع، ہاکاری، دولبی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
بھروسہ، بھوک، کبھی، ابھار (یہ مصمتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

#### ۱-۵-۱-۲- دندانی بندشی مصمتے

(الف) /ت/ = غیر مسموع، غیر ہاکاری، دندانی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
تماشہ، تقدیر، متاع، متب (مطب) ثبات، ہمت۔

(ب) /تھ/ = غیر مسموع، ہاکاری، دندانی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
تھوک، تھوڑا، ہاتھی، کتھا، نتھ، ساتھ۔

(ج) /د/ = مسموع، غیر ہاکاری، دندانی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
دماغ، دوست، مدرسہ، جدائی، خود، مسجد۔

(د) /دھ/ = مسموع، ہاکاری، دندانی، بندشی مصمتہ؛ جیسے :-
دھول، دھوبن، کدھر، اندھا، گدھ، باندھ (نا)

۱-۵-۱-۳-کوزی بندشی مصمتے

(الف) |ٹ| = غیر مسموع، غیر ہاکاری، کوزی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
ٹماٹر، ٹوکنا، چٹخ، چانٹا، لوٹ، گھونگھٹ۔

(ب) |ٹھ| = غیر مسموع، ہاکاری، کوزی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے
ٹھوڑی، ٹھوکر، مٹھائی، اٹھنا، اٹھ، کاٹھ۔

(ج) |ڈ| = مسموع، غیر ہاکاری، کوزی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
ڈر، ڈاڑھی، مینڈک، انڈا، جھنڈ، ٹھنڈ۔

(د) |ڈھ| = مسموع، ہاکاری، کوزی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
ڈھائی، ڈھیر، نڈھال، مونڈھا۔

۱-۵-۱-۴-تالوی بندشی مصمتے

(الف) |چ| = غیر مسموع، غیر ہاکاری، تالوی بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
چلمن، چاندنی، قینچی، چمچہ، سچ، ناچ۔

(ب) |چھ| = غیر مسموع، ہاکاری، تالوی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
چھالی، چھوڑ، مچھلی، بچھر، پوچھ، کچھ۔

(ج) |ج| = مسموع، غیر ہاکاری، تالوی، بندشی، مصمتہ ؛ جیسے :-
جسم، جوانی، مسجد، سجاوٹ، حج، جج۔

(د) |جھ| = مسموع، ہاکاری، تالوی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
جھومر، جھیل، مانجھی، مجھے، مجھ۔

۱-۵-۱-۵-غشائی بندشی مصمتے

(الف) |ک| = غیر مسموع، غیر ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-

کتاب، کثرت، مکان، مکتب، پاک، جھلک۔

(ب) /کھ/= غیر مسموع، ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
کھول، کھاد، بکھرنا، مکھی، آنکھ، لاکھ۔

(ج) /گ/= مسموع، غیر ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
گلاب، گدھا، جگر، مہنگائی، سنگ، آگ۔

(د) /گھ/= مسموع، ہاکاری، غشائی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
گھر، گھونسلہ، سونگھنا، بگھی، سونگھ، سنگھ۔

۱-۵-۱-۶-لہاتی بندشی مصمتہ

/ق/= غیر مسموع، غیر ہاکاری، لہاتی، بندشی مصمتہ ؛ جیسے :-
قلب، قسمت، مقام، عقل، حلق، برق۔

۱-۵-۱-۷-دولبی انفی مصمتہ

/م/= مسموع، دولبی انفی مصمتہ ؛ جیسے :-
معلوم، مالک، تمنا، زمانہ، سلام، خم۔

۱-۵-۱-۸-لثاہی انفی مصمتہ

/ن/= مسموع، لثاہی انفی مصمتہ ؛ جیسے :-
نازک، نغمہ، مناسب، صنم، دہن، اعلان

۱-۵-۱-۹-غشائی انفی مصمتہ

/ں/= مسموع، غشائی انفی مصمتہ ؛ جیسے :-
گنگا، تنگی، بھنگ، رنگ (یہ مصمتہ لفظ کے شروع میں نہیں آتا)

۱-۵-۱-۱۰-لب دندانی صفیری مصمتے

(الف) /ف/ = غیر مسموع، لب دندانی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
فہم، فقیر، مسافر، غفلت، تلف، خلاف۔

(ب) /و/ = مسموع، لب دندانی، غیر صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
وہاں، واحد، سوال، محور، نحو، لغو۔

۱-۵-۱-۱۱-لثاہی صفیری مصمتے

(الف) /س/ = غیر مسموع، لثاہی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
سفر، صبح، مسافر، مصلحت، احساس، ردس۔

(ب) /ز/ = مسموع، لثاہی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
زہر، ذاہد، ہضم، منظر، قرض، راز۔

۱-۵-۱-۱۲- تالوی صفیری مصمتے

(الف) /ش/ = غیر مسموع، تالوی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
شباب، شرط، عشق، چشم، کاش، روش

(ب) /ژ/ = مسموع، تالوی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-
ژولا، مژگاں، اژدہا، ژاژ۔

۱-۵-۱-۱۳- غشائی صفیری مصمتے

(الف) /خ/ = غیر مسموع، غشائی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-

۱۰۷.

خوبصورت، خبر، اختر، تخریب، تلخ، سوراخ

(ب) /غ/ = مسموع، غشائی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-

غروب، غافل، مغرب، لغت، تبلیغ، سراغ۔

۱-۵-۱-۱۴- حلقی صفیری مصمتہ

/ہ/ = غیر مسموع، حلقی، صفیری مصمتہ؛ جیسے :-

حسن، حاصل، سہارا، مہک، فلاح، گناہ

۱-۵-۱-۱۵- لثاہی بغلی مصمتہ

/ل/ = مسموع، لثاہی، بغلی مصمتہ؛ جیسے :-

لمحہ، لعنت، علم، مالک، علیل، دل۔

۱-۵-۱-۱۶- لثاہی لہردار مصمتہ

/ر/ = مسموع، لثاہی، بغلی مصمتہ؛ جیسے :-

رکوع، رونق، مغرب، تراش، ہنر، عنصر

۱-۵-۱-۱۷- کوزی تھپکدار مصمتہ

(الف) /ڑ/ = مسموع، غیر ہاکاری، کوزی تھپکدار مصمتہ؛ جیسے :-

بڑا، جھاڑو، اجڑ، موڑ (یہ مصمتہ لفظ کے شروع میں نہیں آتا)

(ب) /ڑھ/ = مسموع، ہاکاری، کوزی تھپکدار مصمتہ؛ جیسے :-

پڑھنا، کاڑھنا، علیگڑھ، پڑھ (یہ مصمتہ لفظ کے شروع میں نہیں آتا)

۱-۵-۱-۱۸- تالوی نیم مصمتہ

/ی/ = مسموع، تالوی، غیر صفیری نیم مصوتہ؛ جیسے :-
پیار، کیا، کئی (یہ نیم مصمتہ بھی لفظ کے شروع میں نہیں آتا)

## ۱-۵-۲- مصوتے اور ان کی صوتی تشریح

۱-۵-۲-۱- اگلے مصوتے

(الف) /ای/ = غیر ممدود، بالائی، اگلا مصوتہ؛ جیسے :-
ایمان، عید، نیند، تین، دی، کلی۔

(ب) /اِ/ = غیر ممدود، نچلا بالائی، اگلا، مصوتہ؛ جیسے :-
اِرادہ، اِرم، کِنارہ، سِتم (یہ مصوتہ لفظ کے آخیر میں نہیں آتا)

(ج) /اے/ = غیر ممدود، وسطی، اگلا مصوتہ؛ جیسے :-
ایک، ایڑ، میلا، تیل، لڑکے، ہوئے۔

(د) /اَے/ = غیر ممدود، نچلا، اگلا مصوتہ؛ جیسے :-
اَعلان، اَیسا، مَیدان، کَیسا، جَیسے، ہَے۔

۱-۵-۲-۲- درمیانی مصوتے

(الف) /اَ/ = غیر ممدود، وسطی، درمیانی مصوتہ؛ جیسے :-
اَندازہ، عَرصہ، مَحنت، دَرخت (یہ مصوتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

(ب) /آ/ = غیر ممدود، نچلا، درمیانی، مصوتہ؛ جیسے :-
آدمی، عادت، سادہ، دماغ، عطا، فنا۔

۱۔۵۔۲۔۳۔ پچھلے مصوتے

(الف) /اُو/ = مدور، بالائی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے :۔
اودھم، اوب، دودھ، سوئی، خوشبو، آبِ جو۔

(ب) /اُ/ = مدور، نچلا، بالائی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے :۔
اُداس، عُمر، مُسلم، تعلق (یہ مصوتہ لفظ کے آخر میں نہیں آتا)

(ج) /او/ = مدور، وسطی، پچھلا مصوتہ؛ جیسے :۔
اوس، پڑوس، مور، جو، کھو۔

(د) /اَو/ = مدور، نچلا، پچھلا مصوتہ؛ جیسے :
عَورت، اَوسط، مَوت، رَونق، سَو، تَو

۱۔۵۔۳۔ غیر قطعدار فونیم اور ان کی تشریح

مجموعی طور پر اردو میں کل غیر قطعدار فونیموں کی تعداد دس ہے۔ ان فونیموں کے ذیل میں ہا کاریت کو شامل نہیں کیا گیا ہے کیونکہ ہا کاریت کی بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بندشی اور تھپکدار مصمتوں کے ساتھ یہ ایک یونٹ کے طور پر استعمال ہوتی ہے بالکل اسی طرح جیسے مسموعیت (تفصیل کے لیے دیکھئے ۱۔۵۔۲۔۵) غیر قطعدار فونیم جہاں کہیں بھی قطعدار SEGMENTAL فونیموں کے ساتھ آتے ہیں، تضاد پیش کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر ان فونیموں سے ذیل میں بحث کی جاتی ہے۔

۱۔۵۔۳۔۱۔ انفیت

اردو میں انفیت کو دو حیثیتوں سے جانا جا سکتا ہے یعنی کمزور WEAK اور طاقت ور STRONG ۔ کمزور انفیت ماحول سے متاثر ہو کر وجود میں آتی

ہے اور کسی بھی مصمتے یا مصوتے کے ساتھ مل کر تلفظ ہو سکتی ہے جب کہ طاقت ور انفیت کی حیثیت بنیادی ہے۔ یہ محض سادہ مصوتوں کے ساتھ لفظ کی مختلف پوزیشنوں میں تلفظ کی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت فونیمیائی ہے۔ صوتی سطح کے ساتھ ساتھ انفیت کی صرفی یا تشکیلیاتی سطح پر بھی اہمیت ہے کیونکہ اس کی موجودگی لفظ میں تعداد وغیرہ کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اردو کے روایتی طرزِ تحریر میں ایسے نون غنہ کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کی مدد سے ہم انفیت کو فونیم کا درجہ دے سکتے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| /ی/ = تھی | = | /یں/ = تھیں |
| /ے/ = سگار | = | /ں/ = سنگار |
| /ے/ = لاے | = | /ئے/ = لائیں |
| /ے/ = لے | = | /ئے/ = لیں |
| /اؤ/ = جو | = | /اؤں/ = جوں |
| /ُ/ = اُگلی | = | /ُں/ = انگلی |
| /و/ = گود | = | /وں/ = گوند |
| /اَو/ = پاؤ | = | /اوں/ = پاؤں |
| /ا/ = ساس | = | /اں/ = سانس |

### ۲.۳.۵.۱ وقفہ وا

صوتی نقطۂ نظر سے وقفہ وا غیر قطعدار عناصر سے مختلف ہے کیونکہ ایسے ایک آواز کی حیثیت سے نہیں سنا جا سکتا۔ اس کی موجودگی کا انحصار محض اندازِ گفتگو پر ہے یعنی ہم کس طرح اور کس رفتار سے بولتے ہیں۔ آہستہ بول چال میں یہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ بہر کیف وقفے کی فونیمیائی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ گفتگو میں آنے سے معنی کا فرق پیدا کر دیتا ہے۔ وقفہ وا جن صوتی تفصیلات

کو پیش کرتا ہے ان میں مصوتے کی کیفیت QUALITY ، اور مقدار QUANTITY مصمتے کا ساکت ہونا یا نہ ہونا، ہوا کے جھونکے کے منہ سے ہلکے سے خارج ہونا، انفی خروج اور مصمتے کی قوی FORTIS یا کمزور LENIS خصوصیات شامل ہیں۔ یہاں ہم وقفے کی جس قسم کو فونیم کی حیثیت دے رہے ہیں اس کی موجودگی سے مارفیموں کی سرحدوں کا تعین بھی ہو سکتا ہے۔ صوتی طرز تحریر میں دو مارفیموں کے درمیان جگہ خالی چھوڑ کر اسے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں وقفے کی فونیمیائی حیثیت کو سمجھنے کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :-

پیلی : پی لی

ہنسنا : ہنس نا

سرکا : سر کا

### ۳۔۳۔۵۔۱۔ طول یا مدت

اردو زبان میں طول یا مدت کی دو ڈگریاں متعین کی جا سکتی ہیں یعنی طویل اور مختصر۔ طول کی یہ ڈگریاں مصمتوں کی سطح پر بنیادی ہیں یعنی فونیم کا درجہ رکھتی ہیں اور جہاں تک مصوتوں کا تعلق ہے ان کی حیثیت ذیلی ہے۔ ان ڈگریوں سے مصمتوں اور مصوتوں دونوں سطحوں پر ذیل میں بحث کی جاتی ہے :-

#### (الف) مصمتی طول

صوتی سطح پر مصمتے طویل اور مختصر ہو سکتے ہیں۔ اردو میں یہ فرق بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ طویل مصمتے ہمیشہ لفظ کے درمیان میں /زبر، زیر، پیش/ مصوتوں کے بعد آتے ہیں۔ فونیمیائی سطح پر جو مصمتے طویل ہو سکتے ہیں ان میں /ت، ٹ، چ، ک، ن، م، د، س، ل، ر، ی/ وغیرہ اہم ہیں۔ اردو میں طویل مصمتوں کو تشدید کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو طول کی

۱- ابتدا ساکن سے محال ہے ۔ ۲- حرکت کے بغیر
تلفظ / ادا نہیں ہو سکتا - حرکت ۳ ... ۴- حرکت ... ۴

بنیاد پر معنی کا فرق ظاہر کرتی ہیں :۔

| طویل مصمتے | | مختصر مصمتے |
|---|---|---|
| اپ پ ا = پتّا | : | ا ت ا = پتا (پتہ) |
| ا د د ا = گدّا | : | ا د ا = گدا |
| اٹ ٹ ا = مٹّی | : | اٹ ا = مٹی |
| اچ چ ا = بچّا (بچّہ) | : | اچ ا = بچا |
| اک ک ا = پکّا | : | اک ا = پکا |
| ام م ا = امّاں | : | ام ا = اماں |
| ان ن ا = سنّی | : | ان ا = سنی |
| او و ا = حوّا | : | او ا = ہوا |
| اس س ا = رسّی | : | اس ا رسیلی |
| ال ل ا = بلّا | : | ال ا = بلا |
| ار ر ا = سرّی | : | ار ا = سری |
| ای ی ا = نیّا | : | ای ا = نیا |

(ب) مصوتی طول

یوں تو مصوتوں کے خفیف اور طویل کے درمیان یا مدت کی مختلف ڈگریوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں ہم ان ڈگریوں کا ہی ذکر کریں گے جو نہ صرف زیادہ روشن ہیں بلکہ جن کی تقسیم اس بحث میں اہمیت بھی رکھتی ہے اپنے ماحول سے متاثر ہو کر مصوتوں کی دو ذیلی شکلیں سامنے آتی ہیں یعنی مصوتے بند رکن CLOSE SYLLABLE میں نسبتاً کم اور کھلے رکن OPEN SYLLABLE میں زیادہ طویل ہو جاتے ہیں۔ یہ فرق مصوتوں کے تلفظ کو کسی ایک ڈگری پر رکھ کر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

کھلا رکن — بند رکن

|ی| = م َس [ی ی] ح ا = مسیحا : ن [ی] ن د = نیند
|ِ| = ج [ِ ِ] ن ا ح = جناح : د [ِ] ن = دن
|ے| = م [ے ے] ر ا = میرا : م [ے] ل = میل
|اَے| = [اَے اَے] س ا = ایسا : چ [اَے] ن = چین
|َ| = ک [َ َ] ر ا م َ ت = کرامت : ب [َ] د = بد
|ا| = م [ا ا] ل ک = مالک : ر [ا] ت = رات
|اؤ| = م [اؤ اؤ] س ا = مؤسا (موسیٰ) : تھ [ؤ] ک = تھوک
|ُ| = م [ُ ُ] ل ا ی َ م = ملایم : م [ُ] ل ت ا ن = مُلتان
|و| = ب [و و] ن ا = بونا : کھ [و] ل = کھول
|اَو| = ہ َ تھ [اَو اَو] ڑا = ہتھوڑا : م [اَو] ل و ی = مولوی

۱۔۵۔۳۔۴۔ اختتامی لہریے اور علامت سُر

اردو میں تین سُر اور چار اختتامی لہرئے ایسے ہیں جنھیں فونیموں کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ یہ اس طرح ہیں :۔

(الف) |۱، ۲، ۳| اونچا، ہموار، نیچا
(ب) |↑، ↓، ↘، →| اعتدال، طلوعی، غروبی اور نچلا طلوعی۔

مثالیں :۔

|غالب ۲، ۱، →| یعنی جواب دیتے ہوئے کہ میں غالب ہوں۔
|غالب ۲، ۱، ↑| یعنی سوال کرتے ہوئے کہ کیا وہ غالب ہے ؟
|غالب ۲، ۱، ↓| یعنی دور سے پکارتے ہوئے کہ او غالب !
|غالب ۲، ۲، ↘| یعنی پہچانتے ہوئے کہ اچھا تم غالب ہو۔

ڈھ رھ کھ گھ مھ (ملھ ۔ مینھ )

### ۱۔۵۔۳۔۵۔۱۔ ہاکاریت

اردو میں صرف بندشی اور تھپکدار دو مصمتوں کی ایسی قسمیں ہیں جہاں ہاکاریت ملتی ہے جیسے /پھ، بھ، تھ، دھ، ٹھ، ڈھ، جھ، چھ، کھ، گھ اور ڑھ/ ان ہاکاری مصمتوں کو ایک صوت اور ایک صوتی عنصر یعنی بندشی صوت اور ہاکاری عنصر جیسے خوشوں CLUSTER کی شکل میں بھی پہچانا جاسکتا ہے لیکن اردو میں ایسا نہیں ہے۔ اس زبان میں بندشی ہاکاری اور تھپکدار ہاکاری مصمتے ایک یونٹ کے طور پر شمار کیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں بندشی ہاکاری اور تھپکدار ہاکاری مصمتے خوشوں کے بجائے محض بندشی اور ہاکاری مصمتوں کی طرح ہی استعمال ہوتے ہیں کیونکہ:۔

(الف) اردو میں لفظ کے شروع میں مصوتے سے پہلے صرف ایک بندشی مصمتہ یا ایک ہاکاری بندشی مصمتہ ہی آسکتا ہے۔

(ب) ہاکاری بندشی مصمتہ لفظ کے درمیان میں اسی طرح آتا ہے جیسے ایک بندشی مصمتہ۔ مثلاً شلجم، الجھن یا بندہ: کندھا۔ ان مثالوں میں /ل ج/ کے مقابلے میں /ل جھ/ یا /ن د/ کے مقابلے میں /ن دھ/ دو مصمتوں کے ایسے خوشے CLUSTERS جنہیں ہیں جن میں پہلے دو مصمتے ایک ہی رکن میں آئیں۔

(ج) اگر غور سے دیکھا جائے تو جو مدت بندشی یا تھپکدار مصمتوں کو تلفظ کرنے میں گزرتی ہے وہی وقت بندشی ہاکاری یا تھپکدار ہاکاری مصمتوں کو ادا کرنے میں لگتا ہے۔

۱؎ بعض ماہرین زبان نے /ن، ل، م/ کی ہاکاری شکلوں یعنی /نھ، لھ، مھ/ کو بھی اردو کے صوتی نظام میں شامل کیا ہے۔

# ۲

# فونیم تقسیمات

۲.۱۔ کسی زبان کی صوتی ساخت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فونیموں کے مختلف خوشوں اور ان فونیموں کی الفاظ میں تقسیم و ترتیب کو سمجھا جائے۔ اس لیے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ موجودہ بحث میں فونیموں کی مختلف کلاسوں میں تقسیم، ان کے خوشوں CLUSTERS کی ساخت کی مختلف بناوٹوں اور رکنوں میں ان کی تقسیم کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

جہاں تک کہ فونیموں کی کلاس کا تعلق ہے، صوتی خصوصیات کی بنیاد پر انھیں ہم مصمتوں، مصوتوں، نیم مصوتوں، انفیت، طول، وقفہ، سُر اور اختتامی لہریے جیسی کلاسوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مصمتے عموماً لفظ کی چھوٹی سے چھوٹی ساخت میں پہلی یا آخری پوزیشن میں آتے ہیں جیسے /کی/ یا/ /اب/۔ بڑی ساختوں میں یہ لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں مصوتوں کے ساتھ آتے

ہیں۔ اردو میں لفظ کے شروع میں مصمتوں کے خوشوں کا رواج نہیں ہے البتہ نیم مصوتے کے ساتھ یہ شروع میں آسکتے ہیں جیسے /کیا/۔ مصمتوں کے خوشے لفظ کے درمیان یا آخر میں کثرت سے آتے ہیں لیکن آخر میں ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ لفظ کے درمیان میں مصوتوں سے پہلے یا بعد میں زیادہ سے زیادہ تین مصمتوں کے خوشے ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پہلے دو مصمتے پہلے رکن کے ساتھ اور آخری مصمتہ اگلے رکن کے ساتھ تلفظ ہوتا ہے۔ اردو میں بعض مصمتے ایسے ہیں جو یا تو لفظ کے شروع میں نہیں آتے یا لفظ کے آخر میں جیسے /گ، ڑھ/ (شروع میں)، /پھ، بھ/ وغیرہ (آخر میں)۔

فونیموں کی دوسری کلاس مصوتے ہیں۔ اردو زبان میں لفظ کی کوئی بھی ایسی ساخت نہیں ہے جو اس کلاس کے کم سے کم ایک ممبر کے بغیر مکمل یا بامعنی کہی جا سکے۔ مصوتے اپنی تقسیم کے اعتبار سے دو ذیلی کلاسوں میں بانٹے جا سکتے ہیں۔ پہلی ذیلی کلاس میں /ی، ے، اَے، ا، اؤ، و، اَو/ مصوتے ہیں جو لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں آسکتے ہیں۔ دوسری ذیلی کلاس /زبر، زیر، پیش/ مصوتوں پر مشتمل ہے۔ یہ مصوتے لفظ کے آخر میں نہیں آتے۔ فونیم کی تیسری کلاس میں نیم مصوتہ آتا ہے۔ یہ ہمیشہ مصوتے سے پہلے ہی آسکتا ہے۔ چوتھی کلاس میں انفی عنصر شمار کیا جا سکتا ہے جو سادہ مصوتوں کے ساتھ تلفظ ہوتا ہے اور لفظ کی تینوں پوزیشنوں — شروع، درمیان اور آخر میں آسکتا ہے لیکن اس کا تمام مصوتوں کے ساتھ تینوں پوزیشنوں میں آنا ممکن نہیں ہے۔ پانچویں کلاس وقفہ وا پر مشتمل ہے جس کا ہر بامعنی صوتی تقسیم کے ساتھ آنا ناگزیر ہے۔ عام طور پر یہ مختلف بامعنی ساختوں کے مختلف رکنوں میں مصمتے یا مصوتے کے ساتھ آتا ہے۔ طول یا مدت کو ہم چھٹی کلاس میں شامل کر سکتے ہیں جو بحیثیت فونیم صرف مصمتوں سے متعلق ہے مصمتوں میں طویل اور مختصر کی بامعنی تفریق محسوس کی جا سکتی ہے۔ طویل مصمتے

لفظ کے درمیان میں ا ِ، ے، ُ ا مصوتوں کے بعد ہی آسکتے ہیں۔ آخری یعنی ساتویں کلاس سُر اور اختتامی لہریوں کی ہے جو مختلف اتصال میں آکر سُر لہر کے نمونوں PATTERNS کو بدلنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

## ۲-۲-۱- رُکنوں کی ساخت

اردو فونیمیات میں رُکن ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو مارفیموں کی تشکیل میں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ایک رُکن ایک صرف ایک مصوتے پر مشتمل ہوتا ہے جس کے شروع یا آخیر میں ایک یا ایک سے زیادہ مصمتے آسکتے ہیں۔ رُکن اپنے شروع میں دو سے زیادہ مصمتوں کے خوشوں کی اجازت نہیں دیتا۔ شروع کے خوشے عام طور پر مصمتے اور نیم مصوتے پر مشتمل ہوتے ہیں دو مصمتوں کے خوشے ایک رُکن میں لفظ کے درمیان یا آخیر میں آتے ہیں۔ ایک رُکن طویل مصمتے یا مشدّد مصمتے کی شکل میں شروع نہیں ہو سکتا۔ ایک مصمتہ جو لفظ کے شروع میں آئے ہمیشہ اپنے بعد کے مصوتے سے متعلق ہوتا ہے۔ لفظ کے شروع میں ہی کوئی رُکن اڑ، ڑھ، ںن ا مصمتوں سے شروع نہیں ہو سکتا۔ کھلے رُکن لفظ کے آخیر میں ا َ، ِ، ُ ا مصوتوں کے ساتھ نہیں آتے۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا رُکن صرف ایک مصوتے پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے جیسے (آ)۔ اردو میں جتنے رُکن پائے جاتے ہیں ان کی ساخت اور ساخت کی مختلف قسموں کو مثالوں کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:۔

## ۲-۲-۱- یک رُکنی ساخت

| | | |
|---|---|---|
| V | : | آ |
| VC | : | آج |
| CV | : | سے |

بلکہ چھوٹے (مقصور) اور بڑے (ممدود) ۱۱۸ مصوتوں کے لیے علامات مختلف ∧ v رکھتا ہیں ۔

c∧c سچ : CVC

cc∧c شرط : CVCC

vyc کیا : CYV

cvyc پیاز : CYVC

۲-۲-۲- دورکنی ساخت

y∧y-y∧y آئی : V-V

y∧c-∧y آدھا : V-CV

چائے : CV-V

vc∧c صدا : CV-CV

سردی : CVC-CV

مزدور : CVC-CVC

باطن : CV-CVC

افواہ : VC-CVC

عورت : V-CVC

اتنا : VC-CV

vy∧c-c∧c سردیاں : CVCC-YV

vc-∧c-∧c جنتری : • CVC-CCV cvc-cc-cc-cv

vc-cc لنگڑا : CVCC-CV cv-cv-cv

---

V = اس سے مراد مصوتہ ہے۔

C = اس سے مراد مصمتہ ہے۔

Y = اس سے مراد نیم مصوتہ ہے۔

درخت : CV-CVCC

سور : CV-VC

پیادا (پیادہ) : CYV-CV

### ۲-۲-۳- سہ رکنی ساخت

ارادا (ارادہ) : V-CV-CV

سلامی : CV-CV-CV

دروازا (دروازہ) : CVC-CV-CV

خوب صورت : CVC-CV-CVC

بہنوئی : CVC-CV-V

پتنگا : CV-CVC-CV

بے واقوف : CV-CV-CVC

عقلمند : V-CVC-CVCC

شرمندا (شرمندہ) : CVC-CVC-CV

شرمندگی : CVC-CVCC-CV

معاملا (معاملہ) : CV-VC-CV

عدالتی : V-CVC-CV

پرہیزگار : CVC-CVC-CVC

رضامند : CV-CV-CVCC

### ۲-۲-۴- چہار رکنی ساخت

کرخنداری : CVC-CVC-CV-CV

ارادتن (ارادۃ) : V-CV-CV-CVC

| | | |
|---|---|---|
| CV-CV-CV-CVC | : | بارا وفات (بارہ وفات) |
| CVC-CV-CV-V | : | دیاسلائی |
| CVC-CV-CV-CV | : | سرے دانی (سرمہ دانی) |
| CVC̄-VC-CV-CV | : | مچھردانی |
| CV-CVC-CV-CV | : | غسل خانا (غسل خانہ) |
| CV-CV-CV-V | : | دولھابھائی |

۲-۲-۵- پانچ رکنی ساخت

| | | |
|---|---|---|
| CV-CVC-CV-CV-CV | : | مقدمہ بازی |
| CV-CVC-CV-CVC-VV | : | ستم ظریفیاں |

۲-۳- "زور" کا مختلف رکنوں میں عمل

اردو زبان میں "زور" کی بنیادی حیثیت نہیں ہے یعنی اس کی مدد سے دو مارفیموں کو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مقابلے میں الگ الگ نہیں پہچانا جاسکتا۔ پھر بھی دو رکنوں کی ساخت کو سمجھنے میں اس سے کافی مدد ملتی ہے۔ ایک سے زیادہ رکنوں والے الفاظ میں ہر رکن یکساں طور پر تلفظ نہیں ہوتا۔ پہلا رکن دوسرے کے مقابلے میں زیادہ زور کے ساتھ ادا ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تین یا چار رکنوں والے الفاظ میں پہلے دو یا پہلا اور تیسرا یا دوسرا اور چوتھا رکن باقی رکنوں کی بہ نسبت زور کے ساتھ تلفظ ہو۔ یہ تفریق اردو میں دو رکنی سے چار رکنی الفاظ میں آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر لفظ میں ایک رکن ہی زور کا متحمل ہوتا ہے لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ مرکب الفاظ میں دو رکن بھی "زور" کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :-

۲-۳-۱۔ اردو کے عام افعال میں ساق کے مصوتے پر روز ہوتا ہے۔ لاحقے نسبتاً کم زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں۔

۲-۳-۲۔ دو رکنی الفاظ میں / ـَ، ـِ، ـُ / مصوتے رکھنے والے رکن نسبتاً زیادہ زور سے تلفظ ہوتے ہیں۔ اگر دونوں رکن ہی اِن مصوتوں کے ساتھ آئیں تو دوسرے رکن پر زیادہ زور ہوگا جیسے / ت َ ک ن ا = تکنا، / م ُ د َ د / = مدد، ل َ ف ظ ی = لفظی وغیرہ۔

۲-۳-۳۔ الفاظ کے پہلے رکنوں میں جب بھی / ی، ے، اَے، اؤ، و، اَو، ا / مصوتے آئیں وہ ہمیشہ زور کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں ؛ جیسے م اَ چ س = ماچس، د ی وار = دیوار، م و ت ی = موتی وغیرہ۔

۲-۴۔ فونیموں کی تقسیم

ہر زبان کی طرح اردو بھی اپنے فونیموں کی تقسیم میں انفرادیت کی حامل ہے۔ اردو میں بعض فونیم ایسے ہیں جو لفظ کی مخصوص پوزیشنوں میں آتے ہیں جب کہ دوسرے فونیم ہر جگہ آ سکتے ہیں۔ یہ پابندی مصوتوں تک ہی محدود نہیں ہے اس کا اطلاق مصوتوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ ذیل میں مصوتوں اور مصمتوں کی الگ الگ تقسیم کا جائزہ لیا جاتا ہے :۔

۱-۴-۱۔ اردو مصوتوں کی تقسیم

۲-۴-۱-۱۔ / ی، اُؤ، ا / مصوتے بلا روک ٹوک لفظ کے شروع، درمیان اور آخیر میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔

۲-۴-۱-۲۔ / ے، اَے، و، اَو / مصوتے بھی لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ لفظ کے آخیر میں اگر کھلے رکن میں آئیں تو / ے، و / تقریباً / اَے، اَو / کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

یہاں ایہ تبدیلی آزاد تبادل (FREE VARIATION) کی حیثیت رکھتی ہے:

پ ے ہ ل ے ہ ائے = پہلے

س ے ہ ائے = سے

چھ ے ہ ائے = چھے (چھ)

د ے کھ و ہ اُو = دیکھو وغیرہ

۲-۴-۱-۳- تمام سادہ مصوتے دونوں رکنوں میں آسکتے ہیں یعنی کھلے اور بند رکنوں میں لیکن / ـَ، ـِ، ـُ / مصوتے کھلے رکن میں لفظ کے آخیر میں نہیں آتے۔

۲-۴-۱-۴- ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مصوتے بغیر مصمتوں کی مدد کے لفظ میں استعمال ہوں۔ عام طور پر مصوتے مصمتوں سے پہلے یا ان کے بعد یا پہلے اور بعد میں آتے ہیں۔ / ڑ، ڑھ / مصمتوں سے پہلے کوئی مصوتہ نہیں آسکتا۔

۲-۴-۱-۵- انفی مصوتے لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں آسکتے ہیں سوائے / ں، ں، ں / انفی مصوتوں کے جو محض لفظ کے درمیان اور شروع میں آتے ہیں۔

۲-۴-۱-۶- انفی عنصر فونیم کی حیثیت سے کسی ایک رکن میں انفی مصمتے سے پہلے نہیں آتا۔

۲-۴-۱-۷- مصوتوں کے چند مخصوص بٹواروں یا تقسیم کا ذکر ذیل کے جدول میں کیا جاتا ہے:-

| | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| -Cاو | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cوٗ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓⌒ | ⌒✓ |
| -Cُ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓⌒ | ⌒✓ |
| -Cاُو | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cا | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cَ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cآئے | ✓ | ✓ | ✓⌒ | ⌒✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cے | ✓ | ✓ | ✓⌒ | ⌒✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cِ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -Cی | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -C# | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| C-# | ✓ | ″ | ✓ | ✓ | ″ | ✓ | ✓ | ″ | ✓ | ✓ |
| -CC | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| CC- | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| C-C | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| -# | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| #- | ✓ | ″ | ✓ | ✓ | ″ | ✓ | ✓ | ″ | ✓ | ✓ |
| مصوتے | ئی | ِ ، | ٗ | آئے | ِ ، | — | اُو | ، | ہ | اُو |

C = مصمتہ

- = وہ جگہ جہاں مصوتہ آسکتا ہے۔

C = وہ جگہ جہاں آزاد بٹوارہ ممکن ہے۔

# = لفظ کا آخر

## ۲۔۴۔۲۔ اردو مصمتوں کی تقسیم

۲۔۴۔۲۔۱۔ اردو کے تمام مصمتے سوائے /پھ، بھ، ڑ، ڑھ اور ںگ/ کے، لفظ کی تینوں پوزیشنوں میں آسکتے ہیں۔ ان مصمتوں میں سے /پھ، بھ/ لفظ کے آخیر میں نہیں آتے اور دوسری طرف /ڑ، ڑھ اور ںگ/ لفظ کے شروع میں نہیں آتے ہیں۔

۲۔۴۔۲۔۲۔ تمام مصمتے مصوتوں سے پہلے اور بعد میں آسکتے ہیں۔ /ڑ، ڑھ/ مصمتے البتہ لفظ میں مصوتوں کے بعد نہیں آتے۔

۲۔۴۔۲۔۳۔ مصمتوں کے خوشے (CLUSTERS) لفظ کے شروع میں نہیں آتے۔ البتہ ب، پ، ک، گ / مصمتے / ی / نیم مصمتے کے ساتھ اس پوزیشن میں ممکن ہیں۔

۲۔۴۔۲۔۴۔ نیم مصوت لفظ کے آخیر میں مصوتے کے بعد نہیں آتا ہے۔

۲۔۴۔۲۔۵۔ ہاکاری مصمتے لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آسکتے ہیں لیکن ان کی مشدد شکلیں (طویل ہاکاری مصمتے) ممکن نہیں ہیں۔ درمیان میں جہاں یہ صورت ہوتی ہے وہاں ان مصمتوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے؛ جیسے مَ کھ کھ ی > مَ ک کھ ی = مکھی، مَ چھ چھ ر > مَ چ چھ َ ر = مچھر وغیرہ۔

۲۔۴۔۲۔۶۔ بحیثیتِ فونیم صفیری مصمتوں کی مسموع شکلیں طویل یا مشدد نہیں ہوسکیں۔

۲۔۴۔۲۔۷۔ طویل مصمتے مصوتوں کے درمیان محض اس بنیاد پر آسکتے ہیں کہ ان مصوتوں میں سے پہلا مصوتہ /َ، ِ، ُ/ مصوتوں میں سے کوئی ایک ہو۔

۲۔۴۔۲۔۸۔ کوزی تھپکدار ہاکاری اور غیر ہاکاری /ڑ اور ڑھ/

دونوں ایسے مصمتے ہیں جو دوسرے کوزی مصمتوں کے ساتھ نہیں آتے۔

۲۔۳۔۲۔۹۔ مسموع صفیری کبھی بھی غیر مسموع صفیری مصمتوں کے ساتھ خوشوں میں نہیں آتے۔

۲۔۴۔۲۔۱۰۔ ہاکاری بندشی مصمتے کسی دوسری شق کے بندشی مصمتوں کے ساتھ نہیں آتے۔

۲۔۴۔۲۔۱۱۔ دو ہاکاری مصمتے کبھی ایک ساتھ نہیں آتے۔ اگر ایسا ہو تو پہلے مصمتے کی ہاکاریت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔۴۔۲۔۱۲۔ مختلف شقوں کے دو کوزی مصمتے ایک ساتھ نہیں آتے۔

۲۔۴۔۲۔۱۳۔ نیم مصوتہ کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

۲۔۴۔۲۔۱۴۔ /ڑ/ اور /ڑھ/ مصمتے ہمیشہ انفی مصوتے یا انفی مصمتے کے بعد ہی آتے ہیں۔

۲۔۴۔۲۔۱۵۔ لب دندانی، غیر صفیری مصمتہ /و/ کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آتا۔

ذیل کے جدول میں مصمتوں کی تقسیم پیش کی جاتی ہے

| VY- | #-V | -CC | V-C | C-V | C-C | V-V | V-# | مصمتے |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | پ |
| | | | | | | ✓ | ✓ | پھ |
| ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | ب |
| | | | | | | ✓ | ✓ | بھ |
| | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ت |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | تھ |
| ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | د |
| | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | دھ |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ٹ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ٹھ | ✓ | ✓ | | | | | ✓ | |
| ڈ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ڈھ | ✓ | ✓ | | | | | ✓ | |
| چ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| چھ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ج | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| جھ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ک | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ |
| کھ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| گ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ |
| گھ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ق | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| م | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ن | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| نگ | | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ف | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| و | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | - | ✓ | |
| س | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | - | ✓ | ✓ |
| ز | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | - | ✓ | |
| ش | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | - | ✓ | |
| ژ | ✓ | ✓ | | ✓ | | | ✓ | |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| خ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | – | ✓ |
| غ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | – | ✓ |
| ہ | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | – | ✓ |
| ل | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | – | ✓ |
| ر | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | – | ✓ |
| ڑ | | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ |
| ڑھ | | ✓ | | ✓ | ✓ | | ✓ |
| ی | ✓ | ✓ | | ✓ | ✓ | | |

### ۵.۲ اردو فونیم اور ان کے خوشے

اس سے پہلے کہ خوشوں CLUSTERS کی بحث کی جائے، ہمیں ان سے متعلق عام غلط فہمی کو دور کر لینا چاہیے۔ عام طور پر لفظ میں کسی مصوتے کی مداخلت کے بغیر جو مصمتے برابر برابر آتے ہیں، انھیں خوشے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ماہرین لسانیات نے خوشوں کی جو تعریف کی ہے، اس کے لحاظ سے یہ غلط ہے البتہ ایسی تقسیم کو مصمتوں کا سلسلہ CONSONANTALSEQUENCES کہا جا سکتا ہے زبان میں ایسے سلسلے مصوتوں کے بھی مل سکتے ہیں۔ خوشوں کی تعریف کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مختلف مصمتوں کا کوئی ایسا سلسلہ جو بنا کسی صوتی رکاوٹ کے ایک ہی رکن کے ساتھ ادا ہو، مصمتوں کا خوشہ کہلاتا ہے۔ یہ خوشے اردو میں دو سے تین مصمتوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ مصمتوں کی تعداد کی بنیاد پر خوشوں کو دو مصمتی خوشہ یا سہ مصمتی خوشہ کہا جا سکتا ہے۔ اسی تعریف کی بنیاد پر ہم اردو کے مختلف خوشوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

اردو میں خوشوں کی تعداد دوسری ہند آریائی زبانوں کے مقابلے میں

کم ہے بمصتوں کے خوشے لفظ کے شروع میں نہیں کے برابر ہیں البتہ درمیان میں اور لفظ کے آخیر میں ان کی تعداد خاصی ہے۔ شروع کے خوشے چند مخصوص مصمتوں + نیم مصوتے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ درمیان میں جو خوشے ملتے ہیں وہ مصمتوں کی مختلف قسموں پر مشتمل ہو سکتے ہیں لیکن یہاں بھی ان کی تعداد محدود ہے۔ لفظ کے آخیر میں البتہ دو مصمتوں کے خوشے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اردو کے تین مصمتوں پر مشتمل خوشوں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ ایسے خوشوں میں عام طور پر تیسرا ممبر نیم مصوتہ ہوتا ہے۔ دو مصمتی خوشوں میں ایک ہی شق کے بندشی مسموع اور بندشی غیر مسموع مصمتے نہیں آتے۔ /ڑ/ مصمتہ کسی خوشے میں پہلے ممبر کی حیثیت سے نہیں آ سکتا۔ /ہ/ مصمتہ ایک خوشے میں دوسرے ممبر کی جگہ نہیں لے سکتا ہے اور نہ ہی ایک خوشے میں نیم مصوتے کو پہلے ممبر کی جگہ نصیب ہو سکتی ہے۔

اردو میں عام رواج یہ ہے کہ مستعار الفاظ کے خوشوں کو اس صورت میں مصوتے کی مداخلت سے توڑ دیا جاتا ہے جب وہ لفظ کے شروع یا آخیر میں خوشوں پر مبنی ہوتے ہیں جیسے :

س ک و ل = سکول (انگریزی) > اِس ک و ل = اسکول (اردو)

ب رہ م مَ ٹ = برہمٹ (سنسکرت) > بِ رہ مَ م نَ = برہمن (اردو)

ذیل میں اردو میں پائے جانے والے مختلف خوشوں کی صورت حال کچھ اس طرح ہے :-

۲.۵.۱۔ ابتدائی خوشے

| دوسرا ممبر | + | پہلا ممبر |
|---|---|---|
| /ی/ | + | /پ، ب، ک، گ، د، س، خ/ |

مثالیں۔

اپ ی ا : پیادہ، پیالی، پیاس
اب ی ا : بیاہ، بیاسی
اک ی ا : کیا، کیاری
اگ ی ا : گیارہ
اس ی ا : سیاہ، سیاہی
اخ ی ا : خیال، خیانت

۲۔۵۔۲۔ درمیانی خوشے

| پہلا ممبر | + | دوسرا ممبر |
|---|---|---|
| اف، ر، ز، ن، پ | | ات، د، غ، ڈ، گ، ک، ک |
| م، ب، ل، د، س، ت/ | | ن، ز، ب، د، س، ت، ر، م، ف/ |

مثالیں:۔

| | |
|---|---|
| اف ت/ : گفتگو | ار م ا : شرمناک |
| ار د ا : سردیاں | اب ز ا : سبزواری |
| ار غ ا : مرغیاں | ار ب ا : کربناک |
| ان ڈ ا : پنڈلی | ال د ا : جلدباز |
| ان گ ا : رنگریز، جنگجو | از د ا : ارزداشت (عرضداشت) |
| ان ت ا : جنتری، سنترہ | ان ز ا : طنزیہ |
| ان ک ا : سنکیا | ار ت ا : شرتیہ (شرطیہ) |
| اپ ک ا : چھپکلی | اد س ا : قدسیہ |
| ات ر ا : اتردان (عطردان) | اس ت : دستیاب |
| ان د / : پندرہ | |

نوٹ :۔ عام طور پر اردو میں ان الفاظ میں ہی درمیانی خوشے مل سکتے ہیں جن الفاظ کے درمیان تین مصمتے آتے ہیں۔ خوشوں کی تعریف کو اگر نظرانداز کر دیا جائے تو مصمتوں کے سلسلوں SEQUENCE کی تعداد اردو میں خاصی طویل ہے۔

۳۔۵۔۲۔ آخری خوشے

| پہلا ممبر | + | دوسرا ممبر |
|---|---|---|
| اب، ر، س، ن، ق، ل، ک | | ات، د، ز، خ، غ، ب، |
| ش، ف، ز، خ، ت، ج | | ر، س، گ، چ، ج، ف، |
| م، غ، د ا | | ل، ق، ن، و، ک، م، پ ا |

مثالیں :۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| اب ت ا | : | ضبت (ضبط) | ان س ا | : | ہنس (پرندے کا نام) |
| ا ر د ا | : | سرد | اق س ا | : | رقس (رقص) |
| اس ت ا | : | شست | ار ب ا | : | کرب |
| ا ر ز ا | : | ارز (عرض) | ال د ا | : | جلد |
| اخ ت ا | : | درخت | ان گ ا | : | جنگ |
| ا ر خ ا | : | سرخ | اک ر ا | : | شُکر |
| ا ر غ ا | : | مرغ | اب ر ا | : | ابر |
| اس ب ا | : | نسب (نصب) | ا ر چ ا | : | مرچ |
| اس ر ا | : | اسر (عصر) | ا ر ج ا | : | برج |
| اب ز ا | : | قبز (قبض) | اش ت ا | : | دشت |
| ا ر س ا | : | ہرس (حرص) | اف س ا | : | نفس |
| ان ڈ ا | : | جھنڈ | اس ت ا | : | دست |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ق ل | عقل | ش ک | مشک |
| ز ق | رزق | ت ر | اتر (عطر) |
| ف ت | ہفت | غ و | لغو |
| ر ق | برق | ت ق | نطق |
| ب ز | سبز | ن ز | طنز |
| خ ت | تخت | د ق | صدق |
| ن ج | گنج | س م | جسم |
| ق ت | وقت | ب ل | قبل |
| ر د | درد | ق س | نقس (نقص) |
| ت ن | بتن (بطن) | ت ف | لتف (لطف) |
| ج و | ہجو | س خ | نسخ |
| ر ک | ترک | س ل | غسل |
| ت ف | اتف (عطف) | خ م | زخم |
| ل خ | تلخ | س پ | دلچسپ |
| ق ف | وقف | ن د | قند |
| ر ف | حرف | ل ک | ملک |
| ز م | بزم | ک ر | ذکر |
| ش ق | اشق (عشق) | ت ر | قتر (قطر) |
| ز د | نزد | س ف | وسف (وصف) |

# ۳

# مارفونیمیات

۳۔۱۔ الفاظ کی تشکیل کے وقت کچھ ایسے عمل ہوتے ہیں جن کے تحت مارفیموں کی صوتی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں زبان کے اپنے صوتی وصرفی مزاج کے مطابق مختلف انداز میں رونما ہوتی ہیں۔ جہاں تک اردو کا تعلق ہے الفاظ کی تشکیل کے وقت خصوصاً الحاقیانے AFFIXATION میں یہ عمل زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دو رکنی مادوں کے دوسرے رکن کا /اَ/ مصوتہ کسی لاحقے کے جڑنے سے تلف ہو جاتا ہے بشرطیکہ ساق کی ساخت c vcvc ہو؛ جیسے ک+ا+غ+َ+ذ= کاغذ+ اوں ⟸ کاغذوں، پ+َ+ل+َ+ک= پلک+ اوں ⟸ پلکوں وغیرہ۔ اسی طرح فونیموں میں داخلی تبدیلیاں بھی ممکن ہیں؛ جیسے ل+وُ+ٹ= لوٹ+ ایرا= ل+ے+ٹ+ے+را = لٹیرا (یہاں /وُ/ مصوتہ ے میں بدل گیا ہے)، آ+پ= آپ+ نا= اَ+پ+ن+ا ⟸ اپنا۔ (یہاں آ مصوتہ َ میں بدل گیا ہے) وغیرہ۔ اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں فونیم یکسر بدل گئے ہیں؛ جیسے: ب+ے+چ+ن+ا= بیچنا ⟸ ب+ِ+ک+ن+ا ⟸ بِکنا (یہاں /ے/ بدل کر ِ اور /ج/ بدل کر /ک/ ہو گیا ہے/)، پھ+و+ڑ+ن+ا = پھوڑنا ⟸ پھوٹنا (یہاں /و/ بدل کر /وُ/ اور /ڑ/ بدل کر /ٹ/ ہو گیا ہے)۔ بعض موقعوں

پرمارفیم تک اپنی شکل بدل لیتے ہیں، جیسے جانا => گیا؛ ایک => پہلا وغیرہ۔
اکثر زبانوں میں مسلسل بول چال ( CONTINUOUS SPEECH ) کے وقت ایک فونیم اپنے قبیل کے دوسرے فونیم کی صوتی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے۔ اردو میں ایسی تبدیلیوں کی صوتی توضیح پیش کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ساق کے آخر میں غیر مسموع یا مسموع مصمتے ہوں اور جڑنے یا بعد میں آنے والے یونٹ کے شروع میں مسموع یا غیر مسموع مصمتے ہوں تو مادے کے آخری مصمتے بھی علی الترتیب مسموع یا غیر مسموع ہو جاتے ہیں، مثالیں: رات دن => راد دن، اُب تک => اُپ تک، آج کل => آچ کل، از سرِ نو => اَس سرِ نو وغیرہ۔

## ۳۔۲۔ ہندسوں کی ساخت اور مارفونیمیاتی تبدیلیاں

مارفونیمیاتی ( MORPHOPHONEMIC ) نقطۂ نظر سے اردو ہندسوں کی ساخت اور ان کی تشکیل کا مطالعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اردو ہندسوں کی ساخت کے تجزیاتی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندسوں کی تشکیل کے وقت کئی طرح کی صوتی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جنھیں ہم مختلف ناموں سے پکار سکتے ہیں؛ مثلاً فونیم کا تلف ہو جانا؛ فونیم میں داخلی یا خارجی تبدیلی، انفی عنصر کا انفی مصمتے میں بدل جانا۔ فونیم کا اضافہ اور غصب (SUPPLESTON) وغیرہ۔ اردو زبان میں ایک سے سو تک کی گنتی کو سامنے رکھ کر اس کی تشکیل کے وقت جو صوتی تبدیلیاں سامنے آتی ہیں ان کے اصول وضع کیے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں ان صوتی تبدیلیوں کے اصول، ان کی وضاحت اور ہندسوں کا الگ الگ مارفونیمیاتی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

### ۳۔۲۔۱۔ ہندسوں کی صوتی تبدیلیوں کے اصول

۳۔۲۔۱۔۱۔ فونیم کا تلف ہو جانا۔ (ا، ں، ن ، ر، چ، ت، ب، ہ => ھ)

۳.۲.۱.۱.۱.۱. یک رکنی عددی ساق /ا/ سے شروع ہونے والے کسی لاحقے کے ساتھ جڑنے پر اپنا آخری مصوتہ /ا/ کھو بیٹھتا ہے؛ جیسے با۔ (دو : اصول: ۳.۲.۱.۷.۱۰) + ۔ آنوے > نوّے کا لاحقہ => بانوے (۹۲)۔ یہ عمل اس وقت بھی ہوتا ہے جب دو ایسے رکن ایک ساتھ آئیں جن میں پہلے کے آخر میں اور دوسرے کے شروع میں /ا/ مصوتہ ہو۔

۳.۲.۱.۱.۲. یک رکنی عددی ساق کسی لاحقے کے جڑنے سے اپنی صوتی انفیت کھو بیٹھتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس ساق کا آخری مصمتہ تلف ہو جائے؛ جیسے پانچ + بیس => پچ ج ۔ (پانچ = اصول ۳.۲.۱.۲.۴،۴.۳.۲.۲.۵) + ۱۰اپیس (بیس = اصول ۳.۲.۳.۲) پچیس (۲۵)۔

۳.۲.۱۱.۳. ایسی تمام ساقیں جو آخر میں /ن/ رکھتی ہوں، لاحقوں کے ساتھ جڑنے پر /ن/ کھو بیٹھتی ہیں بشرطیکہ لاحقوں کے شروع میں /ت، ر یا ہ/ مصمتے آئیں، جیسے تین + دس => تے ۔ (تین، اصول ۳.۲.۱.۲.۸ اور زیر نظر اصول) + ۔ را "دس کا لاحقہ" = تیرا (۱۳)۔

۳.۲.۱.۱.۴. چار ہندسے کی ساق اپنا /ر/ کھو دیتی ہے اگر اس میں مصمتے سے شروع ہونے والا کوئی لاحقہ جوڑا جائے؛ جیسے چار + تیس = چوں۔ (چار = اصول ۳.۲.۱.۲.۹، زیر نظر اصول) + ۔ تیس = چونتیس (۳۴)۔

۳.۲.۱.۱.۵. ساق کا آخری /چ/ اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے اگر وہ کسی مصمتے سے شروع ہونے والے لاحقے کے ساتھ آئے؛ جیسے پانچ + ساٹھ => پیں۔ (پانچ: اصول ۳.۲.۳.۲.۶) = پینسٹھ (۶۵)۔

۳.۲.۱.۱.۶. ساق کا آخری /ت/ کسی لاحقے کے شروع کے /ت/ میں ضم ہو جاتا ہے اگر یہ دونوں ایک ساتھ آئیں؛ جیسے سات + تیس => سیں۔ (سات اصول = ۳.۲.۱.۲.۸، زیر نظر اصول) + تیس = سینتیس (۳۷)۔

۳.۲.۱.۱.۷. /ب/ سے شروع ہونے والی ساق اگر بہ لاحقے کے طور پر استعمال

ہو تو اپنے /ب/ مصمتے کو ختم کر دیتا ہے؛ جیسے تین + بیس => تے ۔ (د تین = اصول ۳-۲-۱-۲-۸، اصول ۳-۲-۱-۱-۳) + ۔ ایس (د بیس، زیر نظر اصول) = تیئیس (۲۳)۔

۳-۲-۱-۲۔ فونیم میں داخلی تبدیلیاں (ک => کھ، چ => چھ / مصمتہ => مصمتہ مصمتہ؛ ہ => ی)

۳-۲-۱-۲-۱۔ ساق کا آخری مصمتہ /ک/ ایسے لاحقوں کے ساتھ جڑنے پر جن کے شروع میں /ہ/ ہو /کھ/ میں بدل جاتا ہے؛ جیسے ایک + ستر => اِک ۔ (د ایک: اصول ۳-۲-۱-۲-۷) + ۔ ہتّر، "ستّر کا لاحقہ" = اکھتّر (۷۱)۔

۳-۲-۱-۲-۲۔ ساق کا آخری /چ/ ایسے لاحقوں کے ساتھ جڑنے پر جن کے شروع میں /ہ/ ہو /چھ/ میں بدل جاتا ہے؛ جیسے پانچ + ستّر => پچھ ۔ (د پانچ = اصول ۳-۲-۱-۲-۷، ۳-۲-۱-۱-۲ اور زیر نظر اصول) + = ستّر (بطور لاحقہ) = پچھتّر (۷۵)۔ یہی صورت /ن/ کی بھی ہے؛ جیسے انھتر (۶۹)۔

۳-۲-۱-۲-۳۔ مصمتے سے شروع ہونے والی ساق اگر کسی ایسے سابقے کے ساتھ جڑے جو /ۓ، ہ، ے/ میں سے کسی ایک مصوتے پر ختم ہو تو وہ مصمتہ مشدّد GEMMINATION) ہو جاتا ہے؛ جیسے دو + تیس => بَ ۔ (د دو بحیثیت سابقہ): اصول ۳-۲-۱-۷-۱) تیس (د تیس: اصول زیر نظر) ۔ بتّیس (۳۲)۔

۳-۲-۱-۲-۴۔ ساقوں کے پہلے رکنوں کے مصوتوں کی تبدیلی کے وقت ان سے متعلق مصمتے مشدّد ہو جاتے ہیں؛ جیسے ایک + پچاس ۔ اِکّ ۔ (د ایک: اصول ۳-۲-۱-۲-۷ اور زیر نظر اصول) ۔ یا ۔ (اصول ۳-۲-۱-۵-۵) + ۔ وَن (پن = اصول ۳-۲-۱-۳-۱) = اکیاون (۵۱)۔

۳-۲-۱-۲-۵۔ ہندسی لاحقے کے شروع کا /ہ/ نیم مصوتہ /ی/ میں بدل جاتا ہے اگر اسے ایک ایسی ساق کے ساتھ جوڑا جائے جس کے آخری رکن کا مصمتہ ہکاری ہو؛ جیسے چھ + ستّر => چھے + یتّر = چھیتّر (۷۶)۔

۳-۲-۱-۲-۶۔ کسی سابقے یا لاحقے کے جڑنے سے ہندسی ساق کے /اُو، اُو/ مصوتے

/ے/ میں بدل جاتے ہیں؛ جیسے نو + واں (صفت کا لاحقہ) => نَ (< نو: زیرِ نظر اصول کے تحت) + ـ واں ← نواں۔ ننیانوے کا ہندسہ اس اصول سے مستثنیٰ ہے جہاں نو کا /او/ مصوتہ /ـِ/ میں بدل گیا ہے؛ جیسے نو + آنوے (نوے کا لاحقہ) => نِن (< نو: زیرِ نظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۲-۶) + ن (اصول: ۳-۲-۱-۵-۳) + آنوے (نوے کا لاحقہ) ← ننیانوے (۹۹)۔

۳-۲-۱-۲-۷۔ ساق میں کسی سابقے یا لاحقے کے جڑنے کے بعد اُن کے /اے/ اور /ا/ مصوتے /ـِ/ میں بدل جاتے ہیں؛ جیسے: پانچ + اسّی => پچ (< پانچ: زیرِ نظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۱-۲) + یَ + (اصول ۳-۲-۱-۵-۴) + اسی (اسّی کا لاحقہ) = پچیاسی (۸۵)۔

۳-۲-۱-۲-۸۔ یک رکنی بند ہندسی ساقیں اپنے /ی، ا/ مصوتوں کو /اے/ میں بہ . دیتی ہیں اگر ان کے شروع میں لث دندانی (ALVEODENTAL) مصمتے آئیں؛ جیسے تین + اُسّی ← تیر۔ (< تین: زیرِ نظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۳-۵) + اسی (< اسّی کا لاحقہ) = تیراسی (۸۳)۔ پانچ + چالیس => پَیں۔ (< پانچ: زیرِ نظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۱-۲، ۳-۲-۱-۱-۱) + ـ تالیس (< چالیس = اصول: ۳-۲-۱-۳-۴) چالیس کا لاحقہ = پینتالیس (۴۵)۔

۳-۲-۱-۲-۹۔ /ا/ پر مشتمل بند رکنی ساقیں اپنے مصوتوں کو /او/ میں بدل دیتی ہیں اگر اُن سے جڑنے والے لاحقے اپنے شروع میں مصمتے رکھتے ہوں؛ جیسے چار + دس => چَو (< چار: زیرِ نظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۱-۴) + ـ دا (دا: اصول ۳-۲-۱-۳-۶) دس کا لاحقہ = چَودا (چودہ = ۱۴)۔

۳-۲-۱-۲-۱۰۔ /اے/ مصوتے پر مشتمل یک رکنی ساق کسی لاحقے کے جڑنے سے اپنے اس مصوتے کو /ـَ/ میں بدل دیتی ہے؛ جیسے چھ + پچاس => چَھ (< چھے: زیرِ نظر اصول کے تحت) + ـ پَن "(پچاس کا لاحقہ"، ۳-۲-۱-۳-۳) = چھپّن (۵۶)۔

۳-۲-۱-۲-۱۱۔ ہندسی ساق جو طویل مصوتے سے پہلے /ـُ/ مصوتہ رکھتی ہو اگر کسی

سابقے کے ساتھ آئے تو اس کا مصوتہ /ا/ ہو جاتا ہے، جیسے: اَسّی > آسی۔
مثال = چَور (> چار: اصول ۳-۲-۲-۲) + آسی (> اَسّی = زیر نظر اصول کے تحت) = چَوراسی (۸۴)۔

۳-۲-۱-۲-۱۲۔ ہندسی ساقوں کے /ای، اوٗ، آ/ مصوتے کسی لاحقے کے جڑنے سے حسب ترتیب /ہ، ۂ، ے/ میں بدل جاتے ہیں۔

۳-۲-۱-۲-۱۳۔ /او/ مصوتہ /ہ/ میں بدل جاتا ہے بشرطیکہ اس مصوتے کے بعد کا رکن /یا/ پر مشتمل ہو، جیسے نِنیانوے۔

### ۳-۲-۱-۳۔ فونیم میں خارجی تبدیلیاں

۳-۲-۱-۳-۱۔ /پ/ > /و/

یا (> دو: اصول = ۳-۲-۱-۲-۱) + ون (< پن "پچاس کا لاحقہ" زیر نظر اصول کے تحت) = باون (۵۲)۔

۳-۲-۱-۳-۲۔ /ت/ > /ڑ/

سَتڑ (> سات: اصول ۳-۲-۱-۲-۱۲ اور زیر نظر اصول) + سُٹھ (> ساٹھ: اصول: ۳-۲-۱-۲-۸) = سَتڑسٹھ (۶۷)۔

۳-۲-۱-۳-۳۔ /ٹھ/ > /ڑ/

اَڑ (د آٹھ۔ اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۳ اور زیر نظر اصول) + سَٹھ (> ساٹھ اصول ۳-۲-۱-۲-۱۲) = اَڑسٹھ (۶۸)۔

۳-۲-۱-۳-۴۔ /چ/ > /ت/

اِک (> ایک = اصول: ۳-۲-۱-۲-۷) + تالیس (> چالیس: زیر نظر اصول کے تحت) "چالیس کا لاحقہ" = اکتالیس (۴۱)۔

۳-۲-۱-۳-۵۔ /ن/ > /ر/

ترِ (> تین = اصول ۳-۲-۱-۲-۱۲) + اے + (اصول ۳-۲-۱-۵-۶) + پن "پچاس کا لاحقہ" = ترپن (۵۳)۔

۳-۲-۱-۳-۶-/ڑ/ > /ڈ/

چَودَ < چار: اصول: ۳-۲-۱-۲؛ ۳-۲-۱-۱-۶ و ۳-۲-۱-۱-۴) + دا < دا زیرنظر اصول کے تحت) "دس کا لاحقہ" = چَودا (چودہ ۱۴)۔

۳-۲-۱-۳-۷-/ڑ/ > /ل/

سُو < چھ: اصول = ۳-۲-۱-۶-۲) + -لا < را = زیرنظر اصول) "دس کا لاحقہ" = سولا (سولہ ۱۶)۔

## ۳-۲-۱-۴- انفی عنصر کا انفی مُصَمّتے میں بدل جانا

پانچ کی انفیت انفی مصوتے میں بدل جاتی ہے اگر اس ہندسی مادّے میں -را "دس کا لاحقہ" جوڑ دیا جائے؛ پَن- < پانچ: اصول ۳-۲-۱-۲-۱۲، زیرنظر اصول کے تحت، ۳-۲-۱-۱) + -د- (اصول: ۳-۲-۱-۵-۱) + را "دس کا لاحقہ" => پندرا (پندرہ ۱۵)۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انفی مصمتہ انفی عنصر میں تبدیل ہو جاتا ہے بشرطیکہ جڑنے والا لاحقہ /ت/ سے شروع ہو۔

## ۳-۲-۱-۵- فونیم کا اضافہ

اردو میں بعض مخصوص حالتوں میں ساقوں اور سابقوں یا لاحقوں کے درمیان فونیم کا مصمتے یا مصوتے کی شکل میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ساق یا سابقے یا لاحقے کے ساتھ تلفظ ہوتے ہیں۔ مثالوں کے لیے ذیل کی سطریں ملاحظہ فرمائیے۔

۳-۲-۱-۵-۱- /د/ مصمتہ /ن/ اور /ر/ کے مصمتی سلسلے (SEQUENCE) کے درمیان ایک اضافی عنصر کی شکل میں آتا ہے؛ جیسے پَن- < پانچ۔ اصول: ۳-۲-۱-۲-۸، ۳-۲-۱-۴ ، ۳-۲-۱-۱) -د- (زیرنظر اصول کے تحت + -را "دس کا لاحقہ" => پندرہ (۱۵)

۳-۲-۱-۵-۲- /و/ مصمتہ /ے/ اور /ا/ مصوتوں کے درمیان ایک ربطی عنصر کی حیثیت سے آتا ہے؛ جیسے چَ- < چار = اصول: ۳-۲-۱-۱) => چوالیس (۴۴)

۳۔۲۔۱۔۵۔۳۔ /ن/ مصمتہ /ـہ/ اور /ا/ مصوتوں کے درمیان ربطی عنصر کی حیثیت سے آیا ہے جیسے ن /نو= اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۲۔۶ کا نوٹ ۱۔ ن ۔ (زیرِ نظر اصول کے تحت) یا۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۵۔۵) + آ نوے (= نوے کا لاحقہ) = ننیانوے (۹۹)

۳۔۲۔۱۔۵۔۴۔ /ی/ بحیثیت نیم مصوتہ /ے/ اور /ا/ مصوتوں کے درمیان آجاتا ہے اگر ساق کے آخر میں /ے/ اور لاحقے کے شروع میں /ا/ مصوتے ہوں۔ (دیکھیے بیالیس کی توضیح ۔ یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب ساق تالوی مصمتوں پر ختم ہوں اور لاحقے کے شروع میں /ا/ مصوتہ ہو (دیکھیے پچیاسی کی توضیح)۔

۳۔۲۔۱۔۵۔۵۔ /ی/ اور /ا/ فونیموں کا سلسلہ ساق اور لاحقے کے درمیان آجاتا ہے اگر ساق کے آخر کا مصمتہ /ک/ اور لاحقے کے شروع کا مصمتہ /و/ ہو۔ ایسا اس وقت بھی ہوسکتا ہے جب ساق کے آخر کا مصمتہ /ن/ اور لاحقے کے شروع کا مصوتہ /ا/ ہو۔ (دیکھیے: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴ اور ۳۔۲۔۱۔۵۔۳) یہی صورت /ے/ اور /س/ کے درمیان بھی ممکن ہے ۔

۳۔۲۔۱۔۵۔۶۔ /ے/ مصوتہ ربطی عنصر کی حیثیت سے /ر/ اور /پ/ کے درمیان آجاتا ہے اگر /ر/ پر ختم ہونے والی ساق /پ/ سے شروع ہونے والے لاحقے کے ساتھ مل کر آئے ۔ (دیکھیے: ۳۔۲۔۱۔۳۔۵)

۳۔۲۔۱۔۵۔۷۔ کوئی فارم لاحقے یا سابقے کی صورت میں اپنے ابتدائی یا آخری مصمتے کو طول دیدے تو اس سے پہلے /ے/ یا /الف/ مصوتہ ربطی عنصر کے طور پر داخل ہو جاتا ہے؛ جیسے ایک + تیس = اِک ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۷) + تّیس (زیرِ نظر اصول کے تحت) = اکتیس (۳۱)

## ۳۔۲۔۱۔۶۔ غصب (SUPPLESION)

۳۔۲۔۱۔۶۔۱۔ {دو} کی شکل بدل کر ۱۱ با۔ ۱۱ ہوجاتی ہے اگر وہ بحیثیت پابند فارم کسی لاحقے کے ساتھ استعمال ہو؛ جیسے دو + دس = با۔ (زیرِ نظر اصول کے تحت)

+ ۔ را " دس کا لاحقہ" = بارا (بارہ ۱۲)

۳۔۲۔۲۔۱۔۶۔۲۔ {چھ } کی بدلی ہوئی شکل "سو۔" ہے۔ یہ پابند فارم کی حیثیت سے کسی لاحقے کے ساتھ ہی ممکن ہے؛ جیسے چھ + دس => سو۔ (زیر نظر اصول کے تحت + لا (۳۔۲۔۱۔۳۔۷) "دس کا لاحقہ" = سولا (سولہ ۱۶)

۳۔۲۔۱۔۶۔۳۔{ایک} کا ہندسہ دو ذیلی مارف رکھتا ہے۔ ان بدلی ہوئی شکلوں کو مارفیمیاتی سطح پر بیان کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ :

"گیا۔" کی شکل {۔را} لاحقے سے پہلے آتی ہے؛ جیسے گیارا (گیارہ ۱۱)

"ایک" باقی ہر جگہ

## ۳۔۲۔۲۔ ہندسوں کی صوتی تبدیلیوں کی توضیح (ایک سے لے کر سو تک)

### ۳۔۲۔۲۔۱۔ ایک کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

{ایک} : "گیا۔" / ~ "اک۔" / ~ "ایک"

۔ "گیا" : غصب کے تحت 'ایک' کی بدلی ہوئی شکل جو صرف "دس" کے لاحقے ۔ را کے ساتھ آتی ہے؛ جیسے = ایک + دس => گیا۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۶۔۳) + ۔را" دس کا لاحقہ = گیارا (گیارہ ۱۱)

۔ "اک" : دوسرے تمام لاحقوں کے ساتھ؛ جیسے :

۳۔۲۔۲۔۱۔۱۔۱۔ ایک + بیس => اِک (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) + ۔ایس (اصول: ۳۔۲۔۲۔۱۔۱۔۷) = اکیس۔ (۲۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۲۔ ایک + تیس => اِک (۳۔۲۔۱۔۲۔۷) + ۔تِ تی س (اصول: ۳۔۲۔۱۔۵۔۷، ۳۔۲۔۱۔۲۔۳) = اِکتّیس۔ (۳۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۳۔ اک + چالیس => اِک (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۷) + تالیس (اصول ۳۔۲۔۱۔۳۔۴) = اکتالیس۔ (۴۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۴۔ ایک + پچاس => اِکّ۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) + ۔یا۔ (۳۔۲۔۱۔۵۔
۵) + وَن "پچاس کا لاحقہ" = اِکیاون۔ (۵۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۵۔ ایک + ساٹھ => اک۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) + سٹھ (اصول: ۳۔۲۔۱۔
۲۔۱۲ ساٹھ کا لاحقہ) = اِکسٹھ۔ (۶۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۶۔ ایک + ستّر => اِک۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) + ہتّر (ستّر کا لاحقہ = اکھتّر
(< اِکہتّر = اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۱) ۔ (۷۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۷۔ ایک + اسّی => اِک۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) ۔یا۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۵۔۵)
+ ۔سی (< اسی = اصول ۳۔۲۔۱۔۳۔۱ بحیثیت اسّی کا لاحقہ) = اِکیاسی (۸۱)

۳۔۲۔۲۔۱۔۸۔ ایک + نوّے => اِک۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) ۔یا۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۵۔
۵) + ۔نوّے (< آنوے: بحیثیت نوے کا لاحقہ اصول: ۳۔۲۔۱۔۱۔
۱) = اکیانوے۔ (۹۱)
"ایک" باقی ہر جگہ

## ۳۔۲۔۲۔۲۔ دو کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

{دو}: //با۔// ~ //دو//

۔//با۔//: عضب کے تحت دو کی بدلی ہوئی شکل جو ہمیشہ ہندسی لاحقوں
کے ساتھ جڑ کر آتی ہے جیسے:

۳۔۲۔۲۔۲۔۱۔ دو + بیس => با۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۶۔۱) + ائیس (بیس کا لاحقہ =
اصول ۳۔۲۔۱۔۱۔۷) = بائیس۔ (۲۲)

۳۔۲۔۲۔۲۔۲۔ دو + تیس => بَ۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۶۔۱، ۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲) + تیس
(اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۳) = بتّیس۔ (۳۲)

۳۔۲۔۲۔۲۔۳۔ دو + چالیس => ب۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۶۔۱) ۔ی۔ (اصول = ۳۔۲۔۱۔
۵۔۵) + آلیس (چالیس کا لاحقہ = اصول: ۳۔۲۔۱۔۱۔۱) = بیالیس (۴۲)

۳.۲.۲.۲.۴ـ دو + پچاس => با۔ (اصول: ۳-۲-۱-۶-۱) + ون (پچاس کا لاحقہ) = باون (۵۲)

۳.۲.۲.۲.۵ـ دو + ساٹھ => با۔ (اصول: ۳.۲-۱-۶-۱) + سٹھ (ساٹھ کا لاحقہ = اصول: ۳-۲-۱-۶-۱) = باسٹھ۔ (۶۲)

۳.۲.۲.۲.۶ـ دو + ستّر => بَ۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲)۔ ہتّر (ستّر کا لاحقہ) = بہتّر۔ (۷۲)

۳.۲.۲.۲.۷ـ دو + اسّی => بُ۔ (اصول: ۳-۲-۱-۶-۱) ـ ی۔ (اصول ۳-۲-۱-۵-۴) + آسی (اَسّی کا لاحقہ) = بَیاسی۔ (۸۲)

۳.۲.۲.۲.۸ـ دو + نوّے => با۔ (اصول ۳-۲-۱-۶-۱) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = بانوے (باآنوے = دیکھیے: اصول ۳.۲-۱-۱-۱)۔ (۹۲)

۔ //دو// باقی ہر جگہ

## ۳.۲.۳ـ تین کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

{تین}: //تے۔// ~ //تین//

۔ //تے//: یہ ہندسی لاحقوں کے ساتھ جڑ کر آتا ہے؛ جیسے:

۳.۲.۳.۱ـ تین + دس => تے۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۸، ۳-۲-۱-۱-۳) + را (دس کا لاحقہ) = تیرا۔ (۱۳)

۳.۲.۳.۲ـ تین + بیس => تے (اصول ۳-۲-۱-۲-۸، ۳-۲-۱-۱-۳) + ئیس (بیس کا لاحقہ = اصول: ۳-۲-۱-۱-۷) = تیئیس۔ (۲۳)

۳.۲.۳.۳ـ تین + تیس => تِں۔ (اصول: ۳-۲-۱-۴) + تیس = تینتیس۔ (۳۳)

۳.۲.۳.۴ـ تین + چالیس => تیں۔ (اصول ۳-۲-۱-۴) + تالیس (اصول ۳-۲-۱-۳-۴) = تینتالیس۔ (۴۳)

۳.۲.۳.۵ـ تین + پچاس => تر۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۳-۵)

ے۔ (اصول: ۳-۲-۱-۵-۲) + پن (پچاس کا لاحقہ) = ترپن ۵۳

۳-۲-۲-۳-۶۔ تین + ساٹھ => تِر۔ (۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۳-۵) ے ـــ (اصول: ۳-۲-۱-۵-۶) + سٹھ (ساٹھ کا لاحقہ = اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲) = ترلیسٹھ۔ (۶۳)

۳-۲-۲-۳-۷۔ تین + ستّر => تِ۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۱-۶) + ہتّر (ستّر کا لاحقہ) = تہتّر۔ (۷۳)

۳-۲-۲-۳-۸۔ تین + اَسّی => تِر۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۱-۱) + آسی (اَسی کا لاحقہ) = تِراسی۔ (۸۳)

۳-۲-۲-۳-۹۔ تین + نوّے => تر۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۱-۱) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = ترانوے۔ (۹۳)

۔ //تین// باقی ہر جگہ

## ۳-۲-۲-۴۔ چار کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

{چار}: //چَو// ~ //چار//

۔ //چَو//: یہ فارم ہمیشہ عددی فارموں کے ساتھ جُڑ کر آتی ہے!

جیسے:

۳-۲-۲-۴-۱۔ چار + دس = چَو (اصول: ۳-۲-۱-۲-۹، ۳-۲-۱-۱-۴) + دا (اصول: ۳-۲-۱-۳-۶) => (چَودا (چودہ ۱۴)

۳-۲-۲-۴-۲۔ چار + بیس => چو (اصول: ۳-۲-۱-۲-۹، ۳-۲-۱-۱-۴) + بیس = چوبیس (۲۴)

۳-۲-۲-۴-۳۔ چار + تیس => چَون۔ (اصول ۳-۲-۱-۲-۹، ۳-۲-۱-۱-۴، ۳-۲-۱-۵-۸) + تیس = چونتیس (۳۴)

۳-۲-۲-۴-۴۔ چار + چالیس => چَو۔ (اصول ۳-۲-۱-۲-۹، ۳-۲-۱-۱-۴)۔

۹۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۵۔۲۰) + آلیس (چالیس کا لاحقہ) = چوالیس۔ (۴۴)

۳۔۲۔۲۔۴۔۵۔ چار + پچاس => چَ ۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۲۔۹، ۳۔۲۔۱۔۱۔۴)۔ ۹۔ (اصول ۳۔۲۔۱۔۵۔۲۰) + وَن (< پن = پچاس کا لاحقہ : اصول = ۳۔۲۔۱۔۳۔۱) = چوّن۔ (۵۴)

۳۔۲۔۲۔۴۔۶۔ چار + ساٹھ => چَوں۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۹، ۳۔۲۔۱۔۱۔۴، ۳۔۲۔۱۔۵۔۸) + سٹھ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲) = چونسٹھ۔ (۶۴)

۳۔۲۔۲۔۴۔۷۔ چار + ستّر => چَو۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۹، ۳۔۲۔۱۔۱۔۴) + ہتّر (ستّر کا لاحقہ) = چوہتّر۔ (۷۴)

۳۔۲۔۲۔۴۔۸۔ چار + اَسّی => چَور۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۹) + آسی (اَسّی کا لاحقہ) = چَوراسی۔ (۸۴)

۳۔۲۔۲۔۴۔۹۔ چار + نوّے => چَور۔ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۹) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = چورانوے۔ (۹۴)

- //چار// باقی ہر جگہ

## ۳۔۲۔۲۔۵۔ پانچ کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

{پانچ}: //پیں// ~ //پانچ//

- //پیں//: یہ سابقے کی حیثیت سے ہمیشہ باؤنڈ فارموں کے ساتھ آتی ہے، جیسے:

۳۔۲۔۲۔۵۔۱۔ پانچ + دس => پن (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲، ۳۔۲۔۱۔۲۔۲، ۳۔۲۔۱۔۱۔۲) + د (اصول ۳۔۲۔۱۔۵۔۱) + را (دس کا لاحقہ) = پندرا (پندرہ) (۱۵)

۳۔۲۔۲۔۵۔۲۔ پانچ + بیس => پچ ج (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲، ۳۔۲۔۱۔۲۔۲، ۳۔۲۔۱۔۱۔۲۔۴) + الیس (اصول: ۳۔۲۔۱۔۱۔۷ = بیس کا لاحقہ) = پچّیس۔ (۲۵)

۳۔۲۔۲۔۵۔۳۔ پانچ + تیس => پیں (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۸، ۳۔۲۔۱۔۱۔۱) + تیس =

## پینتیس (۳۵)

۳.۲.۲.۵.۴۔ پانچ + چالیس => پیں (اصول: ۳.۲.۱.۲.۸، ۳.۲.۱.۱) + تالیس (اصول: ۳.۲.۱.۳.۴: چالیس کا لاحقہ) = پینتالیس (۴۵)

۳.۲.۲.۵.۵۔ پانچ + پچاس => پچ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۱.۲) + ۔پن (پچاس کا لاحقہ) = پچپن (۵۵)

۳.۲.۲.۵.۶۔ پانچ + ساٹھ => پیں (اصول: ۳.۲.۱.۲.۸، ۳.۲.۱.۱.۰) + سٹھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲ = ساٹھ کا لاحقہ) = پینسٹھ (۶۵)

۳.۲.۲.۵.۷۔ پانچ + ستّر => پچ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۷، ۳.۲.۱.۴، ۳.۲.۱.۱.۲} + ہتّر = ستّر کا لاحقہ => پچھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۷، ۳.۲.۱.۱.۲) + تّر = پچھتّر (۷۵)

۳.۲.۲.۵.۸۔ پانچ + اسّی => پچ ۔(اصول: ۳.۲.۱.۲.۷، ۳.۲.۱.۱.۲) + ی (اصول: ۳.۲.۱.۵.۴) + آسی (اُسّی کا لاحقہ) = پچیاسی (۸۵)

۳.۲.۲.۵.۹۔ پانچ + نوّے => پچّ (اصول: ۳.۲.۱.۱.۲، ۳.۲.۱.۲.۳) + ی (اصول: ۳.۲.۱.۵.۴) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = پچیانوے (۹۵)

۔//پانچ//: باقی ہر جگہ

## ۳.۲.۲.۶۔ چھے کی بدلی حرفی صوتی شکلیں

{چھے}: //چھ// ~ //چھے//

۔//چھ//: کسی لاحقے کے ساتھ جڑنے پر؛ جیسے:

۳.۲.۲.۶.۱۔ چھے + دس => سو۔(اصول: ۳.۲.۱.۶.۲) + لا (۳.۲.۱.۳۔۷ => دس کا لاحقہ) = سولا (سولہ ۱۶)

۳.۲.۲.۶.۲۔ چھے + بیس => چھَ۔(اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۰) + آبیس (اصول: ۳۔

۲.۱.۲.۳) = چھبیس (۲۶)

۳.۲.۲.۶.۳. چھے + تیس => چھ. (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۰) + تیس (اصول: ۳.
۲.۱.۲.۳) = چھتیس (۳۶)

۳.۲.۲.۶.۴. چھے + چالیس => چھ. (اصول: ۳.۲.۱.۲.۷) + آلیس (اصول
۳.۲.۱.۱۰ = چالیس کا لاحقہ) = چھیالیس (۴۶)

۳.۲.۲.۶.۵. چھے + پچاس => چھ. (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۰) + ۔ ٹپن (دپن =
پچاس کا لاحقہ؛ اصول: ۳.۲.۱.۲.۳) = چھپن (۵۶)

۳.۲.۲.۶.۶. چھے + ساٹھ => چھ. (اصول: ۳.۲.۱.۲.۷) + یا (اصول: ۳.
۲.۱.۵.۵) + سٹھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲ = ساٹھ کا لاحقہ) =
چھیاسٹھ (۶۶)

۳.۲.۲.۶.۷. چھے + ستّر => چھے + ہتّر (< ہتّر؛ ستّر کا لاحقہ؛ اصول: ۳.۲.۱.
۲.۱۰) = چھہتّر (۷۶)

۳.۲.۲.۶.۸. چھے + اسّی => چھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۰) + ی (اصول: ۳.۲.۱.
۵.۷) + ۔آسی (اسّی کا لاحقہ) = چھیاسی (۸۶)

۳.۲.۲.۶.۹. چھے + نوّے => چھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۰) + ی (اصول:
۳.۲.۱.۵.۷) + ۔انوے (نوّے کا لاحقہ) چھیانوے (۹۶)

۔ // چھے //: باقی ہر جگہ

## ۳.۲.۲.۷. سات کی بدلی ہوئی شکلیں

{سات}: // سَت // ~ // سہ // سات //

۔ // سَت //: کسی عددی لاحقے کے ساتھ جُڑنے پر، جیسے:

۳.۲.۲.۷.۱. سات + دَس => سَت + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۲.۴) +
رے (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + رہ (دس کا لاحقہ) = ستّرہ (سترہ ۱۷)

۳.۲.۲.۷.۲۔ سات + بیس => سَتْ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۲.۴) + ا (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + ایس = بیس کا لاحقہ (اصول: ۳.۲.۱.۱.۷) = ستائیس (۲۷)

۳.۲.۲.۷.۳۔ سات + تیس => سَیں۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۸، ۳.۲.۱.۱.۶، ۳.۲.۱.۵.۸) + تیس = سینتیس (۳۷)

۳.۲.۲.۷.۴۔ سات + چالیس => سیں۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۸، ۳.۲.۱.۱.۶، ۳.۲.۱.۵.۸) + تالیس (چالیس کا لاحقہ: اصول: ۳.۲.۱.۳.۵) = سینتالیس (۴۷)

۳.۲.۲.۷.۵۔ سات + پچاس => سَتْ۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۵.۸) + ا (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + ون (< پُن: اصول: ۳.۲.۱.۳.۱: پچاس کا لاحقہ) = ستّاون (۵۷)

۳.۲.۲.۷.۶۔ سات + ساٹھ => سڑ۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۳.۲) + ۔سَٹھ (< ساٹھ کا لاحقہ: اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) = سڑسٹھ (۶۷)

۳.۲.۲.۷.۷۔ سات + ستّر => سَت۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + تّر (< ہتّر: ستّر کا لاحقہ: اصول: ۳.۲.۱.۱.۸) = سَتَتّر (۷۷)

۳.۲.۲.۷.۸۔ سات + اَسّی => سَتْ۔ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + ۔ آسی (اَسّی کا لاحقہ) = ستاسی (۸۷)

۳.۲.۲.۷.۹۔ سات + نوّے => سَتْ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = ستّانوے (۹۷)

۔ //سات//: باقی ہر جگہ

## ۳.۲.۲.۸۔ آٹھ کی بدلی ہوئی شکلیں

{آٹھ} : //اَٹھ// ~ //آٹھ//

- //اَٹھ// : کسی لاحقے کے ساتھ جڑنے پر؛ جیسے :

۳.۲.۲.۸.۱.۱۔ آٹھ + دَس => اَٹھّ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲؛ ۳.۲.۱.۲.۴) + ا (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + رہ (دس کا لاحقہ) = اٹھار (اٹھارہ) (۱۸)۔

۳.۲.۲.۸.۲۔ آٹھ + بیس => اَٹھّ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۲.۴) + ا (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + ائیس (اصول: ۳.۲.۱.۱.۷؛ بیس کا لاحقہ) = اُٹھائیس (۲۸)

۳.۲.۲.۸.۳۔ آٹھ + تیس => اَڑ + (اصول: ۳.۲.۱.۳.۳) + تیس = اَڑتیس (۳۸)

۳.۲.۲.۸.۴۔ آٹھ + چالیس => اَڑ + (اصول: ۳.۲.۱.۳.۳) + تالیس = اَڑتالیس (۴۸)

۳.۲.۲.۸.۵۔ آٹھ + پچاس => اَٹھّ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۲.۴) + ا (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + وَن (دپَن: اصول: ۳.۲.۱.۳.۳ = پچاس کا لاحقہ) = اَٹھّاون (۵۸)

۳.۲.۲.۸.۶۔ آٹھ + ساٹھ => اَڑ + (اصول: ۳.۲.۱.۳.۳) + سَٹھ (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲ = ساٹھ کا لاحقہ) = اَڑسَٹھ (۶۸)

۳.۲.۲.۸.۷۔ آٹھ + ستّر => اَٹھ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + ے (اصول: ۳.۲.۱.۵.۷) + تّر (د ہتّر = اصول: ۳.۲.۱.۱.۸ = ستّر کا لاحقہ) = اَٹھتّر (۷۸)

۳.۲.۲.۸.۸۔ آٹھ + اَسّی => اَٹھ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + آسی (اَسّی کا لاحقہ) = اَٹھاسی (۸۸)

۳.۲.۲.۸.۹۔ آٹھ + نوّے => اَٹھ + (اصول: ۳.۲.۱.۲.۱۲) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = اٹھانوے (۹۸)

۔ //آٹھ//: باقی تمام جگہوں پر

## ۳۔۲۔۲۔۹۔ نو کی ذیلی شکلیں

{ نو } : //اُن-//۔//نِ//۔//نو//

۔ //اُن// "ایک کم"؛ کسی لاحقے کے ساتھ جڑنے پر ؛ جیسے :

۳۔۲۔۲۔۹۔۱۔ //اُن-// + بیس => اُنّ- (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) + ایس "بیس" کا لاحقہ" (اصول: ۳۔۲۔۱۔۱۔۷) = اُنّیس (۱۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۲۔ //اُن-// + تیس => اُن- + -تیس = اُنتیس (۲۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۳۔ //اُن-// + چالیس => اُن- + -تالیس "چالیس کا لاحقہ: اصول ۳۔۲۔۱۔۳۔۴" = اُنتالیس (۳۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۴۔ اُن- + پچاس => ان- + -چاس (پچاس کا لاحقہ: ۳۔۲۔۲۔ ۵۔۹) => اُنچاس

۳۔۲۔۲۔۹۔۵۔ اُن + ساٹھ => اُن + سٹھ (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۴) = اُنسٹھ (۵۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۶۔ اُن- + ستّر => اُنھ- (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۲) + اتّر (ہتّر؛ ستّر کا لاحقہ) = انھتّر (۶۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۷۔ اُن + اَسّی => اُن + آسی (اَسّی کا لاحقہ) = اُناسی (۷۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۸۔ نو + اسی => نو- (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۶) + آسی (اَسّی کا لاحقہ) = نواسی (۸۹)

۳۔۲۔۲۔۹۔۹۔ نو + نوّے => نِن (اصول: ۳۔۲۔۱۔۲۔۶) + - ن (اصول ۳۔۲۔۱۔۵۔۳) + یا (اصول: ۳۔۲۔۱۔۵۔۵) + آنوے (نوّے کا لاحقہ) = نِنیانوے (۹۹)

۔ //نو//: باقی ہر جگہ

## ۳-۲-۳-۴۔ ہندسوں کی صوتی تبدیلیوں کی توضیح (دس سے لے کر ننیانوے تک)

۳-۲-۳-۴-۱۔ دس کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں :

{دس}: //را// سہ // دس //

سہ //را// : بحیثیت لاحقے کے ، جیسے :

۳-۲-۳-۴-۱-۱۔ ایک + دس => گیا۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۳) + را = گیارا (گیارہ: ۱۱)

۳-۲-۳-۴-۱-۲۔ دو + دس => بار (اصول: ۳-۲-۱-۲-۱) + را = بارا (بارہ: ۱۲)

۳-۲-۳-۴-۱-۳۔ تین + دس => تے۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۳، ۸-۲-۱-۲-۳، ۱۲-۱-۲-۳) + را = تیرا (تیرہ: ۱۳)

۳-۲-۳-۴-۱-۴۔ چار + دس => چو۔ (اصول: ۳-۲-۱-۲-۹، ۳-۲-۱-۴) + دا (< را: ۳-۲-۱-۳-۶) = چودا (چودہ: ۱۴)

۳-۲-۳-۴-۱-۵۔ پانچ + دس => پن۔ (۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۲-۴، ۳-۲-۱-۱-۵) + د (۳-۲-۱-۵-۱) + را = پندرا (پندرہ: ۱۵)

۳-۲-۳-۴-۱-۶۔ چھے + دس => سو۔ (۳-۲-۶-۲) + لا (۳-۲-۱-۳-۷) = سولا (سولہ: ۱۶)

۳-۲-۳-۴-۱-۷۔ سات + دس => سَت (۳-۲-۱-۲-۱۱، ۳-۲-۱-۶-۲) + ت (۳-۲-۱-۵-۷) + را = سترا (سترہ: ۱۷)

۳-۲-۳-۴-۱-۸۔ آٹھ + دس => اَٹھ۔ (۳-۲-۲-۲-۱۱، ۳-۲-۱۲-۲-۴) + (۳-۲-۱-۵-۷) + را = اٹھارا (اٹھارہ: ۱۸)

سہ //دس// : باقی ہر جگہ

۳-۲-۳-۴-۲۔ بیس کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں

(٦٦) [illegible] = [illegible] بیس }: // ایس // مہ // بیس // [illegible]

(٦٧) [illegible] // ایس // : بحیثیت لاحقے کے : جیسے [illegible]

۳۔۲۔۳۔۲۔۱۔ اُن + بیس = [illegible] (۳۔۲۔۱۔۲۔۲) + ایس = اُنیس (۱۹)

۳۔[illegible]۔ ایک + بیس = اِک (۳۔۲۔۱۔۲۔۲) + ایس = اکیس (۲۱)

[illegible] دو + بیس = با (۳۔۲۔۲۔۱) + ایس = بائیس (۲۲)

۳۔۲۔۳۔۲۔۴۔ تین + بیس = تے ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۳۔۲۔۱۔۱۔۳) + ایس = تیئیس (۲۳) [illegible]

۳۔۲۔۳۔۲۔۵۔ پانچ + بیس = پچ ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۲۔۳۔۲۔۱۔۱۔۲، ۳۔۲۔۱۔۲۔ ۲) + ایس = پچیس (۲۵) [illegible]

۳۔۲۔۳۔۲۔۷۔ سات + بیس = ستَ ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۳، ۲۔۱۔۱۔۲۔۳) + (۳۔۲۔۱۔۵۔۷) + ایس = ستائیس (۲۷) [illegible]

۳۔۲۔۳۔۲۔۸۔ آٹھ + بیس = اٹھ ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۳، ۲۔۱۔۱۔۲۔۳) + (۳۔۲۔۱۔۵۔۷) + ایس = اٹھائیس (۲۸)

۔ // بیس // باقی ہر جگہ [illegible]

نوٹ : چوبیس اور چھبیس میں تو بیس اپنی اصل شکل میں آتا ہے دیکھیے [illegible]

[illegible]

[illegible] تیس کی بدلی ہوئی صوتی شکلیں :

(۱) تیس } : // تیس // مہ // تیس // [illegible]

[illegible] // تیس // : بحیثیت لاحقے کے ایک، دو اور چھے کی قدروں کے ساتھ ؛ جیسے : (٦٦)

[illegible] ایک + تیس = اِک (۳۔۲۔۱۔۵۔۷) + تیس = اکتیس (۳۱) [illegible]

۳.۲.۳.۳.۲۔ دو+تیس => بَ (۳-۲-۱-۶-۱، ۳-۲-۱-۲-۱۲) + تّیس = بتّیس (۳۲)

۳.۲.۳.۳.۶۔ چھے+تیس => چھُ (۳-۲-۱-۲-۱۰) + تّیس = چھتّیس (۳۶)

۔//تیس//: باقی ہر جگہ؛ جیسے:

۳.۲.۳.۳.۴۔ تین+تیس => تیں (۳-۲-۱-۴) + تیس = تینتیس (۳۳)

۳.۲.۳.۳.۵۔ چار+تیس => چَوں (۳-۲-۱-۱-۴، ۳-۲-۱-۱-۶، ۳-۲-۱-۵-۸) + تیس = چونتیس (۳۴)

۳.۲.۳.۳.۶۔ پانچ+تیس => پَیں (۳-۲-۱-۱-۳، ۳-۲-۱-۱-۵) + تیس = پینتیس (۳۵)

۳.۲.۳.۳.۷۔ سات+تیس => سَیں (۳-۲-۱-۱-۳، ۳-۲-۱-۱-۶، ۳-۲-۱-۵-۸) + تیس = سینتیس (۳۷)

۳.۲.۳.۳.۸۔ آٹھ+تیس => اَڑ (۳-۲-۱-۳-۳) + تیس = اڑتیس (۳۸)

۳.۲.۳.۳.۹۔ {اُن} "ایک کم" + تیس = اُنتیس (۳۹)

## ۳.۲.۳.۴۔ چالیس کی بدلی ہوئی شکلیں

{چالیس}: //تالیس// ~ //چالیس//

~//تالیس//: بحیثیت لاحقے کے؛ جیسے:

۳.۲.۳.۴.۱۔ ایک+چالیس => اِک۔ (۳-۲-۱-۲-۷) + تالیس = اکتالیس (۴۱)

۳.۲.۳.۴.۲۔ دو+چالیس => بَ (۳-۲-۱-۲-۱۲) + ۔ی (۳-۲-۱-۵-۴) + آلیس (< تالیس = قاعدہ ۳.۱.۶) = بیالیس (۴۲)

۳.۲.۳.۴.۳۔ تین+چالیس => تیں (۳-۲-۱-۴) + تالیس = تینتالیس (۴۳)

۳.۲.۳.۴.۴۔ چار+چالیس => چَ۔ (۳-۲-۱-۲-۱۲، ۳-۲-۱-۱-۵) + و (۳-۲-۱-۵-۲) + آلیس (< تالیس = قاعدہ ۳.۱.۶) = چوالیس (۴۴)

۵.۴.۳.۲.۳ - پانچ + چالیس => پین - (۸.۲.۱.۲.۳، ۵.۱.۱.۲.۳) + تالیس
= پینتالیس (۴۵)

۶.۴.۳.۲.۳ - چھے + چالیس => چھ - (۷.۲.۱.۲.۳) + آلیس (< تالیس = ۳.
۶.۱.۱.۲) = چھیالیس (۴۶)

۷.۴.۳.۲.۳ - سات + چالیس => سَیں - (۸.۲.۱.۲.۳، ۶.۱.۱.۲.۳، ۲.۳
۱.۵.۸) + تالیس = سینتالیس (۴۷)

۸.۴.۳.۲.۳ - آٹھ + چالیس => اَڑ - (۳.۳.۱.۲.۳) + تالیس = اڑتالیس (۴۸)
-//چالیس//: باقی ہر جگہ

## ۵.۳.۲.۳ - پچاس کی بدلی ہوئی شکلیں :

{ پچاس } : //-پن// ~ //-چاس// ~ //پچاس//
-//-پن//: بحیثیت لاحقے کے عددی فارموں کے ساتھ ؛
جیسے :

۱.۵.۳.۲.۳ - ایک + پچاس => اِک (۴.۲.۱.۲.۳) - یا - (۵.۱.۲.۳.
۵) + وَن (< پُن = اصول: ۱.۳.۱.۲.۳) = اِکیاوَن (۵۱)

۲.۵.۳.۲.۳ - دو + پچاس => با - (۱.۶.۱.۲.۳) + وَن (< پُن اصول: ۲.۳.
۱.۳.۱.۲) = باوَن (۵۲)

۳.۵.۳.۲.۳ - تین + پچاس => تِر - (۱۲.۲.۱.۲.۳، ۵.۳.۱.۲.۳) - ے
(۶.۵.۱.۲.۳) + پن = ترِیپن (۵۳)

۴.۵.۳.۲.۳ - چار + پچاس => چَو - (۱۲.۲.۱.۲.۳، ۴.۱.۱.۲.۳) - و -
(۲.۵.۱.۲.۳) + وَن (< پن: ۱.۳.۱.۲.۳) = چَوّن (۵۴)

۵.۵.۳.۲.۳ - پانچ + پچاس => پچ - (۱۲.۲.۱.۲.۳، ۲.۱.۱.۲.۳) + پن
= پچپَن (۵۵)

چھپّن (د پن ۔ ۳-۲-۱) = چھ + پچاس ۔ چھے + پچاس = چھپّن (۵۶)

= چھپّن (۵۶)

ستاون : سات + پچاس ... سَت ... (۲-۳-۱-۴-۳-۲-۱-۲-۳-۱) + ون (د پن : ۳-۲-۳-۱-۳-۱) = ستاون (۵۷)

اٹھاون : آٹھ + پچاس = آٹھ ... ون (د پن) = اٹھاون (۵۸)

... پچاس بحیثیت لاحقے کے محض "ون" ... "ایک کم" کے ساتھ ، جیسے انچاس ...

پچاس ... باقی ہر جگہ ...

ساٹھ کی تبدیل شدہ چھوٹی شکلیں :

{ساٹھ} : /سٹھ/ ، /ساٹھ/

/سٹھ/ بحیثیت لاحقے کے جیسے : ...

ایک + ساٹھ = اک ... + سٹھ = اکسٹھ (۶۱)

دو + ساٹھ = با ... + سٹھ = باسٹھ (۶۲)

تین + ساٹھ = تر ... + سٹھ = ترسٹھ (۶۳)

چار + ساٹھ = چون ... + سٹھ = چونسٹھ (۶۴)

پانچ + ساٹھ = پین ... + سٹھ = پینسٹھ (۶۵)

چھے + ساٹھ = چھیا ... + سٹھ = چھیاسٹھ (۶۶)

= چھیاسٹھ (۶۶) (۵۵)

۳۔۲۔۳۔۶۔۷۔ سات + ساٹھ => سَڑ۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲، ۳۔۲۔۱۔۳۔۲) + سٹھ = سڑسٹھ (۶۷)

۳۔۲۔۳۔۶۔۸۔ آٹھ + ساٹھ => اڑ (۳۔۲۔۱۔۳۔۳) + سٹھ = اڑسٹھ (۶۸)

۳۔۲۔۳۔۶۔۹۔ اُن + ساٹھ => اُن + سٹھ = اُنسٹھ (۵۹)

ـ //ساٹھ// : باقی ہر جگہ

۳۔۲۔۳۔۷۔ سَتّر کی بدلی ہوئی شکلیں :

{ستّر} : //ہتّر// ـ //ستّر//

ـ //ہتّر// : بحیثیت لاحقے کے ؛ جیسے :

۳۔۲۔۳۔۷۔۱۔ ایک + ستّر => اِک (۳۔۲۔۱۔۳۔۴) + ہتّر => اکہتّر (> ۳۔۲۔۱۔۲۔۱) : (۷۱)

۳۔۲۔۳۔۷۔۲۔ دو + ستّر => بَ (۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲) + ہتّر = بہتّر (۷۲)

۳۔۲۔۳۔۷۔۳۔ تین + ستّر => ت (۳۔۲۔۱۔۲۔۱۲، ۳۔۲۔۱۔۳۔۱) + ہتر = تہتّر [illegible] (۷۳)

۳۔۲۔۳۔۷۔۴۔ چار + ستّر => چَو۔ (<۳۔۲۔۱۔۲۔۹، ۳۔۲۔۱۔۳۔۲) + ہتر = چوہتّر (۷۴)

۳۔۲۔۳۔۷۔۵۔ پانچ + ستر => پچ (۳۔۲۔۱۔۲۔۷، ۳۔۲۔۱۔۱۔۲) + ہتر = پچھتّر (۷۵)

۳۔۲۔۳۔۷۔۶۔ چھے + ستّر => چھ + یتّر (< ہتّر: ۳۔۲۔۱۔۴۔۵) = چھیتّر (۷۶)

۳۔۲۔۳۔۷۔۷۔ سات + ستّر => سَت۔ (۳۔۲۔۱۔۲۔۱۱) + تَ (۳۔۲۔۱۔۵۔۷) + تر (< ہتّر: ۳۔۲۔۱۔۱۔۸) سَتَتّر (۷۷)

۳۔۲۔۳۔۷۔۸۔ آٹھ + ستّر => اَٹھ (۳۔۲۔۱۔۲۔۱۱) + تَ (۳۔۲۔۱۔۵۔۷) تّر (< ہتّر: ۳۔۲۔۱۔۱۔۸) = اَٹھتّر (۷۸)

۳.۲.۳.۷.۹ . اُن + ستر => اُن + ہَتّر = اُنہتّر (۷۹)
-//ستّر//: باقی ہر جگہ

۳.۲.۳.۸ . اسی کی بدلی ہوئی شکلیں

{اسّی} : //آسی// ~ //اسی//

//آسی//: بحیثیت لاحقے کے؛ جیسے:

۳.۲.۳.۸.۱ . ایک + اسّی => اِک - (۳.۲.۱.۲.۱) - ی - (۳.۲.۱.۵.۴) + آسی = اکیاسی (۸۱)

۳.۲.۳.۸.۲ . دو + اسّی => بَ - (۳.۲.۱.۲.۱۲) - ی - (۳.۲.۱.۵.۴) + آسی = بَیاسی (۸۲)

۳.۲.۳.۸.۳ . تین + اسّی => تر - (۳.۲.۱.۲.۱۲، ۳.۲.۱.۳.۵) + آسی = تراسی (۸۳)

۳.۲.۳.۸.۴ . چار + اسّی => چَور (۳.۲.۱.۲.۱۱) + آسی = چوراسی (۸۴)

۳.۲.۳.۸.۵ . پانچ + اسّی => پچ - (۳.۲.۱.۲.۷، ۳.۲.۱.۱.۲) + ی (۳.۲.۱.۵.۴) + آسی = پچیاسی (۸۵)

۳.۲.۳.۸.۶ . چھے + اسّی => چھ - (۳.۲.۱.۲.۷) + ی (۳.۲.۱.۵.۴) + آسی = چھیاسی (۸۶)

۳.۲.۳.۸.۷ . سات + اسّی => سَت - (دسَت = ۳.۲.۱.۲.۱۲) + آسی = ستاسی (۸۷)

۳.۲.۳.۸.۸ . آٹھ + اسّی => اٹھ - (۳.۲.۱.۲.۱۲) + آسی = اَٹھاسی (۸۸).

۳.۲.۳.۸.۹ . نو + اسّی => نو (۳.۲.۱.۲.۶) + آسی = نواسی (۸۹)

//اسّی//: باقی ہر جگہ

۳.۲.۳.۹۔ نوّے کی بدلی ہوئی شکلیں:

{نوّے}: //آنوے// ~ //نوّے//

//آنوے//: لاحقے کی حیثیت سے، جیسے:

۳.۲.۳.۹.۱۔ ایک + نوّے => اِک ۔ (۳.۲.۱.۲.۱) + ی (۳.۲.۱.۵.۴) + آنوے = اِکیانوے (۹۱)

۳.۲.۳.۹.۲۔ دو + نوّے => با ۔ (۳.۲.۱.۶.۱) + آنوے = بانوے (۹۲)

۳.۲.۳.۹.۳۔ تین + نوّے => تِر (۳.۲.۱.۲.۱۲) + آنوے = ترانوے (۹۳)

۳.۲.۳.۹.۴۔ چار + نوّے => چَوْر (۳.۲.۱.۲.۱۱) + آنوے = چَورانوے (۹۴)

۳.۲.۳.۹.۵۔ پانچ + نوّے => پچ (۳.۲.۱.۲.۷ ۳.۲.۱.۱.۲) + ی (۳.۲.۱.۵.۴) + آنوے = پچّیانوے (۹۵)

۳.۲.۳.۹.۶۔ چھے + نوّے => چھ ۔ (۳.۲.۱.۲.۷) + ی (۳.۲.۱.۵.۴) + آنوے = چھیانوے (۹۶)

۳.۲.۳.۹.۷۔ سات + نوّے => سَتّ ۔ (۳.۲.۱.۲.۱۲) + آنوے = ستانوے (۹۷)

۳.۲.۳.۹.۸۔ آٹھ + نوّے => اَٹھ ۔ (۳.۲.۱.۲.۱۲) + آنوے = اٹھانوے (۹۸)

۳.۲.۳.۹.۹۔ نو + نوّے => نِن ۔ (۳.۲.۱.۲.۶) + نِ (۳.۲.۱.۵.۴) + یا (۳.۲.۱.۵.۵) + آنوے (دنوے کا لاحقہ) = ننّیانوے (۹۹)

//نوّے//: باقی ہر جگہ

---

# ۴

# مارفیمات

۴.۰.۰ اردو میں مارفیم کی مختلف قسمیں ملتی ہیں جیسے پابند BOUND. آزاد FREE ، تعریفی INFLECTIONAL اور اشتقاقی DERIVATIONAL وغیرہ۔ تعریفی مارفیم بعض قیاسی زمروں CONCEPTUAL CATEGORIES سے تعلق رکھتے ہیں۔ تعریفی مارفیموں اور نحوی زمروں کی بنیاد پر اردو الفاظ کی مخصوص درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ اردو ہی مارفیمیاتی تجزیے MORPHOLOGICAL ANALYSIS کے وقت جنس GENDER تعداد NUMBER صیغہ ضمیر PERSON حالت CASE کیفیت MOOD طور VOICE اور زمانہ TENSE جیسے نحوی زمرے قایم ہوسکتے ہیں۔ مارفیمیات کے نقطۂ نظر سے اردو الفاظ کے خاص درجوں میں اسما NOUNS ، ضمائر PRONOUNS صفات ADJECTIVES اور افعال VERBS اہم ہیں۔ مارفیمیاتی تجزیے کی

اشتقاقی اکائیاں ایک سے دوسرے لفظ کے درجے کی ساق (STEM) اور لفظ کے ایک نچلے درجے میں مرکب ساق کی بناوٹ سے بحث کرتی ہیں۔ اسی حصے میں موجودہ باب میں نحوی زمروں، الفاظ کی درجہ بندی (CLASSIFICATION OF WORDS) اور ان کی خصوصیات زمروں سے جڑے ہوئے تصریفی مارفیم اور آخر میں ساق کی تشکیل یا بناوٹ سے بحث کی گئی ہے۔

نحوی زمروں میں الفاظ کی تمام درجہ بندی صرف مارفیمیاتی اصولوں کی بنیاد پر نہیں ہو سکتی۔ مارفیمیاتی اعتبار سے الفاظ کے بعض اہم درجات (CLASSES) غیر تغیر پذیر ہوتے ہیں یا محض چند اشتقاقی مارفیموں (سابقوں و لاحقوں) کو پیش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں جار (POST-POSITIONS)، حرف (PARTICLES)، تمیز (ADVERB)، مربط (CONNECTIVE) اور عطف (CONJUNCTION) وغیرہ کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

۴-۱- الفاظ کی ساخت اور ساقوں کی تشکیل کا عمل

اردو الفاظ کی ساخت کو پابند اور آزاد مارفیموں کی بنیاد پر ایک یونٹ کی شکل میں پہنچانا جا سکتا ہے۔ اردو میں ان الفاظ کی تین قسمیں ملتی ہیں جو اس طرح ہیں:

(الف) سادہ الفاظ (SIMPLE WORDS) آزاد مارفیموں پر مشتمل یہ الفاظ ایک مارفیمی ہوتے ہیں، جیسے شوہر، تاج، علم، خبر، شہر وغیرہ۔

(ب) مخلوط الفاظ (COMPLEX WORDS) ایسے الفاظ ایک آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں پر مشتمل ہوتے ہیں، جیسے زخمی، گندگی، بے پردہ، دلچسپی، سردیاں وغیرہ۔

(ج) مرکب الفاظ (COMPOUND WORDS) مرکب الفاظ دو یا دو سے زیادہ آزاد اور ایک یا ایک سے زیادہ پابند مارفیموں کا مجموعہ ہوتے ہیں، جیسے تاج محل، خوش ذائقہ، خوبصورتی، گل رخ، بدنصیبیاں وغیرہ۔

مخلوط اور مرکب الفاظ کو کثیر مارفیمی POLYMORPHEMIC. کہا جاتا ہے۔
اردو میں مخلوط اور مرکب الفاظ میں آنے والے پابند مارفیم تعریفی بھی ہو سکتے ہیں، اور اشتقاقی بھی۔ ساقوں کی بناوٹ اور لفظوں کی درجہ بندی کے مطالعے میں الفاظ کی ساخت کا تجزیہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اردو زبان میں ساق کی تشکیل کا عمل بے حد اہم ہے۔ ایک درجہ سے تعلق رکھنے والی ساق لفظ کے دوسری درجے کی ساق سے مشتق ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک یا مختلف درجوں کی ساق مل کر بعض دوسری اضافی تبدیلیوں کے ساتھ مرکب ساق کو تشکیل دیتی ہیں۔ سادہ اور مرکب ساقوں کے لیے مختلف مارفیموں سے بحث اس وقت کی جائے گی جب الفاظ کے درجات میں تعریفی اجزا کا جائزہ لیا جائے گا۔ ذیل میں صرف ان مارفیمیاتی عوامل کی تشریح کی جاتی ہے جو ساقوں کے اشتقاق میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔

### ۴.۱.۱ الحاقیانہ AFFIXATION

اردو میں دو طرح کے تعلیقے AFFIXES . ملتے ہیں یعنی سابقہ PREFIX ، اور لاحقہ SUFFIX چند اہم سابقوں اور لاحقوں کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) سابقے: {بے}۔ بے فکر، بے پردہ، بے کار، بے حد، بے مروت وغیرہ
{نا}۔ ناحق، نامعلوم، نالایق، ناامید، ناسمجھ وغیرہ
{بد}۔ بدمعاش، بدبو، بدصورت، بدخواہ، بدنام وغیرہ
{لا}۔ لاحاصل، لاجواب، لایقین، لاثانی، لاوارث وغیرہ
{کم}۔ کمزور، کم بخت، کم تر، کم سن، کم گو وغیرہ

(ب) لاحقے: {-ا}۔ لڑکا، کتّا، مرغا، بکرا، گرما وغیرہ
{-اں}۔ ندیاں، لڑکیاں، گھڑیاں، کرسیاں، بکریاں وغیرہ

{-خور} = آدم خور، گوشت خور، حرام خور، سود خور وغیرہ
{-پن} = بچپن، لڑکپن ، پن وغیرہ
{- ی} = چوری، بدی، دوری، سردی، گرمی وغیرہ

نوٹ: یہاں سابقے اور لاحقے محض مثال کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کا ذکر آگے چل کر تفصیل سے آئے گا۔

۴۔۱۔۲ تکرار REDUPLICATION.

اس عمل میں ساق کو جوں کا توں یا اس کا کوئی جُز دُہرا دیا جاتا ہے۔ اردو میں اس طرح کی ساقوں کو اعلی الترتیب مکمل تکرار اور جُزوی تکرار رکھنے والی ساقیں کہہ سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کے درمیان رابطیہ INFIX بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) مکمل تکرار COMPLETE REDUPLICATION بار بار، ساتھ ساتھ، دھڑ دھڑ، تار تار، در در وغیرہ۔

(ب) جزوی تکرار PARTIAL REDUPLICATION. جھٹ پٹ، چٹک مٹک، گڑ بڑ، روٹی ووٹی، زرق برق وغیرہ۔

(ج) منقطع تکرار INTERRUPTED REDUPLICATION کٹا کھٹ، سراسر، در بہ در، پہ در پہ، تڑا تڑ وغیرہ۔

۴۔۱۔۳ داخلی تبدیلی INTERNAL CHANGE .

ساق کی بناوٹ میں داخلی تبدیلی اس وقت عمل میں آتی ہے جب اس میں تعلیقیہ جوڑ دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر:

{کاٹ} : {کٹا} : {کٹنا}
{مار} : {مرا} : {مرنا}

{ دیکھ } : { دکھا } : { دکھانا }
{ لیٹ } : { لٹا } : { لٹانا }
{ کھا } { کھلا } { کھلانا }

### ۴.۱.۴ مرکبات COMPOUNDING

اگر دو یا دو سے زیادہ ساقیں ایک ساخت میں مل کر آئیں تو اسے مرکب ساق کہتے ہیں۔ اردو میں یہ ساقیں الفاظ کے مختلف درجوں میں سے کسی ایک سے بھی تعلق رکھ سکتی ہیں۔ کبھی کبھی ان کے درمیان ایک ربطی عنصر LINKING ELEMENT بھی آجاتا ہے۔ زبان میں ایسی ساقوں کا چلن محدود ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ڈاک + خانہ = ڈاک خانہ      چڑیا + گھر = چڑیا گھر
دولھا + بھائی = دولھابھائی، کاشت + کار = کاشت کار
مہ + خانہ = مہ خانہ      تاج + محل = تاج محل
درس + گاہ = درس گاہ      گل + ے + سرخ = گلِ سرخ

### ۴.۱.۵ غصب SUPPLESION

اردو ساقوں کے اشتقاقی عمل میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ساق اپنی شکل بدل کر دوسرا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے بھی معنی بدل جاتے ہیں: چند مثالیں دیکھیے:

ایک > پہلا ، جانا > گیا
دس > دہائی ، دو > دوہرا

### ۴.۲ نحوی زمرے : GRAMMATICAL CATEGORIES

اردو میں نحوی زمرے تعریفی اور انتخابی SELECTIVE دونوں طرح کے ہوتے

ہیں جنھیں ذیل کے جدول میں پیش کیا جاتا ہے:

| | جنس | تعداد | حالت | صیغۂ ضمیر | زمانہ/کیفیت | زماد |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اسم NOUN | + | + | + | – | – | – |
| ضمیر PRONOUN | – | + | + | + | – | – |
| صفت ADJECTIVE | + | + | + | – | – | – |
| فعل VERB | + | + | – | + | + | + |
| حالیہ PARTICIPLE | + | + | – | – | – | – |
| مصدر INFINITIVE | + | + | + | – | – | – |

اردو میں نحوی زُمروں کی خصوصیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے انھیں ذیل میں انفرادی طور پر الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

۴۔۲۔۱ جنس GENDER

جنس ایک انتخابی زُمرہ ہے جس کی دو صورتیں ہیں یعنی مذکر اور مؤنث۔ یہ اصل ہوتی ہیں لیکن اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں یہ مارفیماتی طور پر اشتقاق کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں؛ جیسے مُرغا: مرغی، بلّا: بلّی، کتا: کُتیا، لڑکا: لڑکی وغیرہ۔ عام طور پر صفات کی اے۔کلاس اور فعلی حالیے جنس اور تعداد کے لاحقوں مثلاً ا۔ اُ مذکر واحد، ا۔ ے/ "مذکر جمع" اور ا۔ ی/ "مونث واحد و جمع" کو دُہراتی ہیں۔ اس کے علاوہ اردو میں بعض تمیزیں ADVERBS اور فجائیے بھی INTERJECTIONS ایسے ہیں جن میں جنس کے لاحقے استعمال ہوتے ہیں۔ جملہ میں جنس فاعل SUBJECT سے مطابقت رکھتی ہے؛ مثلاً ارے! وہ مرد کالا تھا/یا/اری! وہ عورت کالی تھی۔

## ۴۔۲۔۲ تعداد NUMBER

اردو میں تعداد کی دو قسمیں ہیں یعنی واحد SINGULAR اور جمع PLURAL انھیں تعریفی لاحقوں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اُچھ۔ کلاس کی صفات، فعلی حالیے VERBAL PARTICIPATE اور بعض تمیز یں جنس اور تعداد کے لیے تعریفی عمل دُہراتی ہیں۔ اسما میں تعداد کو حالت کے ساتھ اور افعال میں صیغۂ ضمیر، کیفیت، طور اور زمانہ کے ساتھ جُڑا ہوا دیکھا جا سکتا ہے؛ مثلاً /کالا/ : /کالے/، /کتّا/ : /کتّے/، /کٹتا/ : /کٹتے/، /کنواں/ : /کوئے/ (غیر فاعلی حالت میں)، /کالوں/ : /کاٹیں/ وغیرہ۔

## ۴۔۲۔۳ حالت CASE

اردو میں فاعلی DIRECT غیر فاعلی OBLIQUE اور سمیت VOCATIVE تین حالتیں ملتی ہیں۔ حالت کے زُمرے اسما، ضمائر اور صفات میں ظاہر ہوتے ہیں بعض ایسی تمیزیں بھی ہیں جو غیر فاعلی حالت واحد میں آتی ہیں۔ حالت ہمیشہ تعداد کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتی ہے۔

## ۴۔۲۔۴ صیغۂ ضمیر PERSON

اردو میں ضمیر کے تین صیغے ہیں یعنی متکلم FIRST PERSON حاضر SECOND PERSON اور غائب THIRD PERSON ضمیر کے صیغے کے فرق کو فعلی رویوں کی خاص قسموں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ تعداد کی واحد اور جمع شکلوں کے ساتھ مل کر آتے ہیں۔

## ۴۔۲۔۵ زمانہ TENSE

اردو میں حال PRESENT ، ماضی PAST، اور مستقبل FUTURE

یہ تین زمانے ملتے ہیں۔ زمانے کا فرق تعداد اور صیغۂ ضمیر کے علاوہ جنس کی خاص رویوں سے جڑا ہوتا ہے۔ عموماً فعلی فقروں کی ساخت زمانے کے فرق کو ظاہر کرتی ہے؛ مثلاً

| | |
|---|---|
| حال | میں جاتا ہوں |
| ماضی | میں گیا |
| مستقبل | میں جاؤں گا |

(نوٹ: تفصیل کے لیے دیکھئے: ۴۔۳۔۴)

### ۴۔۲۔۶ کیفیت

یہ نحوی زُمرہ تعریفی زُمرے میں نہیں آتا لیکن فعلی فقروں کی ساخت کی مدد سے ان کے متعدد تضادوں کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل جملوں کو دیکھئے جہاں فعلی فقروں میں اس فرق کو دیکھا جا سکتا ہے:

/اسلیم کاٹتا ہے/: /اسلیم کاٹ رہا ہے/: /اسلیم کٹتا ہے/: /اسلیم کو کٹنا ہے/:
یا /بچہ پیٹتا ہے/: /بچہ پٹ رہا ہے/: /بچہ پٹتا ہے/: /بچے کو پٹنا ہے/ وغیرہ۔

### ۴۔۲۔۷ کیفیت ASPECT

اردو میں کیفیتوں کی تعداد چار ہے یعنی اشاری INDICATIVE امر IMPERATIVE, مصدر INFINITIVE, اور تمنائی IMPERATIVE, جو تعریفی عمل کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں۔ فقروں کی ساخت سے بھی اس فرق کو محسوس کیا جا سکتا ہے؛ جیسے /مجھے اب چلنا چاہیئے/: /اُسے بھی آنا چاہیئے تھا/: /آیا ہوگا/: /آ ہی رہا ہوگا۔

### ۴۔۲۔۸ طور VOICE

زبان میں دو طور ملتے ہیں جنہیں طورِ معروف ACTIVE VOICE, اور طورِ مجہول PASSIVE VOICE کہا جاتا ہے۔ یہ تعریفی روپ رکھتے ہیں اور فعل امدادی AUXILIARY, کے ساتھ آتے ہیں؛ جیسے /راجا کاٹتا ہے/ (طورِ معروف): /راجا کٹ رہا ہے/ (طورِ مجہول)۔ طورِ مجہول کی ساخت دوسرے عنصر کی حیثیت سے /جا/ کے ساتھ مرکب ساقوں میں بھی تشکیل پاتی ہے؛ جیسے /درخت کاٹے جائیں گے/۔

حیثیت رکھتی ہے لیکن ہندی میں /ج/ سے بدلتی رہتی ہے؛ جیسے زمین کو

## ۴۔۳ الفاظ کی درجہ بندی

مارفیمی تجزیے کے نقطۂ نظر سے اسمار، ضمائر، صفات اور افعال کی شکل میں لفظوں کی درجہ بندی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا ہے۔ الفاظ کی ہر درجہ بندی مخصوص نحوی زمروں کی مدد سے الگ پہچانی جا سکتی ہے۔ یہ درجات تعریفی مارفیموں کی بنیاد پر مختلف گردانوں میں مزید ذیلی حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔ اردو الفاظ کے درجوں کے تمام نمایاں زمرے اور تعریفی مارفیم انفرادی طور پر ذیل میں تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں:

### ۴۔۳۔۱ اسماء

اردو اسمار مصوتوں اور مصمتوں دونوں پر ختم ہوتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تعداد اور حالت کے لیے تعریفی عمل دہراتے ہیں۔ تعریفی اختتامیے تعداد کے لیے واحد اور جمع اور حالت کے لیے فاعلی DIRECT اور غیر فاعلی OBLIQUE اور سمعیت VOCATIVE کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ اختتامیے ENDINGS عموماً ایک دوسرے میں ضم ہوتے ہیں اور انھیں تعداد اور حالت کے لیے الگ الگ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔۳۔۱۔۱۔ تعداد، جنس اور حالت کے اعتبار سے اردو اسمار کو حسب ذیل تعریفی جدولوں میں پیش کیا جاتا ہے:

الف۔ لڑکا / مذکر

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | لڑک + ا = لڑکا | لڑک + ے = لڑکے |
| غیر فاعلی حالت: | لڑک + ے = لڑکے | لڑک + اوں = لڑکوں |
| سمعیت حالت: | لڑک + ے = لڑکے | لڑک + او = لڑکو |

ب۔ ہاتھی / مذکر

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | ہاتھ + ی = ہاتھی | ہاتھ + ی + φ = ہاتھی |
| غیر فاعلی حالت: | ہاتھ + ی = ہاتھی | ہاتھ + ی + اوں = ہاتھیوں |
| سمعیت حالت: | ہاتھ + ی = ہاتھی | ہاتھ + ی + او = ہاتھیو |

ج۔ /کنواں/ مذکر

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | کو + اں = کواں | کو + ایں = کوئیں |
| غیر فاعلی حالت: | کو + ایں = کویں | کو + اوں = کوؤں |
| سمعیت حالت: | کو + ایں = کوئیں | کو + اوں = کو |

د۔ /صاحب/ مذکر

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | صاحب | صاحب + آں = صاحبان |
| غیر فاعلی حالت: | صاحب | صاحب + اوں = صاحبوں |
| سمعیت حالت: | صاحب | صاحب + او = صاحبو |

ہ۔ /زیور/ مذکر

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت | زیور | زیور + φ /ات = زیور/زیوات |
| غیر فاعلی حالت | زیور | زیور + اوں = زیوروں |
| سمعیت حالت | زیور | زیور + او = زیورو |

و۔ /لڑکی/ مؤنث

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | لڑک + ی = لڑکی | لڑک + ی + آں = لڑکیاں |
| غیر فاعلی حالت: | لڑک + ی = لڑکی | لڑک + ی + اوں = لڑکیوں |
| سمعیت حالت: | لڑک + ی = لڑکی | لڑک + ی + او = لڑکیو |

ز۔ /بہو/ مؤنث

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت: | بہو | بہو + ایں = بہوئیں |
| غیر فاعلی حالت: | بہو | بہو + اوں = بہوؤں |
| سمعیت حالت: | بہو | بہو + او = بہوو |

ج۔ /گائے/ مؤنث گائے گائے + ایں = گائیں

فاعلی حالت:

غیر فاعلی حالت: گائے گائے + اوں = گایوں

سمعت حالت: گائے گائے + اوں = گایوں

د۔ /چڑیا/ مؤنث

فاعلی حالت: چڑ + یا = چڑیا چڑ + یا + ایں = چڑیں/چڑیاں

غیر فاعلی حالت: چڑ + یا = چڑیا چڑ + یا + اوں = چڑیاؤں/چڑیوں

سمعیت حالت: چڑ + یا = چڑیا چڑ + یا + او = چڑیو

۴۔۳۔۱۔۲ اوپر براہ راست اصل BASE سے جڑنے والے اُن اختتامیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مخصوص اسمی ساقوں NOMINAL STEMS. کی گردانوں میں آتے ہیں۔ اردو میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں ساقیں تعداد کے لیے عربی اصول کے مطابق داخلی تبدیلی INTERNAL CHANGE. سے یہ فرق ظاہر کرتی ہیں۔ جیسے استاد سے اساتذہ، مذہب سے مذاہب وغیرہ۔ ایسا عربی سے مستعار الفاظ میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بعض صورتوں میں فاعلی حالت کی جمع کے روپ غیر فاعلی جمع کی حالت میں تعریفی عملی کو دُہرا دیتے ہیں؛ جیسے جنّات (جمع فاعلی حالت میں)؛ جنّاتوں (جمع الجمع غیر فاعلی حالت میں)۔

یہ عمل صرف ان اختتامیوں کے ساتھ ہوتا ہے جو عربی فارسی سے مستعار ہیں؛ مثلاً /۔اَت/ یا /اَں/۔ اردو میں تمام مذکر اور مؤنث اسمی درجوں میں غیر فاعلی یا سمعیت حالتوں کے جمع کے نشان گر MARKERS. مماثل ہیں۔ مذکر اور مؤنث اسمی ساقیں جو مصوتے یا مصمتے پر ختم ہوتی ہیں واحد کی صورت میں حالت کے لیے مشترک نشان گر یعنی /۔ ϕ/ رکھتی ہیں البتہ /لڑک۔/ درجہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ غیر فاعلی اور سمعیت حالتوں میں واحد کے لیے محض /۔اے/ اختتامیے کی اجازت دیتا ہے۔ فاعلی حالت میں

ہندوستانی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی عربی و فارسی شکل اردو اور سنسکرت

جمع کے لیے مؤنث ساقیں کبھی کبھی ا۔ اں اکے ساتھ گردان کرتی ہیں؛ جیسے لڑکی : لڑکیاں، بکری: بکریاں وغیرہ۔

۴۔۳۔۱۔۳ نامکمل تصریفی اسماء :

اردو میں متعدد اسمار ایسے بھی ہیں جو تصریفی عمل نہیں رکھتے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف۔ اسم خاص PROPER NOUN دہلی، مغل، گنگا، تاج محل، ہمالیہ وغیرہ۔

ب۔ فطرت سے متعلق اسمار : چاند، سورج، دھوپ وغیرہ۔

ج۔ مادی اسمار : چاندی، سونا، پانی۔

د۔ بیماریوں کے نام : بخار، ہیضہ، پیچش، زکام وغیرہ۔

ہ۔ واحد میں آنے والے اسمار : چینی، دہی، شہد وغیرہ۔

## ۴۔۳۔۱۔۴ اشتقاق DERIVATION.

۴۔۳۔۱۔۴۔۱ تذکیروتانیث GENDER : اردو میں دو جنس ملتی ہیں یعنی مذکر MASCULINE اور مونث FEMININE ۔الفاظ میں فرق کو خود پیش کرتے ہیں یا مارفیمیاتی سطح پر اشتقاقی عمل کے ذریعہ انھیں سابقے جوڑ کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ مذکر اور مؤنث کے لیے عام طور پر {۔آ} اور {۔ی ~ یا} سابقے استعمال میں آتے ہیں؛ جیسے لڑکا: لڑکی، مرغا: مرغی، کُتّا: کُتیا، چوہا: چوہیا وغیرہ۔ لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں مؤنث کے لیے {۔اَ ہ} سابقہ استعمال ہوا ہے؛ جیسے سلطان (مذکر)، سلطانا (سلطانہ، مؤنث)، والد (مذکر)، والدا (والدہ، مؤنث) وغیرہ۔ عموماً چھوٹی اشیار مؤنث ہوتی ہیں؛ جیسے ٹوپی، سوئی، ڈبیا، کرسی، کتاب وغیرہ {۔او} پر ختم ہونے والے مجرد اسما ABSTRACT NOUN اور آخیر میں {۔پن} رکھنے والے اسم ذات SUBSTANTIVE NOUNS، اردو میں مذکر کہلاتے ہیں؛ جیسے لگاؤ، بچاؤ/ یا / بچپن، پاگل پن / وغیرہ۔ لیکن

{- آئی} اور {- وَٹ} جیسے سابقوں والے مجرد اسمار، مؤنث کہلاتے ہیں؛ جیسے ابرائی اچھائی، لڑائی اور گھبراہٹ، سجاوٹ، بناوٹ وغیرہ۔ جانوروں کے ناموں میں بعض اسمار ایسے ہیں جن کے مذکر نہیں ہوتے؛ جیسے لومڑی، مکھی، چیل، مچھلی وغیرہ۔ کچھ محض مذکر ہی ہوتے ہیں اور ان کی مؤنث شکلیں نہیں ملتیں؛ جیسے مچھر، کھٹمل، کوّا وغیرہ۔ بعض اسمار میں جنس کے فرق کو الگ الگ لفظوں سے ظاہر کیا جاتا ہے؛ جیسے مرد (مذکر) عورت (مؤنث)، شوہر (مذکر): بیوی یا زوجہ (مؤنث)، بیل (مذکر): گائے (مؤنث) وغیرہ۔ عام طور پر مؤنث اسمار مذکر اسموں سے ماخوذ ہوتے ہیں لیکن ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں مذکر کا ماخذ مؤنث ہے؛ جیسے بھینس (مؤنث) بھینسا (مذکر)۔ ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔

۴۔۳۔۱۔۴۔۲ ساق کی بناوٹ STEM FORMATION: افعال کے مقابلے میں اسمار کی ساقیں بآسانی پہچانی جاسکتی ہیں۔ اردو میں ساقیں ضمیری PRONOMINAL، صفتی ADJECTIVEL، فعلی VERBAL، اور دوسری اسی ساقوں میں الحاقیانے AFFIXATION، کے عمل سے عموماً تشکیل پاتی ہیں۔ تعلیقے AFFIXES، سادہ بھی ہوسکتے ہیں اور مخلوط یا پیچیدہ بھی۔ ایک ساق ایک سے زیادہ قسموں کے تعلیقیوں سے مل کر تشکیل پاسکتی ہے۔ ساقیں اپنی بناوٹ کے اعتبار سے سادہ، پیچیدہ یا مخلوط اور مرکب بھی ہوسکتی ہیں۔

اسمار کی ساقوں میں جن سابقوں اور لاحقوں کا استعمال ہوتا ہے انھیں معنی کے اعتبار سے مختلف درجوں میں بانٹا جاسکتا ہے؛ جیسے اسمِ حرکت، اسمِ جمع، اسمِ مجرد، اسمِ فاعل، اسم عام اور جنسی اسم وغیرہ۔ اردو میں ایک ہی کلاس یا درجے کے سابقے یا لاحقے آپس میں کوئی تکمیلی تقسیم COMPLEMENTORY DISTRIBUTION، نہیں رکھتے ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی ساق سے دُہرے بلکہ تہرے ماخذ رکھتے ہیں اور ان کا تعلق بھی اسی کلاس سے ہوتا ہے۔ یہ تعلیقے تکمیلی تقسیم نہ رکھتے ہوئے آزادانہ طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے مُلا: ملاوا، دَین: دنیا، مُٹائی: مٹاپا وغیرہ۔

### ۴.۳.۴.۱.۳ لاحقوں کی مدد سے تشکیل پانے والی اسمی ساقیں

الف۔ اسمِ حرکت NOUN OF ACTION : یہ اسمار فعلی، ضمیری، صفتی اور دوسری اسمی ساقوں میں مختلف لاحقوں SUFFIXES کو جوڑکر اپنی ساخت مکمل کرتے ہیں۔ اسمِ حرکت کے لیے استعمال ہونے والے لاحقوں کو ذیل میں ملاحظہ کیجئے:

(i) صفتی ساقوں میں جڑکر اسمِ حرکت کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں:

{-اَک، -ی، -ہٹ، -اس} وغیرہ۔ مثالیں:

{-اَک} = ٹھنڈک

{-ی} = خوبی، سچائی، مٹھائی

{-ہٹ} = چکناہٹ، جھنجھلاہٹ، کرکراہٹ

{-اَس} = مٹھاس، کھٹاس

(ii) فعلی ساقوں کے ساتھ مل کر اسمِ حرکت کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں:

{-اَک، -اَت، -ائی، -ان، -اڑ، -اس، -ی، -اوتا، -وٹ، -وا، -وارا} وغیرہ۔ مثالیں:

{-اَک}: بیٹھک

{-اَت}: کھپت

{-ائی}: لڑائی، پڑھائی، بنائی

{-اَن}: اُٹھان

{-اَڑ}: پچھاڑ

{-اَس}: پیاس

{-ی}: ہنسی

{-اَوتا}: سمجھوتا

{-وَٹ}: لگاوٹ، بناوٹ، لکھاوٹ

{-وا }: دکھاوا، بناوا

{-وارا }: بٹوارا

(iii) ضمیری ساقوں سے مل کر اسمِ حرکت کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں:

{-اس، -ا وغیرہ۔ مثالیں:

{-اَس }: آپس

{ -ا }: آپا

(iv) دوسرے اسمار کی ساقوں کے ساتھ جُڑ کر اسمِ حرکت کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں {-اک، -ہٹ، -انا، -اپا، -ی، -پن} وغیرہ۔ مثالیں:

{ -اک }: ڈھولک

{ -ہٹ }: گھڑگھڑ+ا+ہٹ = گھڑگھڑاہٹ

{ -آنا }: مردانا

{ -آپا }: بوڑھاپا، سراپا،

{ -پن }: بچپن، پاگل پن

ب۔ NOUN OF AGENCY AND OCCUPATION: یہ اسمار عموماً فعلی اور دوسری اقسام کے اسمار کی ساقوں کے ساتھ مختلف لاحقوں سے مل کر اپنی ساخت مکمل کرتے ہیں۔ مثلاً

(i) فعلی ساقوں کے ساتھ جُڑ کر ان اسمار کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں:

{ آڑی، -ی، -وٗ، -ایرا، -آک، -آکو، -ایت، -اوڑ، -ا، -آئی، -وا، -وٹ

{-اوتا، -اَت، -اَن، -نی، -وارا، -ہٹ، -نا، -یا } وغیرہ۔ مثالیں:

{ -ڑی }: کھلاڑی

{ -ی }: شکاری، ہنسی

{ -اوٗ }: ، جھاڑو

{ -ایرا }: لٹیرا، سویرا، بسیرا

لسانی سرمایے کا کثیر حصہ تقریباً یکساں ہے۔ اس مماثلت کی وجہ یہ ہے

{ -آک } : تیراک

{ -آکو } : لڑاکو

{ -ایت } : ڈکیت ،

{ -اوڑ } : ہنسوڑ

{ -ا } : گھیرا، پھیرا، جھولا

{ -آئی } : لڑائی، جتائی، سینچائی

{ -آوا } : دکھاوا، بُلاوا

{ -وَٹ } : ملاوٹ، سجاوٹ

{ -اَوتا } : سمجھوتا

{ -اَت } : بچت

{ -اَن } : رہن سہن، جھاڑن

{ -نی } : چٹنی

{ -وارا } : بٹوارا

{ -ہٹ } : غراہٹ، جھنجھلاہٹ

{ -نا } : ڈھکنا

{ -یا } : گویا

(۱۱) دوسری اقسام کے اسمار کی ساقوں سے جُڑنے والے لاحقے اس طرح ہیں: {-اری، -ی، -ایرا، -آرا، -خور، -کار، -گر، -پوش، -دار، -باز، -اینا، -راز، -بان، -نامہ، -آور، -ور، -زادہ، -نویس، -نشین، -ساز، -آباد، -پور، -گڑھ، -بین، -ری، -آس، -گاہ، -ستان، -آنی، -یت، -ری، -گار، -چا، -آنا} وغیرہ۔

{ -اری } : بھکاری، شکاری

{ -ی } : حلوائی، چارپائی

{ ۔ایرا } : سپیرا، ۔ :

{ ۔ آر } : لوہار، چمار

{ ۔خور } : سودخور، حرام خور، آدم خور، رشوت خور

{ ۔ کار } : بدکار

{ ۔ دار } : نام دار، دوکان دار

{ ۔ گر } : سوداگر، کاری گر

{ ۔تراش } : سنگ تراش

{ ۔ پوش } : نقاب پوش، میز پوش

{ ۔ باز } : چال باز، پتنگ باز

{ ۔ اینا } : جہینہ

{ ۔ دان } : قلمدان، پان دان

{ ۔ بان } : دربان، میزبان

{ ۔ نامہ } : کرایہ نامہ، نکاح نامہ، صلح نامہ

{ ۔آور } : دست آور، خواب آور

{ ۔ ور } : جانور، طاقتور

{ ۔زادہ } : شاہزادہ، نواب زادہ، حرام زادہ

{ ۔نویس } : خوش نویس، عرضی نویس

{ ۔نشین } : پردہ نشین، جانشین، سجادہ نشین

{ ۔ساز } : جال ساز، سنگ ساز، جعلساز

{ ۔بین } : دُوربین

{ ۔آباد } : حیدرآباد، فیروزآباد، نجیب آباد، احمدآباد

{ ۔ری } : چھتری، چھتاری

{ ۔آس } : کھٹاس، مٹھاس

{ ۔گڑھ } : پالاگڑھ، رام گڑھ، کالا گڑھ
{ ۔پور } : کان پور، ناگپور
{ ۔گاہ } : چراگاہ، درگاہ
{ ۔ستان } : پاکستان، ہندوستان
{ ۔انی } : روحانی، فراوانی
{ ۔یت } : انسانیت، حیوانیت
{ ۔اری } : جواری، بھکاری
{ ۔موں } : ماموں
{ ۔گار } : مددگار، خدمت گار
{ ۔چا } : چچا، باغیچا
{ ۔انا } : جرمانا، حرجانا

ج۔ اسم اضافی و اسم اظہاری EXPRESSIVE AND POSSESSIVE NOUNS ان اسماء کی ساخت کی تشکیل دوسری کلاسوں کی اسمی ساقوں کے ساتھ لاحقوں کے جڑنے سے تشکیل پاتی ہے۔ یہ لاحقے اس طرح ہیں: { ۔ی، ۔چی، ۔وی، ۔نی، ۔دار } وغیرہ مثالیں

{ ۔ی } : ہندوستانی، جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ
{ ۔چی } : خزانچی، توپچی، باورچی، موچی
{ ۔وی } : دہلوی، لکھنوی،
{ ۔نی } : چگانی، شروانی
{ ۔دار } : مالدار، دلدار

د۔ اسم آلات INSTRUMENTAL NOUN ان اسماء کی تشکیل فعلی اور دوسری کلاسوں کی اسمی ساقوں میں لاحقوں سے مل کر ہوتی ہے جو اس طرح ہیں:

(i) فعلی ساتوں سے مجڑ کر اسمِ آلات کی تشکیل دینے والے لاحقے یہ ہیں: {-ان، ا، -نا، -پی، -نی، -لی} وغیرہ۔ مثالیں:

{-ان} : بیلن، برتن، ڈھکن
{-نا} : چھلنا، ڈھکنا
{-نی} : سینی، پھکنی، کنی
{-لی} : بسولی
{-پی} : ٹھرپی
{-ا} : چیمٹا

(ii) دوسری کلاسوں کی اسمی ساتوں سے مجڑنے والے لاحقے یہ ہیں: {-یا، -اَوڑا، -بند} وغیرہ۔ مثالیں:

{-یا} : ڈلیا
{-اَوڑا} : ہتھوڑا
{-بند} : کمر بند، گلو بند

۵۔ جنس کو ظاہر کرنے والے اسمار:

مارفیماتی نقطۂ نظر سے اسمار میں جنس کو ظاہر کرنے کے لیے عموماً دو لاحقوں کا استعمال ہوتا ہے یعنی /-ا/ اور /-ی/ جو بالترتیب مذکر اور مؤنث کے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن اردو بعض لاحقے ایسے بھی ہیں جو مذکر کے لیے یا صرف مونث کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جیسے:

(i) صرف مذکر اسمار کے لیے استعمال ہونے والے لاحقے: {-وا، -اوا، -اوئی، -ی، -اُو} وغیرہ۔ مثالیں:

{-وا} : چھلاوا
{-اوئی} : بہنوئی، نندوئی
{-اوا} : بھڑوا، مردوا، رنڈوا

{ -ی } : پڑوسی، مالی،
{ -اؤ } : خالؤ، بھالؤ، لمبؤ

(ii) صرف مؤنث اسما کے ساتھ آنے والے لاحقے: {-ان، -ان، -انی، -نی، -یا، -ا، -او} وغیرہ۔ مثالیں:

{ -اَن } : پڑوسن، مالن، تیلن
{ -اُن } : چودھران
{ -انی } : مغلانی، پنڈتانی، سیٹھانی
{ -نی } : شیرنی، ہتھنی
{ -یا } : کُتیا، چڑیا
{ -ا } : خالا
{ -او } : لمبو، کلو

و۔ عام طور پر چھوٹی اشیا کو مؤنث اور بڑی چیزوں کو مذکر خیال کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے حسب ترتیب { -ی، -یا } اور { -ا } لاحقے استعمال ہوتے ہیں؛ مثلاً { -ی } : ٹوپی (< ٹوپ)، کنکری (< کنکر)، تھیلی (< تھیلا) اور { -یا } : ڈبیا (< ڈبا)، لٹیا (< لوٹا) وغیرہ۔ اسما کی یہ مؤنث شکلیں مذکر اسما سے ماخوذ ہیں۔ نسبتاً بڑی اشیا کے لیے {-ا} لاحقے کا استعمال دیکھئے جو مذکر تصور کی جاتی ہیں؛ جیسے ڈنڈا (< ڈنڈی)، مونڈھا (< مونڈھیا)، تالا (< تلیا) وغیرہ۔

۴.۲.۱.۴.۳ سابقوں کی مدد سے تشکیل پانے والی اسمی ساختیں

اردو میں فعلی، عددی، صفتی، تمیزی اور اسم کی دوسری اقسام کی ساختوں میں لاحقوں کی طرح مختلف سابقے جوڑ کر بھی اسما بنائے جاتے ہیں۔ الفاظ کی جن مختلف کلاسوں کی

ساقوں میں سابقے جوڑ کر اسمائی ساخت کو تشکیل دیا جاتا ہے، ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

i۔ فعلی ساقوں میں جن ساقوں کو جوڑ کر اسما بنائے جاتے ہیں، وہ اس طرح ہیں {ا-، ان-، نا-، اد-، خوش-، غیر-} وغیرہ۔ مثالیں:

{ا-} : اٹلی، امر
{ان-} : ان پڑھ، ان بن
{نا-} : نامعلوم، نامُراد
{اد-} : ادکھلا، ادمرا
{خوش} : خوش بیان، خوش گو
{غیر-} : غیرحاضر
{بھر-} : بھرمار

ii۔ صفتی ساقوں میں مندرجہ ذیل سابقوں کو جوڑ کر اسما بنائے جاتے ہیں:
{ا-، ان-، کم-، خوش-، نا-، نِ-، در-، ب-، بر} وغیرہ۔ مثالیں:

{ا-} : اچھوتا، انوکھا
{کم-} : کم زور، کم تر
{نا-} : نالایق، ناپسند، ناخوش
{خوش-} : خوش بو
{نِ-} : نخالص
{ب-} : بخوشی
{در-} : دراصل
{بر-} : برصغیر
{ }

{ ـی } : پڑوسی، مالی،

{ ـاؤ } : ٹھالؤ، بھالو، لمبؤ

(ii) صرف مؤنث اسما کے ساتھ آنے والے لاحقے : {ـان، ـ ان ، ـ انی ،
ـنی، ـ یا، ـ ا، ـ او } وغیرہ۔ مثالیں :

{ـاَن} : پڑوسن، مالن ، تیلن

{ـاَن} : چودھران

{ـانی} : مغلانی، پنڈتانی، سیٹھانی

{ـ نی} : شیرنی، ہتھنی

{ـ یا } : کُتیا، چڑیا

{ ـ ا } : خالا

{ـاو} : لمبو، کلو

و۔ عام طور پر چھوٹی اشیا کو مؤنث اور بڑی چیزوں کو مذکر خیال کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے حسب ترتیب { ـی، ـ یا } اور {ـ ا} لاحقے استعمال ہوتے ہیں؛ مثلاً {ـی } : ٹوپی (< ٹوپ)، کنکری (< کنکر)، تھیلی (< تھیلا) اور {ـ یا } : ڈبیا (< ڈبا)، لٹیا (< لوٹا) وغیرہ۔ اسما کی یہ مؤنث شکلیں مذکر اسما سے ماخوذ ہیں۔ نسبتاً بڑی اشیا کے لیے {ـا} لاحقے کا استعمال دیکھیے جو مذکر تکور کی جاتی ہیں؛ جیسے ڈنڈا (> ڈنڈی)، مونڈھا (> مونڈھیا)، تالا (> تلیا) وغیرہ۔

۴۔۲۔۳۔۱۔۲۔۴ سابقوں کی مدد سے تشکیل پانے والی اسمی ساقیں

اردو میں فعلی، عددی، صفتی، تمیزی اور اسم کی دوسری اقسام کی ساقوں میں لاحقوں کی طرح مختلف سابقے جوڑ کر بھی اسما بنائے جاتے ہیں۔ الفاظ کی جن مختلف کلاسوں کی

ساقوں میں سابقے جوڑ کر اسمائی ساخت کو تشکیل دیا جاتا ہے، ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

i۔ فعلی ساقوں میں جن ساقوں کو جوڑ کر اسما بنائے جاتے ہیں، وہ اس طرح ہیں
{ا-، ان-، نا-، اد-، خوش-، غیر-} وغیرہ۔ مثالیں:

{ا-} : اٹلی، امر
{ان-} : ان پڑھ، ان بن
{نا-} : نامعلوم، نامُراد
{اد-} : ادکھلا، ادمرا
{خوش} : خوش بیان، خوش گو
{غیر-} : غیر حاضر
{بھر-} : بھرمار

ii۔ صفتی ساقوں میں مندرجہ ذیل سابقوں کو جوڑ کر اسما بنائے جاتے ہیں:
{ا-، ان-، کم-، خوش-، نا-، نِ-، در-، ب-، بر-} وغیرہ۔ مثالیں:

{ا-} : اچھوتا، انوکھا
{کم-} : کم زور، کم تر
{نا-} : نالایق، ناپسند، ناخوش
{خوش-} : خوش بو
{نِ-} : نخالص
{ب-} : بخوشی
{در-} : دراصل
{بر-} : برصغیر
{ }
{ }

۱۱۱۔ دوسری ں کی اسمی ساقوں کے ساتھ مل کر آنے والے سابقے اس طرح ہیں: {کم ـ، با ـ، نا ـ، بد ـ، بے ـ، در ـ، خوش ـ، دست ـ، ن ـ، ب ـ، لا ـ، غیر ـ، سر ـ، ہم ـ، بر ـ، در ـ} وغیرہ۔ مثالیں:

{کم ـ} : کم سن، کم بخت، کم عقل

{با ـ} : باذوق، باصلاحیت، باعصمت

{نا ـ} : نامراد، نادان

{بد ـ} : بدخواہ، بدذات، بدنام

{بے ـ} : بےغیرت، بے پردہ، بے حیا

{در ـ} : دربان

{خوش ـ} : خوش پوش، خوش کلام

{غیر ـ} : غیرمرد

{دست ـ} : دستخط، دسترس

{نِ ـ} : نکما، ناخواندہ

{بَ ـ} : بطور، بدست

{لا ـ} : لاجواب، لاوارث

{سر ـ} : سرتاج، سرکار

{ہم ـ} : ہم درد، ہم راہ، ہم راز

{بر ـ} : بروقت، برخلاف

۱۱۲۔ عددی ساقوں کے ساتھ جڑنے والے سابقے حسب ذیل ہیں: {اُن ـ، دُ ـ، بِ ـ، ہر ـ} وغیرہ۔ مثالیں:

{اُن ـ} : اُنیس، اُنتیس، اُنسٹھ، اُناسی

{دُ ـ} : دوبارہ

{ت } : تبارہ
{ہر } : ہرایک

ن۔ چند تمیزی ساقیں بھی ہیں جن سے جُڑ کر سابقے اسمائی تشکیل کرتے ہیں، جیسے { ہر } ہرطرف، ہرگز وغیرہ۔

### ۴-۳-۱-۵ اسمائی مرکب ساقیں

۴-۳-۱-۵-۱- اردو زبان میں ساقوں کے مرکبات بنانے کا ایک عام رجحان ملتا ہے۔ ان مرکبات کو فقروں کی ساخت سے الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ یہ فرق زیادہ واضح نہیں ہے لیکن لسانیات کی رو سے اس کی توضیح ممکن ہے۔ اردو میں مرکب لفظ اور فقرے کے درمیان فرق کو سمجھنے کے لیے ذیل میں چند اشارے کیے جاتے ہیں:

الف۔ مرکب ساق کے اجزا خواہ اسمی ہوں یا فعلی، وہ ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں جب کہ فقرے میں دونوں اجزا کے درمیان ایک خارجی وقفہ وا EXTERNAL OPEN JUNCTURE ہوتا ہے ; جیسے وہ آدمی کمزور ہے : اس آدمی نے کم + زور لگایا ہے۔

اوپر کے جملوں میں صوری طور پر ایک ہی لفظ "کم زور" استعمال ہوا ہے لیکن پہلے جملے میں "کم" اور "زور" کے درمیان کوئی وقفہ نہیں ہے جب کہ دوسرے کے درمیان وقفہ وا ہے اس لیے پہلا "کمزور" ایک لفظ اور دوسرا "کم + زور" ایک فقرہ کہلائے گا۔

ب۔ مرکب ساقیں چند خاص لسانیاتی عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں جب کہ فقرے ان پابندیوں سے آزاد ہیں ; مثلاً دولہا بھائی، چڑیا گھر، ساتھ ساتھ وغیرہ۔ لیکن "اچھا بھائی"، "ٹوٹا گھر" اور "سب ساتھ" مرکب ساقیں نہ ہو کر فقرے کہلائیں گے کیونکہ ان میں "اچھا"، "ٹوٹا" اور "سب" کی جگہ علی الترتیب "سوتیلا"، "سفید" اور "ہم" یا ان جیسے دوسرے مارفیم بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مرکب ساقیں اس آزادی سے محروم ہیں۔

ج۔ مرکب ساق کا دوسرا رکن تعریفی ہے تو وہ ضرورت پڑنے پر اس عمل کو دہرا سکتا ہے جب کہ فقرے میں ایسا ممکن نہیں ہے ؛ مثلاً

وہ لڑکے اپنے ماں باپوں کے ساتھ گھومنے گئے

وہ لڑکے اپنے ماؤں اور باپوں کے ساتھ گھومنے گئے

اوپر کے پہلے جملے میں "ماں باپوں" سے مراد "والدین" ہے جو ایک معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے مرکب لفظ ہے جب کہ دوسرے جملے میں "ماؤں اور باپوں" سے مراد "ماؤں" اور "باپوں" ہے جو الگ الگ معنی میں استعمال ہوئے ہیں اس لیے فقرہ ہے۔ تعریفی صورت میں بھی یہ فقرہ ماؤں اور باپوں کی طرح ہی بولا جائے گا۔

د۔ صرف مرکب ساقوں میں ہی ربطی عناصر . LINKING ELEMENTS . کا استعمال ہوتا ہے ؛ جیسے تڑ۔ ا۔ تر = تڑاتر، کھینچ۔ ا۔ تانی = کھینچا تانی، گل۔ ے۔ سرخ = گلِ سرخ وغیرہ۔ فقرے اس خصوصیت سے محروم ہیں۔

۴-۳-۱-۵-۲-۴ اسمائی ساقوں کی تشکیل اور درجہ بندی

ساخت کے اعتبار سے اسمائی مرکب ساقوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان کی مزید درجہ بندی بھی ممکن ہے۔ اردو اسمائی ان مرکب ساقوں کی داخلی ساخت کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

الف۔ ایسے مرکب اسما جو ربطی عناصر کے ساتھ یا ان کے بغیر مماثل یا نیم مماثل حصہ جزو COMPONENT . کے حامل ہوں ؛ جیسے :

i۔ مکمل تکراری ساقیں : یہ مرکبات کی ایسی قسم ہے جس کے دونوں حصۂ جزو ہم صوت یا ایک دوسرے کے مماثل ہوتے ہیں اور جن کا اسم، صفت، فعل یا لفظ کے کسی دوسرے درجے سے تعلق ہو سکتا ہے ؛ مثلاً {بات بات}، {اچھا اچھا} {پٹ پٹ} وغیرہ۔

ii۔ نیم تکراری ساقیں : یہ مرکبات کی وہ قسم ہے جس کے پہلے حصۂ جزو

کی تکرار کے وقت اس کا ابتدائی مصوتہ یا مصمتہ نئی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اردو میں عموماً یہ پہلا مصمتہ / د / میں بدل جاتا ہے؛ جیسے /روٹی دوٹی، چائے وائے، پانی وانی / وغیرہ۔

iii۔ تکرار بشمول ربطی عنصر: ایسے مرکبات میں ربطی عنصر غیر منقطع یا منقطع ترتیب میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ ان مرکبات کے حصۂ جزو عموماً اسما اور افعال پر مشتمل ہوتے ہیں؛ جیسے فٹ +ا+ فٹ = فٹافٹ، کھٹ +ا+ کھٹ = کھٹاکھٹ، گل + ے + سرخ = گلِ سرخ (ربطی عنصر کا غیر منقطع استعمال) یا کھُل +ام + کھُل +ا = کھلم کھُلا، گتھ + ام + گتھ +ا = گتھم گتھا (ربطی عنصر کا منقطع استعمال) وغیرہ۔

ب: وہ مرکب اسما جن کے حصۂ جزو مختلف صوتی شکلوں کے حامل ہوتے ہیں اس طرح ہیں:

i۔ ایسے مرکب اسما میں دو آزاد مارفیم اشتقاقی لاحقے DERIVATIONAL SUFFIX کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے کل + منہ +ا = کل موا، نک ٥ (< ناک) - چڑھ - ی = نک چڑھی، دس + ہزار + ی = دس ہزاری وغیرہ۔

ii۔ ایسے اسما بغیر کسی مداخلت کے دو آزاد مارفیموں پر مشتمل ہوتے ہیں؛ جیسے جامع مسجد، لال قلعہ، تاج محل وغیرہ۔

اردو میں اسمائی مرکب ساقوں کی اُن کے اپنے حصۂ جزو کے ساتھ مجموعی رشتوں کی بنیاد پر بھی تقسیم ہو سکتی ہے۔ ساقیں اپنے طریقۂ عمل کے اعتبار سے درون مرکزی ENDROCENTRIC اور بیرون مرکزی EXOCENTRIC کہلا سکتی ہیں۔ درون مرکزی مرکبات اپنے پہلے حصۂ جزو کے مطابق عمل کرتے ہیں؛ جیسے چڑیا گھر، شفاخانہ وغیرہ۔ اس کے برعکس بیرون مرکزی مرکبات کا طریقۂ عمل اپنے حصۂ جزو سے مختلف ہوتا ہے؛ جیسے ذو معنی، دو دھاری وغیرہ۔

۲-۳-۲- صفات ADJECTIVES

۴-۳-۲-۱-۱- اردو کی صفات کو ساخت کے اعتبار سے دو ذیلی کلاسوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی تصریفی اور غیر تصریفی صفات۔ نحوی طور پر الفاظ کے اس درجے کا تعلق اسمی فقروں میں براہ راست فاعل یا راس HEAD سے ہوتا ہے۔ اسم کی بڑی کلاس کی طرح یہ تصریفی کلاس بھی جنس، تعداد اور حالت سے اپنا تعلق ظاہر کرتی ہے۔ صفات کی اس کلاس کو سہولت کے لیے ہم اچھ کلاس کا نام دے سکتے ہیں باقی تمام صفات دوسری غیر تصریفی ذیلی کلاس میں آتی ہیں۔ ذیل میں اچھ کلاس صفات کے تصریفی عمل کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

۱۔ (الف): اچھا مذکر

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| فاعلی حالت : | اچھا | اچھے |
| غیر فاعلی حالت : | اچھے | اچھے |
| سمیعت حالت : | اچھے | اچھے |

ب: اچھی مؤنث

| | | |
|---|---|---|
| فاعلی حالت : | اچھی | اچھی |
| غیر فاعلی حالت : | اچھی | اچھی |
| سمیعت حالت : | اچھی | اچھی |

حسب بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اچھ کلاس میں جنس میں فرق کرنے کے لیے مذکر کو {-ا} اور مؤنث کو {-ی} لاحقوں سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مذکر صفات کی فاعلی حالت میں تعداد کا فرق ملتا ہے لیکن غیر فاعلی اور سمیعت حالتوں میں ایسا نہیں ہے۔ اس طرح کا کوئی فرق مؤنث صفات میں نہیں ملتا۔ اردو میں صفات اسم SUBSTANTIVES کی طرح بھی عمل کر سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں یہ اسما کی طرح

نہ صرف استعمال ہوتی بلکہ ان کی طرح تعریفی عمل بھی دہراتی ہیں۔

۴-۳-۲-۲-۔ صفات کی درجہ بندی: جہاں تک اسمی فقروں میں تقسیم DISTRIBUTION. کا تعلق ہے، صفات کو چار کلاسوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ یہ کلاسیں اس فقرے میں دیکھیے؛ /یہ میرا ایک اچھا مکان ........./۔ اردو صفات کی ان تمام کلاسوں کو مزید وضاحت کے لیے ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

الف : اچھا مکان
ب : ایک اچھا مکان
ج : میرا ایک اچھا مکان
د : یہ میرا ایک اچھا مکان

پہلی کلاس کی صفات کو کیفیتی QUALITATIVE کہا جاسکتا ہے۔ ان صفات کی خوبی یہ ہے کہ یہ فاعل یا اس کے بالکل متصل آتی ہیں جیسے حسب بالا فقرے میں صفت /اچھا/۔ دوسری کلاسوں کے مقابلے میں یہ صفات زیادہ اہم اور کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ اس کلاس میں کالا، بڑا، خوب صورت، کشادہ اور وحشی جیسی صفات شامل ہیں۔ صفات کی دوسری قسم وہ ہے جو اسمی فقروں میں کیفیتی صفات سے پہلے آتی ہیں؛ جیسے /ایک/۔ اس صفت کو اوپر کے فقرے میں دیکھیے جہاں یہ /اچھا/ سے پہلے آئی ہے۔ ایسی صفات کو کمیتی QUANTITATIVE کہا جاتا ہے۔ ان میں خصوصاً عدد NUMIRALS اور کچھ دوسری صفات بھی شامل ہیں؛ جیسے پانچ، دس، ہزار، خیر اور کچھ وغیرہ۔ یہ کیفیتی صفات کے مقابلے میں نسبتاً چھوٹی کلاس ہے۔ /تھوڑا/ قسم کی صفات بھی اسی ضمن میں آتی ہیں انھیں مستثنا قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ اچھ۔ کلاس کی طرح جنس، تعداد اور حالت کے لیے تعریفی عمل دُہراتی ہیں۔ صفات کی تیسری کلاس کو ضمیری صفات PRONOMINAL ADJECTIVES کے نام سے پکارا جاسکتا ہے جو اسمی فقروں میں عموماً چوتھے مقام پر آتی ہیں یعنی فاعل یا اس

سے تین نشست پہلے (دیکھیے ۴-۳-۲-۲-ج)۔ یہ کلاس ضمیری شکلوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ضمیر شخصی غائب THIRD PERSON کی صورت میں یہ حرف جار PRE-POSITION اُک-/کے ساتھ آتے ہیں، جیسے /اس کا، ان کا، اس کی، اس کی/ وغیرہ اور متکلم و حاضر ضمیروں کی حیثیت سے حرف جار کے بغیر، جیسے /میرا، ہمارا، تمہارا، اپنا/ وغیرہ اچھ کلاس کی طرح یہ جنس، تعداد اور حالت کے لیے تصریفی عمل بھی دہراتے ہیں اور ان میں ہیں۔ ضمیر شخصی کے فرق کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ چوتھی اور آخری کلاس ان صفات کی ہے جنھیں عرف عام میں صفتِ اشارہ DEMONSTRATIVE ADJECTIVE کہتے ہیں۔ یہ ایک محدود کلاس ہے جس سے پہلے عموماً کوئی دوسری صفت نہیں آتی جیسے /یہ اور وہ/ وغیرہ۔

۴-۳-۲-۳- صفات کی تشکیل : صفات اسمی، فعلی اور دوسری صفتی بنیادوں (BASIS) کے ساتھ مختلف سابقے اور لاحقے جوڑ کر اپنی ساخت کو مکمل کرتی ہیں۔ عموماً یہ سابقے اور لاحقے تکمیلی بٹواروں COMPLEMENTAORY DISTRIBUTION میں آتے ہیں لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں یہ تضاد CONTRAST کو ظاہر کرتے ہیں۔ سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے صفات کی بناوٹ یا تشکیل اور ان کی چند دوسری شکلوں کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے :

الف۔ اسمی ساقوں کے ساتھ جڑ کر صفات کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں {-ا، -آنا، -ی، -ایل، -ایلا/ ایلی، -ایر، -ناک، -یار، -مند، -سا/سی، -ران، -ور، -وار، -او، -ان، -لا} وغیرہ۔ مثالیں :

{ -ا } : میلا، بھوکا

{ -آ } : مستانا (نہ)، دیوانا (نہ)

{ -ی } : ولایتی، جالی

{-ایلا/ایلی} : شرمیلا، سوتیلی

{ - ایر } : دلیر
{ - ناک } : دردناک، خوفناک
{ - یار } : ہوشیار
{ - مند } : عقل مند، ہوش مند
{ - ور } : طاقت ور
{ - وار } : ماہوار، سزاوار
{ - اؤ } : بیٹو
{ - ان } : سہاگن
{ - لا } : دھندلا، پچھلا

ب۔ فعلی ساقوں کے ساتھ جڑ کر صفات کو تشکیل دینے والے لاحقوں میں :
{ - اؤ، - اؤ، - ایل، - اک، - اوڑ، - آڑی، - لو، - یا، - یل، - سار، - ہار، - این } وغیرہ اہم ہیں۔ مثالیں :

{ - اؤ } : بکاؤ، گراؤ
{ - اؤ } : کھینچو، بھینچو
{ - ایل } : رکھیل
{ - اک } : لڑاک، چالاک
{ - اوڑ } : ہنسوڑ
{ - آڑی } : اناڑی، کھلاڑی
{ - آلو } : جھگڑالو
{ - یا } : بڑھیا، گھٹیا
{ - یل } : سڑیل، مریل
{ سار } : ملنسار

{- ہار} : ہونہار
{- ایلا} : شوقین

ج۔ عددی ساقوں کے ساتھ جڑکر عددی صفات کو تشکیل دینے والے لاحقے اس طرح ہیں {-اوں، - سرا/سری، - تھا/تھی، - لا/-لی، - ہرا/ہری} وغیرہ مثالیں

{-اوں} : پانچویں، ساتویں
{-سرا/سری} : دوسرا/دوسری، تیسرا/تیسری
{- واں} : گیارہواں، دسواں
{-تھا/تھی} : چوتھا/چوتھی
{- لا/لی} : اکیلا/اکیلی
{- ہرا/ہری} : دوہرا/دوہری

د۔ اردو میں سابقوں کی مدد سے تشکیل پانے والی صفات بھی ملتی ہیں جو اس طرح ہیں، {ن -}= نڈر، {سن -}= سنڈول، {- ڈ} = دبلا، {ان -} = انجان، {در-} = درکار، دراصل، {با-} = باقاعدہ، {بے -} = بےجوڑ، {لا- } = لاوارث (اسمی ساقوں کے ساتھ) اور {ان -} = ان بن، {اد-} = ادکھلا، {بھر-} = بھرمار (فعلی ساقوں کے ساتھ) وغیرہ۔

۴-۳-۲-۳-۱ اردو صفات کے چند نمایاں پہلو: اچھ- کلاس کی صفات اگر فاعلی حالت واحد کی صورت میں ہوں تو اپنی شکلیں نہیں بدلتیں بشرطیکہ وہ اسمی فقروں میں فاعل یا راس سے فوراً پہلے کی جگہ پر آئیں؛ جیسے اکالا آدمی، ٹھنڈا پانی، بُرا لڑکا/ وغیرہ {-ا} پر ختم ہونے والی بعض مذکر صفات کے مؤنث روپ نہیں ملتے، جیسے اُٹھیا، بڑھیا، عمدا (۷۶)، سنجیدا (۷۶) وغیرہ۔ کبھی کبھی صفات اسم کے طور بھی استعمال ہوتی ہیں؛

مجھے اَگورا، دشمن، حسین، موٹا وغیرہ۔ صفات تقابلی COMPERATIVE اور تفصیل اعلیٰ SUPERLATIVE درجوں کو ظاہر کرتے وقت اپنے میں کوئی تبدیلی نہیں لاتیں جیسے ذیل کے جملوں میں /اچھا/ کا استعمال دیکھیے:

وہ سب سے اچھا ہے (تقابلی)

وہ سب سے زیادہ اچھا ہے (تفصیل اعلیٰ)

منفی صفات (NEGATIVE - ADJECTIVE) جو سلب یا کیفیت QUALITY کی عدم موجودگی کو ظاہر کرتے ہیں، اسمار میں سابقوں کی مدد سے تشکیل پاتے ہیں، مثال کے طور پر حسب ذیل صفات ملاحظہ کیجیے:

{بے -} : بے پردہ، بے حیا، بے وفا، بے غیرت

{کم -} : کم زور، کم بخت، کم ظرف، کم سن

{نا -} : ناخوش، ناپاک، ناامید

{غیر-} : غیر حاضر، غیر مناسب

{لا -} : لاوارث، لاچار، لاتعداد، لایقین

۴-۳-۲-۵- مرکب صفات: عام طور پر اردو میں مرکب صفات دو آزاد ساقوں کی مدد سے تشکیل پاتی ہیں، جیسے /کم + زور/ = کم زور، /ہنس + مکھ/ = ہنس مکھ، وغیرہ۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو صفات مل کر ایک مرکب صفت کی ساخت کو پورا کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں مرکب صفت کا دوسرا جز حسب ضرورت تصریفی عمل کو دُہرا سکتا ہے، مثلاً نہایت عمدہ، زیادہ اچھا /اچھی، بہت بڑا /بڑی وغیرہ۔ مرکب صفات تاکید کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

یہاں صفتی لاحقے {س -} کا ذکر بھی غیر مناسب نہ ہوگا جو اردو میں مختلف تفاعل FUNCTION کا حامل ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

الف: {-س -}: یہ صفات کے ساتھ آ کر کیفیت QUALITY کے کم درجے

کے اضافی تصور سے مطابقت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ جنس اور لا تعداد کے لیے تصریفی عمل کو بھی دہراتا ہے۔ اس کی وضاحت نحوی سطح پر کی جا سکتی ہے۔ مثالیں:

لال سا پھول

کالی سی بلی

پیلے سے کپڑے وغیرہ

ب : {-س-}: یہ اسم یا ضمیر کے ساتھ آکر اس کو ایسی صفت میں بدل دیتا ہے جو مشابہت کو ظاہر کرے۔ (الف) کی طرح یہ بھی تعداد اور جنس کے لیے تصریفی عمل دہرا سکتا ہے اور اس کی توضیح بھی نحوی سطح پر کی جا سکتی ہے۔ مثالیں :

تم سا حسین

شراب سی مستی

گلاب سے چہرے وغیرہ

ج : {-س-} : یہ صفات کے ساتھ شدت یا زیادتی کے معنی ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں دی گئی ہیں:

بہت سا پیسہ

اونچے سے پہاڑ

ہلکی سی روشنی وغیرہ

## ۴۔۳۔۳۔ ضمائر

۴۔۳۔۳۔۱: اسمار کی طرح اردو ضمائر بھی الفاظ کی تصریفی کلاس میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔ انھیں زمروں کی بنیاد پر الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ اگر تعداد، جنس اور حالت کے لیے اسمار تصریفی عمل کو دہراتے ہیں تو اردو کے ضمائر تعداد، شخص اور حالت جیسے زمروں کے لیے اپنی شکلیں بدلتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اردو ضمائر کو حسب ذیل کلاسوں میں بانٹا جا سکتا ہے :

الف : وہ ضمائر جو تعداد، شخص اور حالت کے فرق کو ظاہر کرتے ہیں، اس طرح ہیں:

| | متکلم | مخاطب | غائب |
|---|---|---|---|
| واحد : غیر فاعلی حالت : | میں ۔ Ø* | تو ۔ Ø | وہ ۔ Ø |
| واحد : غیر فاعلی حالت : | مجھ ۔ ے | تجھ ۔ ے | اُس ۔ ے |
| جمع : فاعلی حالت : | ہم ۔ Ø | تم ۔ Ø، آپ | وہ ۔ Ø |
| جمع : غیر فاعلی حالت : | ہم ۔ Ø | تم ۔ ے، آپ | اُنھ ۔ یں |

ب : وہ ضمائر جو صرف تعداد اور حالت کے فرق کو ظاہر کرتے ہیں، حسب ذیل ہیں :

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| فاعلی حالت | جو | جو |
| فاعلی حالت | کون | کون |
| غیر فاعلی حالت | ج ۔ س = جس | ج ۔ ن = جن |
| غیر فاعلی حالت | ک ۔ س = کس | ک ۔ ن = کن |

ج : تعداد، حالت اور فاصلے کے فرق کو ظاہر کرنے والے ضمائر کی مارفیمیاتی توضیح حسب ذیل طریقے سے پیش کی جا سکتی ہے :

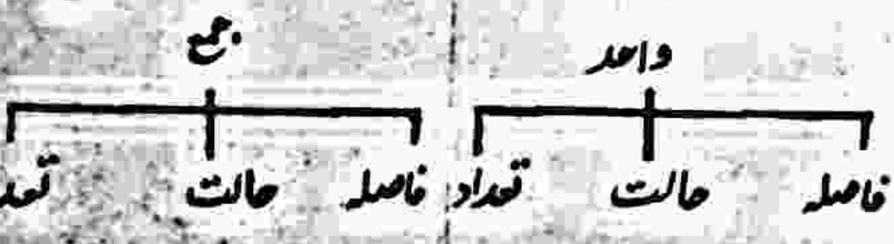


* Ø سے مراد وہ صفر مارفیم ہے جسے مارفیمیاتی تجزیے میں کسی ساخت کو بامعنی اکائیوں میں بانٹتے وقت اس ساخت کے دوسرے یونٹوں میں تناسب قائم رکھنے کے لیے تصور کر لیا جاتا ہے (دیکھو ۴.۳.۲)

| | | واحد | | | ع | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | فاصلہ | حالت | تعداد | فاصلہ | حالت | تعداد |
| بعید | فاعلی حالت : | و- | ہ-(ے او) | ø | وُ- | ہ-(ے او) | ø |
| | غیر فاعلی حالت: | ø- | اُ- | س | ø | اُ- | ن |
| قریب | فاعلی حالت : | ی- | ہ-(ے اے) | ø | ی- | ہ-(ے اے) | ø |
| | غیر فاعلی حالت: | ø- | اِ- | س | ø | اِ- | ن |

د: اردو میں بعض ضمائر ایسے ہیں جو تعداد، شخص یا حالت جیسا کوئی بھی فرق ظاہر نہیں کرتے۔ اس کلاس میں مرکب ضمائر بھی شامل کیے جا سکتے ہیں؛ جیسے بخود ، خود بخود، اپنے آپ/وغیرہ

## ۲.۳.۳.۴ - کچھ اردو ضمائر کے بارے میں

اردو کے الف کلاس سے تعلق رکھنے والے ضمائر کو مختلف نحوی اجزا کی حیثیت سے الگ الگ پہچاننا بہت مشکل ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں تعداد، حالت اور شخص کے زمروں کے مطابق الگ مارفیموں میں نہیں بانٹا جاسکتا۔ مارفیمیاتی تجزیے میں سہولت کی خاطر ایک مخصوص مارفیم جسے لسانیات کی اصطلاح میں زیرو مارفیم (ZERO MORPHEME) کہتے ہیں، اختیار کر کے ہم اس مشکل پر بڑی حد تک قابو پا سکتے ہیں۔ اس طرح واحد اور جمع کے لیے {-ے-} کو تینوں ضمائر شخصی میں غیر فاعلی حالت کی حیثیت سے دیکھا جا سکتا ہے۔ غائب ضمیروں میں غیر فاعلی حالت کے لیے {اُ-} اور فاعلی حالت کے لیے {وہ} کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ اور زیرو مارفیم {-ø} کو تمام ضمیروں میں فاعلی حالت کے لیے مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ غائب ضمیر میں {-س} اور {-ن} واحد اور جمع کے فرق کو ظاہر کرتے ہیں۔ دوسری حالتوں میں تعداد کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے کوئی

علامت نہیں ہے۔ اردو میں غیر فاعلی حالت کی علامت {-ے} جار مؤخر POST POSITION یعنی {کو} کے ساتھ بھی بدل جاتا ہے؛ جیسے: /مجھے جانا ہے: مجھ کو جانا ہے/۔

نحوی اعتبار سے ضمیری شکل /آپ/ کی حیثیت جمع کی ہے جس کے ساتھ فعل بھی جمع ہی میں آتے ہیں؛ /آپ پڑھتے ہیں/۔ یہاں "آپ" شائستگی یا عزت کے احساس کے ساتھ واحد میں استعمال ہوا ہے۔ دراصل آپ کا استعمال سماجی حیثیت سے متعلق ہے یعنی "آپ" کا استعمال اس بات پر منحصر ہے کہ مخاطب اور اس کی سماجی حیثیت کے درمیان کیا رشتہ ہے۔

ب۔ کلاس کی ضمیری فارموں کو تعداد اور حالت کے اعتبار سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ واحد /جو/ فاعلی حالت میں اور /کون/ جمع میں تعداد کے فرق کو ظاہر نہیں کرتے البتہ ان کی غیر فاعلی حالت حسب ترتیب /جِ-/ اور /کِر-/ ملتی ہے۔ /س-/ اور /-ن/ میں غیر فاعلی حالت میں واحد اور جمع کی تفریق کو دیکھا جاسکتا ہے۔

اردو کی ضمیری شکلوں کی ج۔ کلاس میں ایسی ضمیریں آتی ہیں جنھیں تعداد اور حالت کے زمروں کے مطابق الگ الگ مارفیموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان ضمیروں میں اشارے DEICTIC کے معنی کے لیے بھی الگ مارفیم ملتا ہے۔ ضمیروں کی قریب اور بعید کی تمام فاعلی شکلوں میں تعداد کے لیے زیرو مارفیم مخصوص ہے۔ یہ زیرو مارفیم قریب کے معنی دینے والی واحد اور جمع کی غیر فاعلی ضمیروں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ بعید اور قریب کی واحد اور جمع دونوں طرح کی ضمیروں میں حسب ترتیب {او} اور {اے} حالت کے زمرے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اشارے سے تعلق رکھنے والی ضمیروں میں غیر فاعلی حالت کے لیے /ہ-/ آتا ہے۔ مزید برآں ضمیروں کی تمام غیر فاعلی فارموں میں واحد اور جمع کو حسبِ ترتیب {-س} اور {-ن} سے ظاہر کیا جاتا ہے

... کلاس کی ضمیروں کو روایتی قواعد کی رُو سے ضمیرِ معکوس RELFEXIVE PRONOUN کہا جاتا ہے۔ اِن ضمیروں کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے تحویلی معنی الف۔ کلاس کی ضمیری فارموں کے ساتھ آنے پر منحصر ہیں۔ مثال کے طور پر/میں اپنے آپ پڑھتا ہوں/اور/وہ اپنے آپ پڑھتا ہے/جملوں میں/اپنے آپ/کے تحویلی معنی مختلف ہیں۔

## ۴.۳.۴۔ اردو افعال

اردو میں افعال لفظوں کی وہ قسم ہے جس کو تصریفی زمروں یعنی تعداد NUMBER )، جنس ( GENDER )، حالت ( CASE )، زمانہ ( TENSE )، کیفیت ( MOOD ) اور طور ( VOICE ) وغیرہ کے اعتبار سے الگ پہچانا جاسکتا ہے۔ اسمار کو لفظوں کی درجہ بندی میں اگر حالت ( CASE ) کے اعتبار سے الگ مقام حاصل ہے تو افعال کو زمانہ اور کیفیت کی بنیاد پر الگ کیا جاسکتا ہے۔ دونوں میں جو چیز مشترک ہے وہ تعداد اور جنس کے زمرے ہیں۔

### ۴.۳.۴.۱۔ لازم، متعدی اور مستعدی افعال

اردو افعال کی تمام ساقیں ( STEMS ) لازم INTRANSITIVE، متعدی ( TRANSITIVE ) اور مستعدی ( CAUSATIVE کہلائی جاسکتی ہیں۔ یہ فرق الحاقیانہ ( AFFIXATION ) اور داخلی تبدیلی INTERNAL CHANGE وغیرہ جیسے مارفیمیاتی عوامل کی بنیاد پر ممکن ہے۔ ہم مارفیمیاتی تبدیلیوں کے لحاظ سے اردو افعال کی مندرجہ ذیل درجہ بندی کر سکتے ہیں۔

| درجہ بندی | | لازم | متعدی | مستعدی |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ کلاس | الف: | کٹ | کاٹ | کٹوا |

| درجہ بندی | | لازم | متعدی | مستعد |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ کلاس | الف: | مر۔ | مار۔ | مروا۔ |
| | ب: | پس۔ | پیس | پسوا۔ |
| | | پچ۔ | پیچ | پچوا۔ |
| | ج: | لُٹ۔ | لوٹ | لُٹوا۔ |
| | | بھُن۔ | بھون۔ | بھنوا۔ |
| ۲۔ کلاس | الف: | چھد۔ | چھید۔ | چھدوا۔ |
| | | سِکھ۔ | سیکھ۔ | سِکھوا۔ |
| | ب: | دُھل۔ | دھو۔ | دُھلوا۔ |
| | | کھُل۔ | کھول۔ | کھُلوا۔ |
| ۳۔ کلاس | | بَن۔ | بَنا۔ | بَنوا۔ |
| | | جُن۔ | جُنا۔ | جُنوا۔ |
| ۴۔ کلاس | | بیٹھ۔ | بِٹھا۔ | بِٹھوا۔ |
| | | کھِنچ۔ | کھینچ۔ | کھِنچوا۔ |

یہاں ایک بات قابلِ غور یہ ہے کہ اردو افعال کی تمام بنیادی ساختیں ہمیشہ مشتق شکلوں پر مشتمل نہیں ہوتیں؛ جیسے: {آ۔}، {جا} اور {یہ۔} وغیرہ۔ ایسی شکلوں کو فعل لازم میں شمار کیا جاتا ہے۔ یک رکنی ساختوں پر مشتمل ایسی فعلی ساختیں جو مصوتے پر ختم ہوتی ہوں، عموماً ایک مستعدی شکل میں رہتی ہیں؛ جیسے: "لگا" "کہہ" اور "گا" وغیرہ۔

### ۴۔۳۔۴۔۲۔ حالت MOOD

اردو کے تمام افعال حالت کے اعتبار سے اپنا تصریفی عمل دہراتے ہیں۔ ذیل

میں فعل کی بیانی ( INDICATIVE ) مصدری (INFINITIVE) تمنائی ( OPTATIVE ) اور امری (IMPERATIVE) حالتوں کی گردان ملاحظہ کیجیے :

الف: بیانی حالت : ناتمام ( IMPERFECT ) : بنا۔تا ، کھلا۔تا
تمام ( PERFECT ) : بنا۔یا ، کھلا۔یا

ب : مصدری حالت : بنا۔نا ، کھلا۔نا

ج : تمنائی حالت : بنا۔ؤں ، کھلا۔ؤں

د : امری حالت : بنا۔ ، کھلا۔

نیچے حسبِ بالا حالتوں ( MOODS ) کی انفرادی طور پر تشریح کی جاتی ہے۔

۴.۳.۴.۲.۱۔ بیانی حالت (INDICATIVE MOOD)

بیانی حالت میں فعلی ساق کی مزید خصوصیات کو تین کیفیتوں (ASPECTS) کے فرق کے ساتھ بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ انھیں ذیل کی گردان میں ملاحظہ کیجیے :

الف : ناتمام فعلی صفت (IMPERFECT PARTICIPLE)

امر: کاٹتا : کاٹتے : کاٹتی : کاٹتیں
تمامی: کاٹا : کاٹے : کاٹی : کاٹیں
تدریجی: کٹ رہا : کٹ رہے : کٹ رہی : کٹ رہیں

فعلی ساقیں بیانی حالت میں تعداد اور جنس کو بھی ظاہر کرتی ہیں اور اسمار کے ساتھ اپنی مطابقت رکھتی ہیں۔ اس کی مثال ذیل کی نحوی ساخت میں دیکھیے :

لڑکا کاٹتا ہے : لڑکے کاٹتے ہیں
لڑکی کاٹتی ہے : لڑکیاں کاٹتی ہیں

ب: تمام فعلی حالت ( PERFECT PARTICIPLE )

بنا۔یا : بنا۔ئے : بنا۔ئی : بنا۔ئیں
بنا۔ا : بن۔ے : بن۔ی : بن۔یں

الف کی ذیلی کلاس /۔ت ۔ا/ شکل رکھتی ہے جسے مارفیمیاتی طور پر بیان کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام فعلی صفت (PERFECT PARTICIPLE) میں /۔ت ۔/ ایک ناتمام فعلی صفت (IMP. PARTICIPLE) کی نمائندگی کرتا ہے ۔ اور {۔ا} مذکر کی ۔ ب کلاس تمام اور ناتمام فعلی صفت سے تعلق رکھتی ہے ۔ جس میں جنس اور تعداد کا فرق ملتا ہے ۔ تمام فعلی صفت کی فارم {۔یا} دو عناصر پر مشتمل ہے ۔ {۔ی۔} تمام فعلی صفت کو ظاہر کرتا ہے اور /۔ا/ مذکر کا لاحقہ ہے ۔

### ۴.۳.۴.۲.۲۔ مصدری حالت (INFINITIVE MOOD)

مصدری حالت میں /۔نا/ مصدر کا لاحقہ ہے ۔ مصدری حالت میں فعلی ساق تعداد اور جنس کے فرق کو ظاہر کرتی ہے اور بعض ترکیبوں میں اسماء کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے ۔ لیکن اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں مصدری فعلی ساقیں غیر تصریفی شکلوں کے ساتھ آتی ہیں؛ جیسے :

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| مذکر : | پڑھ ۔ نا | پڑھ ۔ نے |
| | کھا ۔ نا | کھا ۔ نے |
| مؤنث : | پڑھ ۔ نی | پڑھ ۔ نی |
| | کھا ۔ نی | کھا ۔ نی |

مصدری حالت مؤنث کی شکل میں تعداد کے فرق کو ظاہر نہیں کرتی ۔ اوپر کی مثالوں میں /۔ن۔/ کو ایک اشتقاقی لاحقہ تصور کیا جا سکتا ہے جو زمانۂ مستقبل کی نشان دہی کرتا ہے ۔ دوسرے اشتقاقی لاحقے یعنی {۔ا، ۔ے، ۔ی} حسبِ ترتیب واحد مذکر، جمع مذکر اور واحد و جمع مؤنث کے لیے تصور کیے جا سکتے ہیں۔

### ۴.۳.۴.۲.۳۔ تمنائی حالت (OPTATIVE MOOD)

تمنائی حالت میں فعلی سابقیں تعداد اور شخص کے فرق کو ظاہر کرتی ہیں جیساکہ ذیل کی گردان میں دیکھا جاسکتا ہے۔

| | | واحد | جمع |
|---|---|---|---|
| متکلم | 1st PERSON | کاٹ۔ وُں | کاٹ۔ یں |
| حاضر | 2nd PERSON | کاٹ۔ ے | کاٹ۔ و |
| غائب | 3rd PERSON | کاٹ۔ ے | کاٹ۔ یں |

اُوپر کی گردان میں فعلی شکل جمع میں متکلم اور غائب میں ایک جیسی ہیں۔ اس کے مقابلے میں واحد میں متکلم اور غائب کے لیے مختلف شکلیں آئی ہیں۔ تعداد اور شخص کے لاحقوں کو ایک دوسرے میں ضم تصور کیا جاسکتا ہے۔

۴۔۳۔۴۔۲۔۴۔ حالتِ اَمری (IMPERATIVE MOOD)

حالتِ امری میں فعلی سابقیں صرف حاضر کی ضمیری شکلوں کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ سماجی حیثیت اور باہمی تعلق کے اعتبار سے جس کو جو عزت دینا مقصود ہوتا ہے اس کے مطابق بھی اپنے میں تبدیلیاں لاتی ہیں۔ ذیل میں ان کی گردان دیکھیے:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| الف : | کاٹ | : | /تو کاٹ/ | (سادہ) |
| ب : | کاٹو | : | /تم کاٹو/ | (شستہ) |
| ج : | کاٹیے | : | /آپ کاٹیے/ | (احترام، مہذب) |

یہاں مصدری شکل /۔نا/ شستہ اظہار کے لیے تصور کی جاسکتی ہے؛ جیسے /آپ کاٹو نا/، /تم دیکھو نا/ اور /تم جاؤ نا/ وغیرہ۔

۴۔۳۔۴۔۴۔۳۔ طور (VOICE)

فعلی سابقیں فعل /جانا/ کی مدد سے طور کے زمرے کو ظاہر کرتی ہیں۔ جو تمامی

کیفیت PERFECT ASPECT میں فعلی شکل کے بعد آتا ہے۔ /جا تا/ تعداد، جنس اور شخص PERSON کے فرق کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کی گردان ملاحظہ کیجئے۔

کاٹا جاتا : کاٹے جاتے : کاٹی جاتی : کاٹی جاتیں
کاٹا گیا : کاٹے گئے : کاٹی گئی : کاٹی گئیں
کاٹا جائے : کاٹے جائیں : کاٹی جائے : کاٹی جائیں

فعلی ساق حالتِ امری میں طورِ مجہول PASSIVE VOICE کی شکل میں نہیں آتی۔ یہاں لاحقے صرف متعدی ساق تک ہی محدود ہیں۔ طورِ مجہول عموماً فعلِ امدادی کے ساتھ آتے ہیں جو مختلف زمانوں (TENSES) کی نشان دہی کرتے ہیں۔ {چاہ-} واحد ساق ہے جو فعلِ امدادی کے ساتھ یا اس کے بغیر استعمال ہو سکتی ہے اور اپنے میں تعداد اور حالت کے فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ ذیل میں /چاہ-/ ساق کی گردان کو دیکھئے۔

| شخص | | واحد | جمع |
|---|---|---|---|
| متکلم | : | چاہوں | چاہیں |
| حاضر | : | چاہو/ہے | چاہو |
| غائب | : | چاہے | چاہیں |

## ۴.۳.۴.۴۔ زمانہ (TENSE)

فعلی ساقیں محض زمانے (TENSE) کے مطابق تصریفی عمل نہیں دہراتیں۔ زمانے کے فرق کو عموماً فعلِ امدادی کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: 5.4.3)

## ۴.۳.۴.۵۔ لاحقوں کے حوالے سے فعلی ساقوں کی تشکیل

بنیادی ساقوں میں چند مخصوص لاحقوں کو جوڑ کر فعلی ساقیں تشکیل پاتی ہیں۔ اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں لفظوں کے دوسرے درجوں کی ساقوں

یں لاحقے جوڑ کر بھی فعلی ساقوں کی ساخت مکمل کی جاتی ہے۔ یہ لاحقے حسب ذیل ہیں۔

۔ کھ : بنیادی متعدی فعلی ساق میں {کھ} کو جوڑ کر اسے لازم بنانا؛ جیسے کاٹ ۔ کھ ⇐ کٹ ۔، توڑ ۔ کھ ⇐ ٹوٹ ۔ وغیرہ۔

۔ا : بنیادی فعلی ساق میں {۔ا} کو جوڑ کر اسے متعدی بنانا؛ جیسے کاٹ ۔ ا ⇐ کٹ ۔ا، دیکھ ۔ا وغیرہ۔

۔ا : اسم اور صفت کے ساتھ جوڑ کر اسے فعل بنانا؛ جیسے: کھٹ کھٹ ۔ا ⇐ کھٹ کھٹا، بڑ بڑ ۔ا ⇐ بڑبڑا۔ وغیرہ۔

۔وا : بنیادی فعلی ساق میں جوڑ کر اُسے متعدی المتعدی (DOUBLE CASUAL) بنانا؛ جیسے کٹ ۔ وا ⇐ کٹوا۔، اُٹھ ۔ وا ⇐ اٹھوا۔ وغیرہ۔

۴.۳.۴.۲.۰ مُرکب افعال کی ساقیں:

اردو میں مرکب افعال کی ساقوں کو غیر مرکب فعلی ساقوں سے حسب ذیل بنیادوں پر الگ کیا جاسکتا ہے:

الف : داخلی کُھلا اتصال (INTERNAL OPEN JUNCTURE)
ب : مخصوص لاحقوں کے ساتھ غیر اختتامی اجزاء کی موجودگی
ج : صرف آخری جزو میں تصریفی عمل

دوسری ہند آریائی زبانوں کی طرح اردو میں بھی مرکب افعال ملتے ہیں۔ دو یا دو سے زیادہ فعلی ساقیں ایک نحوی یونٹ کو تشکیل دیتی ہیں۔ دو فعلی ساقوں کے سلسلوں میں عام طور پر دو خاص رجحان نظر آتے ہیں جنھیں آئندہ صفحے پر دیئے گئے جدول میں ملاحظہ فرمائیے۔

(جدول صفحۂ آئندہ پر)

مرکب ساق

ساق + ساق + تصریفی عمل
چل + رو + ا

ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل

(ناتمامی)
ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل
پڑھ + تا + رہ + تا

(تمام)
ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل
اٹھ + ا + کر + تا

(مصدری)
ساق + تصریفی عمل + ساق + تصریفی عمل
چل + نا + پڑ + تا

درج بالا جدول کی تشریح کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ (الف) غیر تصریفی فعلی ساقیں دوسری ایسی فعلی ساقوں کے ساتھ آتی ہیں جو تعداد، جنس اور شخص کے مطابق اپنا تصریفی عمل دہراتی ہیں؛ جیسے: چل دیا: چل دیئے: چل دی: چل دیں وغیرہ ان مثالوں میں مذکر واحد اور جمع، مؤنث واحد اور جمع شخص کے فرق کے ساتھ چلتے ہیں۔

(ب) فعلی ساقیں جن میں حالت یا کیفیت، جنس اور تعداد کے لاحقے ملتے ہوں ایسی دوسری فعلی ساقوں کے ساتھ آتے ہیں جو جنس، تعداد اور شخص کے مطابق تصریفی عمل دہراتے ہیں؛ جیسے: کرنا پڑا: کرنے پڑے: کرنی پڑی: کرنی پڑیں وغیرہ۔

تصریفی عمل کی بنیاد پر ہم یہاں تین ذیلی درجے قائم کر سکتے ہیں:

الف: ساق + تصریفی عمل (بیانی حالت، ناتمامی کیفیت اور جنس و تعداد کا نشان گر) + ساق + تصریفی عمل

پڑھتا رہتا : پڑھتے رہتے : پڑھتی رہتی : پڑھتی رہتیں (ناتمامی)
پڑھتا رہا : پڑھتے رہے : پڑھتی رہی : پڑھتی رہیں (تمامی)
پڑھتا رہوں گا : پڑھتے رہیں گے : پڑھتی رہے گی : پڑھتی رہیں گی (مستقبل)
پڑھتے رہنا : پڑھتے رہنے : پڑھتی رہنی : پڑھتی رہنیں (مصدری)
پڑھتا رہوں : پڑھتے رہیں : پڑھتی رہے : پڑھتی رہیں (تمنائی)

(ب) : ساق + تصریفی عمل (بیانی حالت، تمامی کیفیت اور جنس و تعداد کا نشان گرا) + تصریفی عمل۔

پڑھا کرتا : پڑھا کرتے : پڑھا کرتی : پڑھا کرتیں (ناتمامی)
پڑھا کیا : پڑھا کیے : پڑھا کی : پڑھا کیں (تمامی)
پڑھا کروں : پڑھا کریں : پڑھا کرو : پڑھا کرو (تمنا
پڑھا کرنا : پڑھا کرنے : پڑھا کرنی : پڑھا کرنیں (مصدری)

(ج) : ساق + تصریفی عمل (مصدری حالت) + ساق + تصریفی عمل
پڑھنے لگتا : پڑھنے لگتے : پڑھنے لگتی : پڑھنے لگتیں (ناتمامی)
پڑھنے لگا : پڑھنے لگے : پڑھنے لگی : پڑھنے لگیں (تمامی)
پڑھنے لگوں : پڑھنے لگیں : پڑھنے لگو : پڑھنے لگیں (تمنائی)

مرکب افعال میں ابتدائی پوزیشن میں آنے والی فعلی ساقیں اس لحاظ سے ایک کھلی کلاس کی حیثیت رکھتی ہیں کہ اس پوزیشن میں تمام لازم، متعدی اور متعدی افعال آسکتے ہیں تاہم اپنی ترتیب میں اس کلاس کی فعلی ساقوں اور "عامل" (OPERATOR) کے درمیان کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں، جیسے /بول اٹھا/، /بول پڑا/، /بول بیٹھا/ تو ممکن ہے لیکن /بول چاہا/ اور /بول چلا/ جیسی نحوی ترکیب ممکن نہیں ہے۔ (اٹھا، پڑا، بیٹھا اور چاہا، چلا' کو لسانیات کی اصطلاح میں عامل یا آپریٹر

کہا جاتا ہے)۔

## ۴.۳.۵۔ فعلِ امدادی AUXILARIES

اردو میں الفاظ کی ایک چھوٹی کلاس فعل امدادی ہے جسے دو ذیلی کلاسوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی تصریفی اور غیر تصریفی۔ تصریفی فعلِ امدادی تعداد، جنس اور حالت کے مطابق گردان کرتے ہیں۔ دونوں کلاسوں کے فعلِ امدادی نحوی سطح پر فعلی شکلوں کے بعد آتے ہیں اور اپنے استعمال کے وقت چند شرطوں کے پابند بھی ہوتے ہیں۔ اگر جملے میں کوئی بنیادی فعل نہ ہو تو یہ ایک آزاد فعل کی حیثیت سے عمل کرتے ہیں۔ تمنائی اور امری حالتوں کے علاوہ اردو کی تمام فعلی ساقیں /ہ۔/ اور /تھ۔/ امدادی فعلوں کے ساتھ آتی ہیں۔

### ۴.۳.۵.۱۔ فعلِ امدادی {ہ۔}

یہ تعداد اور شخص کے مطابق تصریفی عمل دہراتی ہیں۔ زمانۂ حال کے فعل امدادی کی ساقوں کے لاحقے حسب ذیل ہیں۔

| | واحد | جمع: |
|---|---|---|
| متکلم: | ۔اوں | ۔ایں |
| حاضر: | ۔اے | ۔او |
| غائب: | ۔اے | ۔ایں |

مثالیں: میں مرد ہوں (واحد متکلم)

ہم بازار جاتے ہیں (جمع متکلم)

تو مرد ہے (واحد حاضر)

تم (لوگ) ہنستے ہو (جمع حاضر)

وہ مرد ہے (واحد غائب)

وہ جاتے ہیں (جمع غائب)

زمانۂ حال کے فعلِ امدادی میں مزید لاحقے بھی آ سکتے ہیں؛ جیسے:
ہو+ گی = ہوگی: وہ نہا رہی ہوگی وغیرہ۔

## ۴.۳.۵.۲۔ فعلِ امدادی {تھ۔}

اس زمانۂ ماضی کے مادے میں صرف تعداد اور جنس کے لاحقے جوڑے جاتے ہیں؛ جیسے:

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| مذکر: | ـــا | ـــے |
| مؤنث: | ـــی | ـــیں |

مثالیں:

| | |
|---|---|
| لڑکا بازار گیا تھا | (واحد مذکر) |
| لڑکے بازار گئے تھے | (جمع مذکر) |
| لڑکی بازار گئی تھی | (واحد مؤنث) |
| لڑکیاں بازار گئی تھیں | (جمع مؤنث) |

## ۴.۳.۵.۳۔ فعلِ امدادی {گ۔}

مادہ {گ۔} زمانۂ مستقبل کو ظاہر کرتا ہے اور زمانۂ ماضی کے مادّے کی طرح محض تعداد اور جنس کے فرق کو مختلف لاحقوں کی مدد سے پیش کرتا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ مؤنث واحد اور جمع کے لاحقے ایک جیسے ہیں:

| | واحد | جمع |
|---|---|---|
| مذکر | ـا | ـے |

مؤنث : ۔ای ۔ای ۔ای

مثالیں :

لڑکا بازار جائے گا (واحد مذکر)
لڑکے بازار جائیں گے (جمع مذکر)
لڑکی بازار جائے گی (واحد مؤنث)
لڑکیاں بازار جائیں گی (جمع مؤنث)

مستقبل کا فعلِ امدادی { گا } لہجے کو شائستہ بنانے یا احترام کی خاطر یا کبھی کبھی زور دینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مخاطب سے کوئی سوال مقصود ہو۔ جیسے : آپ یہاں تشریف رکھیئے گا۔

۴۔۳۔۵۔۴۔ فعلِ امدادی { چاہیے }

{ چاہیئے } ایک مخصوص فعلِ امدادی ہے جو تعداد، طور اور حالت کے فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان زمروں کو ظاہر کرنے والے لاحقے ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں۔ عموماً فعل کی مصدری ساقیں اس امدادی فعل کے ساتھ آتی ہیں؛ جیسے پڑھنا چاہیئے، کھانا چاہیئے، سونا چاہیئے، لکھنا چاہیئے وغیرہ۔ اس کا تعلق کسی طرح بھی احترام کے معنوں میں استعمال ہونے والی فارم { جایئے } سے نہیں ہے جو صرف مخاطب ضمیر { آپ } کے ساتھ ہی آتا ہے؛ جیسے /آپ تشریف لے جایئے/، /آپ اس سردی میں کہاں جایئے گا/ وغیرہ۔ اگر ہم نحوی تعلق کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اسے غور سے دیکھیں تو ہمیں احساس ہوگا کہ یہ امدادی فعل امکانی فعلی صفت کے ساتھ ہی آتا ہے؛ جیسے :

/مجھے/ اقبال کی شاعری کو غور سے پڑھنا چاہیئے/
/تمہیں/ پابندی سے لائبریری جانا چاہیئے/
/ہمیں/ کل عدالت میں حاضر ہونا چاہیئے/

/آپ کو/ اچھی کتابیں پڑھنی چاہئیں/

حسبِ بالامثالوں میں {چاہیے} اور /چاہئیں/ کا استعمال امدادی فعل کے طور پر ہوا ہے جو طور (مجہول)، شخص (متکلم، حاضر، غائب)، تعداد (واحد، جمع) اور امکانی کیفیت (POTENTIAL MOOD) کو غیر ماضی کے تعلق سے پیش کرتے ہیں۔ مارفیمیاتی سطح پر ان فارموں کا جائزہ لیتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ {چاہ-} ایک مادۂ فعل ہے۔ {-اِی-} کی حیثیت اشتقاقی لاحقے کی ہے جو امکانی کیفیت اور طور مجہول کو ظاہر کرتی ہے اور {-اے} اور {-ایں} کو ضمیر شخصی کے ساتھ علی الترتیب واحد اور جمع کے لیے مخصوص قرار دیا جا سکتا ہے۔

## ۴۔۴۔ اردو الفاظ کی دوسری قسمیں

### ۴۔۴۔۱۔ جارِ مؤخر (POST-POSITION)

یہ الفاظ کی وہ قسم ہے جو اسمار اور ضمائر کی تصریفی شکلوں کے بعد آتی ہے۔ جارِ مؤخر بعض ایسی تمیزوں (ADVERBS) کے بعد بھی آ سکتے ہیں جن میں تصریفی لاحقے استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے: /ہاتھی پر/، /دودھ میں/، /لڑکے سے/ اور /ادھر سے/ وغیرہ۔ اردو میں جارِ مؤخر کی کئی قسمیں ہیں جنھیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۴۔۴۔۱۔۱۔ جارِ مؤخر کو تقسیم و ترتیب کی خصوصیات کے اعتبار سے تین کلاسوں میں بانٹا جا سکتا ہے جو اس طرح ہیں:

الف: /ک-/:

i۔ یہ اسمار یا ضمائر کے ساتھ آکر تعداد، جنس اور ضمیر شخصی کے فرق کو ظاہر کرتا ہے؛ جیسے:

غالبؔ کا دیوان یا اُس کا قلم

غالب کے اشعار    یا    اُس کے اوراق
غالب کی شاعری    یا    اُس کی کتاب

اردو میں بالکل انہی معنوں میں "اے" کا استعمال بھی کیا جاتا ہے جسے "اضافت" کہتے ہیں۔ یہ ترکیب فارسی سے مستعار ہے۔ /کا، کی، کے/ کی طرح اس میں تعداد، جنس یا ضمیر شخصی کے لیے کوئی تصریفی عمل نہیں ہوتا۔ مثالیں :

دیوانِ میر    (دیوان ۔ ے ۔ میر)
دردِ دل    (درد ۔ ے ۔ دل)
آبِ حیات    (آب ۔ ے ۔ حیات)

ii۔ کچھ جارِ مؤخر ایسے بھی ہیں جو اسمار کے بعد فوک۔ اکے ساتھ یا اس کے بغیر آتے ہیں۔ بعض صورتوں میں یہ یکے بعد دیگرے دو فارموں سے اپنی شکل کو پورا کرتے ہیں؛ جیسے /کتاب میں سے/، /آسمان پر سے/ وغیرہ۔

iii۔ جارِ مؤخر کی ایسی مثالیں بھی ہیں جو تصریفی عمل دہرانے والی فارموں کے فوراً بعد آتی ہیں۔ یہ تاکیدی عنصر /اے/ کی مداخلت یا اس کے بعد بھی آ سکتی ہیں۔

ب : /نے ۔/ :
یہ جارِ مؤخر فاعل اور مفعول کی نشان دہی کرتے ہیں؛ جیسے /لڑکوں نے کہا/ /شوہر نے بلایا ہوگا/ وغیرہ۔

ج : /کے ۔/ :
یہ جارِ مؤخر مفعول یا اسم آلہ کو ظاہر کرتا ہے؛ جیسے /لڑکی کے شوہر کی دکان/ /دوشیزہ کے حسن کی بات/ وغیرہ۔
اردو میں ان کے علاوہ بھی کئی جارِ مؤخر استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے /سے، میں، پہ، پر، تک، ساتھ، بنا/بغیر، طرف، ادھر، آگے، واسطے، پاس/ وغیرہ۔

### ۴.۴.۱.۲۰۱. جار مؤخر کی ساخت :

جارِ مؤخر جو دو یا دو سے زیادہ مارفیموں پر مشتمل ہوں، عموماً تمیزی ( ADVERBAL ) ہوتے ہیں اور ان کی ساخت تمیزوں کی طرح ہی تشکیل پاتی ہے۔ (دیکھو ۴.۴.۲.۱)

## ۴.۴.۲. اردو تمیزیں ( ADVERBS )

تمیز لفظوں کی وہ قسم ہے جو صفت، فعل یا کسی دوسری تمیز سے بالکل پہلے آتی ہے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل فقرے ملاحظہ کیجیے :

بہت عجیب انسان
نہایت عمدہ کھانا
(میں) بہتر جانتا ہوں،
(گھوڑا) انتہائی تیز رفتار (ہے)

اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں تمیزیں اپنی جگہ بدل کر فعل یا صفت کے بعد آجاتی ہیں؛ مثلاً /وہ طاقت ور ضرور ہے لیکن...../، /یہاں ہوا گرم بہت ہے / وغیرہ۔ تمیزوں کو اپنی مارفیمیاتی ساخت کی بنیاد پر پہچان لیا جاتا ہے چاہے وہ فقروں میں کسی مخصوص جگہ ہی کیوں نہ آئے ہوں۔ ان تمیزوں کی سابقیں متحد اور اشتقاقی لاحقے رکھتی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ بعض تمیزیں صفات اور عطف ( CONNECTIVES ) کے ساتھ خلط ملط ہو جاتی ہیں؛ جیسے /خوب عام/ اور /یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں / وغیرہ۔

### ۴.۴.۲.۱. تمیزوں کی ساخت کی تشکیل :

جو تمیزیں ضمائر کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں انھیں درجِ ذیل جدول

میں ملاحظہ فرمائیے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| زماں ( TIME ) : | اب / ابھی | - | جب / جبھی | کب / کبھی | تب / تبھی |
| مقام ( PLACE ) : | یہاں | وہاں | جہاں | کہاں | - |
| سمت ( DIRECTION ) : | ادھر / یہیں | اُدھر / وہیں | جدھر | کدھر / کہیں | - |
| طور ( MANNER ) : | یوں / اسطرح | اُس طرح | جوں / جسطرح | کیوں / کسطرح | - |

بالائی جدول میں پیش کی گئی تمیزوں کو چھوٹے چھوٹے مختلف بامعنی یونٹوں میں حسب ذیل طریقے پر بانٹا جا سکتا ہے۔

{ یے . } "قریب"    { - اوں } "طور"

{ ج . } "موصولی"

{ ـ ب } سہ { ـ بھی } "وقت"    { و ـ } "بعید"

{ ـ ہاں } "مقام"    { ک ـ } "سوالیہ"

{ ـ دھر } "سمت"

یہاں اسطرح، کسطرح، جسطرح، اُس طرح تمیزوں کو مرکب ضمیروں کے ذیل میں دیکھا جا سکتا ہے جن کے بامعنی ٹکڑے کچھ اس طرح ہوں گے = اس + طرح = اسطرح اُس + طرح = اسطرح، جس + طرح = جس طرح، کس + طرح = کس طرح وغیرہ۔

الف : اردو میں بعض تمیزیں مختلف لاحقوں کی مدد سے تشکیل پاتی ہیں۔ انھیں اپنی ساخت کی بناوٹ کے اعتبار سے الگ کیا جا سکتا ہے یعنی تمیزوں کی ساتوں میں مختلف لاحقوں کے جُڑنے سے ان میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی تمیزوں کو ہم دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

ا۔ وہ لاحقے جو اسمی ساقوں کے ساتھ جُڑ کر تمیزوں کو تشکیل دیتے ہیں؛ جیسے:

{ ـ ایا } : حلف + ایا = حلفیا، حلفیہ، شرط + ایا = شرطیا، شرطیہ وغیرہ۔

(i)۔ وہ لاحقے جو صفات کے ساتھ مل کر تمیزیں بناتے ہیں؛ جیسے {-اے} : جھوٹ + اے = جھوٹے، کھوٹ + اے = کھوٹے۔ {-بارہ} : دو + بارہ = دوبارہ، تین + بارہ = تبارہ وغیرہ۔

(ii)۔ اُردو میں منفی تمیزیں اپنی ترتیب و تقسیم کے اعتبار سے کسی حد تک امتیازی خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ /نہیں، نا، نفی، مت/ وغیرہ کو منفی تمیزوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ /کوئی نا/ یا /کوئی نہیں/ کو ہم مرکب تمیزوں کا نام دیتے ہیں کیوں کہ یہ ایک یونٹ کی شکل میں ہی عمل کرتی ہیں۔ عموماً تمیزیں فعل سے پہلے کی جگہ اختیار کرتی ہیں؛ جیسے /وہ نہیں جاتا ہے/ یا /کام نہیں ہوگا/ وغیرہ۔ بعض تمیزیں امدادی فعل کے بغیر ہی آتی ہیں؛ جیسے /نہیں، نا، کوئی نہیں یا کوئی نا/ وغیرہ۔ کبھی کبھی منفی تمیزیں فعل کے بعد بھی آجاتی ہیں۔ /نا/ لفظ، فقرے یا جملے میں آنے سے اُن کے معنیٰ کو منفی کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ اکثر دہرا دیا جاتا ہے یا خود ہی منفی عطف کے طور پر عمل کرتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دیکھیے :

/نا میں نا تم/ ، /نا وہ نا تم/

/میں نا تم/ ، /وہ نا تم/

/نہ جاؤں نہ جانے دوں گا/ ، /نہ رہوں گا نہ رہنے دوں گا/

/جاؤں گا نہ جانے دوں گا/ ، /رہوں گا نہ رہنے دوں گا/

(iii)۔ اِن کے علاوہ بھی کچھ ایسی تمیزیں ہیں جو اردو میں کثرت سے استعمال ہوتی ہیں۔ انھیں اپنی ساخت کی خصوصیات کے اعتبار سے تین حصّوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

الف : اسمائی یا فعلی تمیزیں : آج، روزانہ، ہمیشہ، گذشتہ، سویرے، فوراً، اچانک، اندر، باہر، کل، پرسوں، قریب، دُور، طرز، آہستہ، متواتر، تیز وغیرہ

ب : ندائیہ تمیزیں : پیارے، جانِ من، اے، ابے، اوا، ماں، یار، صاحب، جناب، قبلہ، محترم، مکرم، دوست، حضرت،

دلبر، دلربا وغیرہ۔

ج : وہ تمیزیں جو مطابقت ظاہر کرتی ھیں : ہاں، جی ہاں، اچھا، درست، بہتر، تسلیم، صحیح وغیرہ۔

## ۴.۴.۳ عطف CONNECTIVES

عطف لفظوں کی وہ قسم ہے جو یکساں قسم کے دو عناصر کو جوڑتی ہے۔ اس کے تحت جڑنے والے عناصر لفظ بھی ہو سکتے ہیں اور فقرے بھی۔ عطف کی توضیح نحوی طور پر کی جاتی ہے۔ عطفوں کو اپنی ترتیب و تقسیم کے اعتبار سے تین کلاسوں میں بانٹا جا سکتا ہے جو اس طرح ہیں :

الف : جڑنے والے عناصر کے درمیان آنے والے عطف؛ جیسے اور، لیکن، مگر، پر، یا اور جیسے وغیرہ۔

(نوٹ) : یہاں عربی کے عطفِ واؤ کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو مخصوص ترکیبوں میں آتا ہے؛ جیسے : باغ و بہار، گل و بلبل وغیرہ

ب : وہ عطف جو اختیاری طور پر دہرائے جاتے ہیں اور جڑنے والے ہر عنصر کے شروع میں آتے ہیں؛ جیسے /چاہے، نا اور جیکر/ وغیرہ۔

ج : غیر مسلسل عطف جو جڑنے والے یونٹوں کے شروع میں آتے ہیں جیسے /اگر... تو.../، /چاہے... پھر بھی.../ وغیرہ۔

### ۴.۴.۳.۱. عطفوں کی ساخت کی تشکیل :

مارفیمیاتی طور پر عطف اپنی تشکیل کے اعتبار سے تین حصوں میں بانٹے جا سکتے ہیں :-

الف : ایک مارفیم سے تشکیل پانے والے عطف یک مارفیمی کہلاتے ہیں؛

جیسے /اور، یا، پر، کہ/ وغیرہ۔

ب : دو یا دو سے زیادہ مارفیموں سے تشکیل پانے والے عطف کثیر مارفیمی کہلاتے ہیں۔ یہ لفظوں کی مختلف کلاسوں سے ماخوذ ہوتے ہیں اس لیے ان کی ساخت کئی طرح کی ہوتی ہے؛ جیسے /چاہے/ جو فعل کی ایک تصریفی شکل بھی ہے۔

ج : بعض عطف اپنی ساخت کے اعتبار سے فقری ہوتے ہیں؛ جیسے: /کیوں کہ، پھر بھی، اس لیے/ وغیرہ۔ ان میں غیر مسلسل عطف بھی آسکتے ہیں۔

## ۴۔۴۔۴۔ حرف PARTICLES

تاکیدِ لفظی کے لیے جملے میں عموماً ایک عنصر پر زوردار بل (STRESS) کا استعمال ہوتا ہے۔ اسے ظاہر کرنے کے لیے عنصر کو اس کی اصل جگہ سے ہٹ کر بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ تاکیدِ لفظی کو ایک غیر تصریفی لفظی کلاس کے ذریعے بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو ہمیشہ بلدار عنصر پر مشتمل ہوتا ہے، اسے ہم حرف کے نام سے پکارتے ہیں۔ جس کی جملوں میں ترتیب و تقسیم مقرر نہیں ہوتی۔ یہ اس عنصر سے جڑا ہوتا ہے جس پر زور دیا گیا ہو۔ اردو میں بعض ایسے حرف ہیں جو عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: /ہی، بھی، جو، تو، سہی، تھوڑی/ وغیرہ۔ مثالیں:

لڑکا کھائے گا: لڑکا ہی کھائے گا: لڑکا کھائے بھی تو: لڑکا کھائے تو پہلے: لڑکا کھا جو رہا ہے: لڑکا کھائے تو سہی: لڑکا کھا تھوڑی رہا ہے وغیرہ۔

## ۴.۴.۵. فجائیہ (INTERJECTIONS)

فجائیے الفاظ کی وہ قسم ہے جو جملے کے سُر لہر INTONATION سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی ساخت کو مکمل کرتی ہے ؛ جیسے /واہ/ یعنی میں یہ دیکھ کر یا سُن کر خوش ہوا۔ مارفیمیاتی ساخت کے اعتبار سے انھیں تین حصّوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

الف : اصلی فجائیے : آہاہ ، اوہ ، اِی ، خیر ، خوب ، ٹھیک ، واہ ، شاباش ، ارے ، ہشت ، اوہو ، درست ، بجا ، اجی وغیرہ۔

ب : ماخوذی فجائیے : ایسے فجائیے اسم ، صفت ، فعل یا تمیزوں سے ماخوذ ہوتے ہیں ؛ جیسے : اچھا ، دور ، بھئی (← بھائی) ہٹ وغیرہ۔

ج : مُرکّب فجائیے : یہ فجائیے دو یا دو سے زیادہ فجائیوں کی مدد سے تشکیل پاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں اسم یا فعل کی فارموں کو دہرادیا جاتا ہے ؛ جیسے تھوتھو ، واہ بھئی ، یا خدا ، ارے ، اُف فوہ ، ہائے اللہ وغیرہ۔

فجائیے جملے کے شروع یا آخر میں کہاں آئیں گے ، اس اعتبار سے ان پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں ۔ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ کون کس سے بات کررہا ہے۔

# ۵

# نحویات

۵-۱۔ ماہرینِ زبان، معنیٰ اور ہیئت کے اعتبار بلے کی تعریفیں پیش ک ئے ہیں۔ رو عد میں معنوی پہلوؤں کو لے کر جملے کی تعریف کی گئی ہے اور لسانیات میں جملے کی تعریف ہیئت کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔ جملے کی ہیئتی خصوصیات کو لسانیات کی اصطلاح میں ٹیکسیم کہتے ہیں جو جملے کی چھوٹی سے چھوٹی ہیئتی اکائی کہی جاتی ہے۔ ہر ب میں الفاظ کی مخصوص ترتیب ہوتی۔ بامعنیٰ ہوتی ہے، اسی سے زبان کی نحوی ساخت کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ جملے کی اس قواعد کو جدید اصطلاح میں ٹیکسیمی ترتیب کہتے ہیں؛ جیسے صہبا کار میں بیٹھی ہے یا کار میں صہبا بیٹھی ہے۔ ان جملوں میں الفاظ کی ترتیب بول چال کے عین مطابق ہے لیکن "بیٹھی ہے کار میں صہ" یا "کار میں صہبا ہے بیٹھی" وغیرہ میں معنی تو ادا ہو رہے ہیں مگر لفاظ کی ترتیب بول چال کے مطابق نہیں ہے اس لئے غیر موزوں ہے۔
اس طرح ہم اردو کے تعلق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو جملے یمی ترتیب

اختیاری ہونے کے باوجود (جیسے شروع کے دو جملے) اصولوں کی پابند ہے۔

اردو جملے میں اجزائے کلام کے مقام مقرر ہیں لیکن کسی حد تک وہ اختیاری بھی ہو جاتے ہیں؛ جیسے آج تم میرے گھر آنا یا تم آج میرے گھر آنا یا تم میرے گھر آج آنا وغیرہ۔ یہاں معنیٰ کا فرق اسلئے پیدا نہیں ہوا ہے کہ مختلف اجزائے کلام مخصوص ہیئتوں کے حامل ہیں جس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فلاں فاعل ہے اور فلاں مفعول۔ اس کے علاوہ علامتِ فاعل اور مفعول اپنے مقامات تبدیل کرنے کے باوجود جملے کے مفہوم پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔ جیسے روشن نے صہبا کو پکارا۔ یہ جملہ صہبا کو روشن نے پکارا بھی ہو سکتا ہے اور پکارا صہبا کو روشن نے بھی۔ اس کے برعکس اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں اجزائے کلام کا مقام بدلنے سے جملے کا مفہوم بھی بدل جاتا ہے؛ شیر ہاتھی مارتا ہے۔ اس جملے کو اگر ہاتھی شیر مارتا ہے کہیں تو جملے میں فاعل اور مفعول میں فرق پیدا ہو جائے گا۔ اردو جملے میں اجزائے کلام کی ایک اختیاری صورت یہ ہے کہ فعل جو عموماً آخر میں آتا ہے جملے کے شروع یا درمیان میں بھی آسکتا ہے؛ جیسے 'ہے کوئی ماں کا لال' یا 'ایک تھا بادشاہ'، مفعول کے فاعل سے پہلے آنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں؛ جیسے "یہ بات تم کیوں کہہ رہے ہو" یا "بکری شیر کھا گیا" وغیرہ۔ کبھی کبھی اسمار بھی صفات کے بعد آجاتے ہیں؛ جیسے "میں نے ایک خواب دیکھا۔ برا اور ڈراؤنا" وغیرہ۔

## ۲۔۵۔ ترکیبی ساخت (PHRASE STRUCTURE)

الفاظ کے ایسے مجموعے کو ترکیب کہتے ہیں جو قواعد کے اعتبار سے ایک ہی لفظ کی طرح عمل کرے؛ جیسے آدمی: ایک آدمی: ایک ضعیف آدمی؛

سفید داڑھی والا ایک ضعیف آدمی وغیرہ۔ یہاں لفظ آدمی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ان ترکیبوں میں "آدمی" مرکز ہے۔ اگر کوئی ترکیب فعل سے متعلق ہو تو اسے متعلق فعل ترکیب کہیں گے؛ جیسے گیا: گھر گیا: پچھلے ہفتے گھر گیا۔ یہاں 'گھر' اور 'پچھلے ہفتے' متعلق فعل کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ وغیرہ۔ اردو کی اسمی اور فعلی ترکیبیں اپنی ساخت اور عمل کے لحاظ سے دردن مرکزی ترکیب ( ENDOCENTRIC CONSTRUCTION )
اور بیرون مرکزی ترکیب ( EXOCENTRIC CONSTRUCTION ) کہی جا سکتی ہیں۔ جن ترکیبوں کے ایک جزو متصل ( IMMEDIATE CONSTITJENT ) کے استعمال کی شرائط وہی ہوں جو پوری ترکیب کی ہیں، دردن مرکزی ترکیب کہلائے گی۔ دوسری صورت میں انھیں بیرون مرکزی ترکیب کہیں گے۔

## ۵۔۲۔۱۔ اسمی ترکیب NOMINAL PHRASE

اردو کی اسمی ترکیبوں کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

۵۔۲۔۱۔۱۔ ترکیب توصیفی :۔ ایسی ترکیبوں میں ایک ہی نوعیت کے اجزائے کلام استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے بڑا درخت، بہت بڑا درخت اور سب سے بڑا درخت۔ ان اسمی ترکیبوں میں 'بڑا'، 'بہت بڑا'، اور 'سب سے بڑا'، مختلف صفات ہیں اور درخت موصوف اس لیے یہ اسمی ترکیب ترکیبِ توصیفی کہلائے گی۔ ترکیب توصیفی میں بیک وقت کئی کئی قسمیں استعمال ہو سکتی ہیں، ایسی صورت میں ان کی ترتیب مخصوص ہوگی۔ اگر صفت ذاتی اور صفت تشدیدی دونوں استعمال ہو رہی ہیں تو صفتِ تشدیدی صفتِ ذاتی سے پہلے آئے گی؛ جیسے: بہت بڑا درخت۔ نہایت لذیذ کھانا، بہت زیادہ حسین منظر وغیرہ۔ اگر صفت ذاتی کے ساتھ صفت عددی یا صفت مقداری استعمال ہو رہی ہے تو صفت عددی یا مقداری صفتِ ذاتی

سے پہلے آئے گی ؛ جیسے دس بڑے لوگ ، متعدد حسین چہرے ، چند اچھی تصویریں ، کچھ عمدہ آم ۔ اگر صفتِ ذاتی کے علاوہ صفتِ عددی یا مقداری اور صفتِ تشدیدی بھی ہوں تو پہلے صفتِ عددی یا مقداری پھر صفتِ تشدیدی اور اس کے بعد صفتِ ذاتی آئے گی ؛ جیسے دس کافی بڑے لوگ ، متعدد نہایت حسین چہرے ، چند بہت اچھی تصویریں اور کچھ نہایت عمدہ آم وغیرہ ۔

اگر شروع میں ضمیر اشارہ استعمال ہو تو اس سے قبل کوئی صفت استعمال نہیں ہوتی لیکن جب کوئی اسم بطور صفت استعمال ہو تو وہ موصوف کے فوراً پہلے آتا ہے اور صفت ذاتی اسم سے قبل آتی ہے ؛ جیسے قدیم اردو غزل ، حسین روسی لڑکی وغیرہ ۔

۲.۱.۲.۵ ۔ ترکیب اضافی :۔ اضافی ترکیبوں میں مضاف ، راس ( HEAD or NUCLEOUS ) کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اضافی ترکیب بھی اسم کی طرح استعمال ہوتی ہے ۔ ان ترکیبوں میں ایک کا دوسرے سے تعلق حرف حرف کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے ؛ جیسے فراز کی گیند ، اریب کے دوست ، شیراز کا قلم وغیرہ ۔ ان مثالوں میں گیند ، دوست اور قلم کو اصطلاحاً مضاف ، فراز ، اریب اور شیراز کو مضاف الیہ اور کی ، کے ، کا کو حرفِ اضافت کہتے ہیں ۔ حرف اضافت مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مختلف نوعیتوں کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے ؛ جیسے ملکیت ( انجم کی کتاب ) ، رشتہ ( ندیم کی ماں ) ، اشیاء ( ہیرے کا ہار ) ، قیمت ( دو روپیے کے آم ) صفتِ ذاتی ( غضب کا آدمی ) وضاحت ( جمعہ کا دن ) علاقہ ( بریلی کا سرمہ ) اور جزو کا کل سے تعلق ( ہاتھ کی انگلی ) وغیرہ ۔

اردو میں حرف اضافت کی جگہ " والا " بھی استعمال ہوتا ہے جو مضاف کی جنس اور تعداد کے مطابق ' والی ' اور ' والے ' میں بدل جاتا ہے ؛ جیسے سامنے والی کھڑکی ، کشمیر والے لوگ ، علی گڑھ والا تالا وغیرہ ۔ کبھی

کبھی دو حروفِ اضافت بھی استعمال ہوتے ہیں ؛ جیسے تاج محل کے برابر کا گنبد وغیرہ ۔ اردو میں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں حرفِ اضافت حرفِ جار کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ؛ جیسے صوفے پر کا غلاف وغیرہ ۔

۔ ترکیبِ اضافی میں مضاف کے ساتھ صفت کا بھی استعمال ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں مضاف الیہ اور صفت کے درمیان ایک مخصوص ترتیب ہوتی ہے مثلاً :

۔ اگر ترکیبِ اضافی میں مضاف کے لیے صفتِ ذاتی کا استعمال ہو تو وہ مضاف الیہ کے بعد آئے گی ؛ جیسے عارف کی بڑی لڑکی ، خالد کا پرانا خط وغیرہ ۔

۔ اگر ترکیب اضافی میں مضاف کے لیے صفت ذاتی کے علاوہ صفت عددی ، صفت تشدیدی اور مضاف الیہ کا استعمال ہو تو پہلے مضاف الیہ پھر صفت عددی پھر صفتِ تشدیدی اور پھر صفت ذاتی کا استعمال ہوتا ہے ؛ جیسے ناگپور کے کچھ نہایت عمدہ سنگترے

۔ ضمیر اضافی مضاف سے پہلے استعمال ہوتی ہے ؛ جیسے میرا جوتا ، اس کی کتاب وغیرہ ۔ اگر مضاف الیہ کی جگہ ضمیر اضافی کا استعمال ہو تو مضاف الیہ کی طرح یہ ضمیر پہلے آئے گی ؛ جیسے میرا چھوٹا بھائی ، اس کی کچھ نہایت عمدہ ساڑیاں وغیرہ ۔

۔ اگر ترکیبِ اضافی میں صفتِ ضمیری "یہ" آئے تو یہ مضاف الیہ کے بعد آتی ہے ؛ جیسے : اختر کا یہ نہایت عمدہ سوٹ ۔ لیکن مضاف الیہ کی جگہ ضمیر اضافی آئے تو صفتِ ضمیر پہلے بھی آ سکتی ہے اور بعد میں بھی ؛ جیسے میرے یہ چند عمدہ سوٹ یا یہ میرے چند عمدہ سوٹ وغیرہ ۔

۵۔۲۔۱۔۳۔۲۔ ترکیب توصیفی ا و حالیہ : اردو میں (حالیہ ، اسم سے قبل صفت کی طرح عمل دہراتا ہے ۔ انھیں فعلی صفت ( VERBAL NOUN ) بھی کہا جا سکتا ہے ۔ ایسی ترکیب میں اسم راس ہوتا ہے اور پوری ترکیب

اسمی ترکیب کی حیثیت سے عمل کرتی ہے۔ حالیہ تمام اور حالیہ ناتمام کی مثالیں ذیل میں دیکھیے؛

الف: حالیہ تمام: ایسی تمام وصفی ترکیبیں جن میں حالیہ بطور صفت آئے اسمی تراکیب کہلاتی ہیں؛ جیسے سرد ہوائیں، جھلسے ہوئے چہرے، جھکی جھکی پلکیں، کھلے کھلے گیسو (فعل کی تکرار)، دیکھے بھالے لوگ، ٹوٹے پھوٹے برتن اردو قریب المعنی الفاظ کے ساتھ) وغیرہ۔ اگر حالیہ تمام مرکب ہے تو اس کا جزو اوّل اسم اور جزو ثانی فعل ہوتا ہے؛ جیسے: آنکھوں دیکھا حال، منہ دیکھی تعریف وغیرہ۔ حالیہ تمام حرفِ جار کے ساتھ بھی صفت کے طور پر آتا ہے؛ جیسے شراب کی بھری ہوئی بوتل، پردے کی آڑ میں چھپی ہوئی لڑکی وغیرہ۔

ب: حالیہ ناتمام:- ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں، کام کرتے ہوئے کسان، جوان ہوتی ہوئی لڑکیاں وغیرہ۔ حالیہ ناتمام ایک طرح سے فعل ہی کا ایک روپ ہے اس لیے ان سے (... اور حالیہ تمام سے) قبل متعلق فعل کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے زور زور سے کانپتا ہوا جسم، تیزی سے کام کرتے ہوئے لوگ وغیرہ۔

۵۔۲۔۱۔۴۔ اسمی ترکیب اور مصدر:- اسمی ترکیب میں مصدر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے رونا بری بات ہے، ہنسنا اچھی بات ہے وغیرہ۔ مصدر سے پہلے متعلق فعل ( ADVERB ) بھی آتے ہیں؛ جیسے تیز تیز بولنا بری عادت ہے، جلدی جلدی کھانا بری عادت ہے وغیرہ۔ اردو میں مصدر کے ساتھ اضافی ترکیب بھی مستعمل ہے؛ جیسے وہاں کا جانا قیامت ہو گیا۔ اسم سے پہلے اگر مصدر بطور مضاف الیہ آئے تو حرفِ اضافت (کا، کی، کے) کا استعمال ہوتا ہے اور علامت مصدر۔نا بدل کر ۔نے ہو جاتی ہے؛ جیسے بولنے کی عادت، یاد کرنے کی کوشش وغیرہ۔ اضافی ترکیبوں میں مصدر سے پہلے بھی اضافت لگا دی جاتی ہے؛ جیسے بچے کے رونے کی عادت وغیرہ۔ یہاں مصدر سے پہلے متعلق فعل بھی آسکتا ہے؛ جیسے بچے کے زور سے رونے

کی عادت وغیرہ۔

۵-۲-۱-۵۔ اسمی ترکیب اور بدل: بدل وہ متوازی اسمی ترکیب ہے جو فاعل یا مفعول کی وضاحت کرے؛ جیسے: تمہاری ماں زینب میری سہیلی ہے۔ یہاں تمہاری ماں جو اصل میں ترکیب اضافی ہے، اسم 'زینب' کی وضاحت کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ اس کو نحوی اصطلاح میں 'بدل' کہتے ہیں۔

## ۵-۲-۲۔ فعلی ترکیب: VERBAL PHRASE

اس میں فعل کی حیثیت راس کی ہوتی ہے؛ جیسے صہبا کمرے میں ہے۔ یہاں "ہے" فعل ہے جس کی حیثیت راس کی ہے۔ فعلی ترکیب افعال ناقصہ پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر متعلق فعل ترکیب شامل ہو تو وہ تکملۂ ناقص کے طور پر آتی ہے؛ جیسے صہبا کمرے میں ہے، صہبا کل یہیں تھی وغیرہ۔ فعلی ترکیب میں اسمی ترکیب بھی بطور تکملۂ ناقص آ سکتی ہے؛ جیسے صہبا کلاس کی مانیٹر ہے، صہبا بڑے گھر کی بیٹی ہے، صہبا ایک تاجر کی بیٹی ہے وغیرہ۔ فعلی ترکیب میں ایسی ترکیب بطور مفعول آتی ہے؛ جیسے صہبا میٹھے آم کھا رہی ہے، صہبا نے شیراز کو قلم دیا وغیرہ۔

## ۵-۲-۳۔ متعلق فعلی ترکیب ADVERBAL PHRASE

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ فعل کی صراحت متعلق فعل سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی ترکیب متعلق فعل کا کام کرے تو اسے متعلق فعلی ترکیب کہتے ہیں۔ اس ترکیب میں جارِ مؤخر (POST POSITION) کا استعمال ہوتا ہے؛ جیسے: صہبا کمرے میں ہے۔ یہاں 'کمرے میں' متعلق فعلی ترکیب ہے۔ کبھی کبھی اسم بھی متعلق فعل کا کام

کرتا ہے۔ جیسے صہبا کل علی گڑھ گئی، صہبا گھر گئی، صہبا شہر گئی ہے۔ یہاں کل علی گڑھ، گھر، شہر متعلقِ فعل کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ متعلقِ فعلی ترکیبوں میں جو جارِ مؤخر استعمال ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

میں: جیسے: رات میں، ہفتے میں، آخر میں وغیرہ۔ یہ کبھی کبھی ظروری متعلقِ فعلی ترکیب میں بھی استعمال ہوتا ہے؛ جیسے صہبا جلدی میں تھی، حقیقت میں ایسا نہیں ہے وغیرہ۔

سے: جیسے: صہبا گھر سے نکلی، صہبا صبح سے نہیں آئی وغیرہ۔ اسی طرح شوق سے، معصومیت سے، آہستہ سے، خوف سے وغیرہ۔

تک: جیسے گھر تک، رات تک، دیر تک وغیرہ

پر: میز پر، چھت پر، رکشہ پر، وقت پر وغیرہ

کو: علامتِ مفعول متعلقِ فعلی ترکیب میں بھی استعمال ہوتی ہے؛ جیسے کالج کو، ادھر کو (مکانی)، اتوار کو، رات کو (زمانی) اس کو (سببی) وغیرہ۔

## ۵.۲.۴۔ اردو جملوں میں ترکیبوں کا مقام

جملے میں اسمی ترکیب بحیثیت فاعل جملے کے شروع میں اور بطور مفعول فعل سے پہلے آتی ہے۔ فعلی ترکیب جملے کے آخر میں آتی ہے۔ متعلق فعلی ترکیبیں عموماً فاعل سے قبل آتی ہیں۔ فاعل پر زور دینا ہو تو جار مؤخر ترکیبیں فاعل کے ورنہ اس سے پہلے آتی ہیں۔ کبھی کبھی اضافی ترکیبوں کے غلط مقام سے مفہوم میں ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔

## ۵.۳۔ مطابقت AGREEMENT

اردو قواعد دانوں نے مطابقت کی دو قسمیں بتائی ہیں یعنی مطابقت

( AGREEMENT ) اور توافق ( CONCORD ) ۔ متابعت سے مراد مختلف "حالتوں" کے لیے فعل کی رعایت سے مفعول میں مخصوص ہیئتوں کا استعمال ہے۔ اردو میں متابعت صرف ضمیر میں پائی جاتی ہے؛ جیسے میں نے تجھ کو مارا : تو نے تجھ کو مارا وغیرہ۔ یہاں 'میں نے' فاعلی حالت میں ہے اور 'تجھ کو' مفعولی حالت میں۔ دوسرے جملے میں 'تو نے' فاعلی حالت میں ہے جو مفعولی حالت میں 'تجھ کو' بن گیا ہے۔ توافق کی اردو میں مزید دو قسمیں کی جا سکتی ہیں : اسمی توافق اور فعلی توافق۔ اگر جنس اور تعداد کے مقابلے میں اسم اور صفت میں مطابقت پائی جائے تو وہ اسمی توافق اور جنس و تعداد کے مقابلے میں فاعل اور فعل میں مطابقت پائی جائے تو وہ فعلی توافق کہلائیں گے۔

جملے میں مختلف الفاظ بعض اصولوں کے تحت ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اردو جملے میں الفاظ کے درمیان مطابقت کئی طرح کی ہو سکتی ہے جیسے فعل کی فاعل کے ساتھ، فعل کی مفعول کے ساتھ، ضمیر کی اسم کے ساتھ، مضاف الیہ کی اس لفظ کے ساتھ جس سے وہ جڑا ہو اور صفت کی اس لفظ کے ساتھ جس کی وہ خصوصیت بیان کرے وغیرہ۔ ان مطابقتوں کا ذکر ذیل میں تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

## ۵۔۳۔۱۔ فعل کی مطابقت فاعل کے ساتھ :

اگر فاعل غیر تصریفی ہے تو فعل اس کی جنس، تعداد اور ضمیر کے مطابق آئے گا؛ جیسے فراز کھاتا ہے : صہبا کھاتی ہے : فراز اور شیراز کھاتے ہیں : صہبا اور فرح کھاتی ہیں : میں کھاؤں گا : میں کھاؤں گی : لڑکیاں کھائیں گی وغیرہ۔ مستقبل احتمالی میں فعل، فاعل کی جنس سے متاثر نہیں ہوتا؛ جیسے اگر بچہ روئے : اگر بچی روئے یا اگر صہبا روئے : اگر فراز روئے وغیرہ۔ اگر فاعل کی شکل التزامی ہے تو فعل جمع میں آئے گا؛ جیسے جب آپ کھاتے ہیں : میر صاحب

کھاتے ہیں وغیرہ۔ اگر فاعل دو یا دو سے زیادہ ایک ہی جنس، تعداد اور
ضمیر میں ہیں تو فعل جمع میں اسی جنس میں آئے گا ؛ جیسے ذاکر، حمید، اختر
اور افہام ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر فاعل دو اسم مجرّد (ABST-
RACT NOUN، ) پر مشتمل ہے تو فعل واحد اور جمع دونوں میں آسکتا ہے ؛ جیسے
خوشی اور غم ساتھ چلتا / چلتے ہیں۔ اگر دو فاعل (NOMINATIVE ) جنس کے
اعتبار سے مختلف ہیں تو فعل عموماً جمع مذکر میں آتا ہے ؛ جیسے میرے بھائی
اور بہن جا چکے ہیں : ندیم اور اس کی بیوی علی گڑھ گئے ہیں : صہبا اور شیراز
دہلی میں پڑھتے ہیں : ایران کا بادشاہ اور اس کی ملکہ ہندوستان آئے
ہیں وغیرہ۔ لیکن اگر فاعل میں مذکر و مونث دونوں ہیں اور آخری فاعل
"اور" کے بعد آیا ہے تو فعل اپنے قریب کے فاعل کے مطابق ہوگا ؛ جیسے
میرے گھر آج بطور مہمان دو مرد، تین بچے اور چار عورتیں آئیں : راجیو گاندھی
کو خوش آمدید کہنے کے لیے مرد، عورتیں، بوڑھے جوان اور چھوٹے بڑے سبھی
موجود تھے۔ اگر متکلم، حاضر اور غائب کی ترتیب سے فاعل آئیں تو فعل آخری
ضمیر کے مطابق ہوگا ؛ جیسے وہ، تم اور میں وہاں جاؤں گا : وہ اور تم چلے
جاؤ : بھاب اور تم نمائش جا سکتے ہو : امّی اور میں بازار جاؤں گا وغیرہ۔
اگر اسمار تین مختلف ضمیروں میں ہیں تو فعل غائب ضمیر کے مطابق ہوگا جیسے
میں تم اور وہ جائیں گے۔ اگر اسمار غائب اور متکلم ضمیروں میں ہیں تو فعل
متکلم ضمیر کے مطابق ہوگا ؛ جیسے ندیم اور میں جاؤں گا۔ اور اگر حاضر و غائب
ضمیروں میں ہے تو فعل حاضر ضمیر کے مطابق ہوگا ؛ تم اور وہ جا رہے ہو وغیرہ
اگر فاعل کے درمیان "یا" ہے تو فعل اپنے قریب کے فاعل کے مطابق ہوگا۔
جیسے میں یا تم جاؤ گے : تم یا میں جاؤں گا وغیرہ۔
اردو میں فاعلی حالت کی دو شکلیں ہیں۔ ایک حالت کے لیے کسی شکل کے
بغیر استعمال ہوتی ہے اور دوسری "نے" کے ساتھ آتی ہے۔ "نے" کا استعمال

ایسے تمام زمانوں کے لیے ہونا چاہیے جو فعل متعدی کی حالیہ تمام ( PERFECT PARTICIPLE ) شکلوں سے بنتے ہیں۔

## ۵۔۳۔۲۔ فعل کی مطابقت مفعول کے ساتھ :

جب فاعل کے بعد "نے" استعمال ہو تو فعل متعدی مفعول کے ساتھ مطابقت رکھے گا لیکن جب مفعول اپنی حالت "کو" کے ساتھ آئے گا تو فعل ہمیشہ واحد مذکر شکل میں استعمال ہوگا۔ مثالیں : لڑکی نے یہ کتاب دیکھی ہے : لڑکے نے یہ کتاب دیکھی ہے : لڑکی نے یہ کتابیں دیکھی ہیں : لڑکے نے یہ کتابیں دیکھی ہیں : لڑکے نے یہ خط دیکھا ہے : لڑکی نے یہ خط دیکھا ہے : لڑکیوں نے یہ خطوط دیکھے ہیں : لڑکوں نے یہ خطوط دیکھے ہیں وغیرہ۔ انھیں مفعولی بناوٹ کہہ سکتے ہیں کیوں کہ یہاں فعل مفعول کے مطابق آیا ہے۔

۵۔۳۔۲۔۱۔ مفعول اور "کو" : جب مفعول اپنی حالت کی علامت "کو" کے ساتھ آئے تو فعل زمانۂ ماضی اور واحد مذکر غائب ضمیر میں ہوگا۔ جیسے لڑکے نے اس کتاب کو دیکھا ہے : لڑکی نے اس کتاب کو دیکھا ہے : لڑکے نے اس خط کو دیکھا ہے : لڑکی نے اس خط کو دیکھا ہے : لڑکوں نے اس خط کو دیکھا ہے : لڑکیوں نے اس خط کو دیکھا ہے۔ اگر کتاب اور خط جمع میں ہوں تو بھی یہاں "دیکھا ہے" ہی استعمال ہوگا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب "کو" مفعول کے ساتھ استعمال ہوگا تو فعل ہمیشہ مذکر واحد غائب ضمیر میں ہوگا۔ یہ غیر جانب دار بناوٹ NEUTRAL CONSTRUCTION کی مثال ہے کیوں کہ یہاں فعل نہ تو فاعل کے مطابق آیا ہے اور نہ مفعول کے۔ غیر شخصی طور ( IMPERSONAL VOICE ) میں خصوصاً نفی کے جملوں میں فعل متعدی ہمیشہ واحد، مذکر غائب ضمیر میں استعمال ہوتا ہے؛ جیسے لڑکے

سے ، لڑکوں سے ، لڑکی سے ، لڑکیوں سے اب چلا نہیں جاتا یا جیسے اختر سے / ہما سے اب کھایا نہیں جاتا وغیرہ۔ جہاں اصل اور ثانوی دو مفعول ہوں وہاں فعل اصل مفعول سے مطابقت رکھے گا؛ جیسے روشن نے صبا کو خط لکھا ہے : روشن نے صہبا کو روٹی دی ہے۔ یہاں خط اور روٹی اصل مفعول اور صہبا کی ثانوی حیثیت ہے۔ اسی طرح صہبا کو ایک روپیہ دیا گیا"؛ "صہبا کو دس روپیے دیئے گئے وغیرہ۔

## ۵۔۳۔۳۔ ضمیر کی مطابقت اسم کے ساتھ :

اردو جملے میں ضمیریں اسمار کی تعداد اور ضمیر شخصی کے مطابق آتی ہیں ؛ جیسے خالد نے کہا کہ میں جاؤں گا : لڑکیوں نے کہا کہ ہم کل آئیں گے : لڑکوں نے کہا کہ ہم شام کو جائیں گے وغیرہ۔

## ۵۔۳۔۴۔ مضاف الیہ کی مطابقت اس لفظ سے جس سے وہ جڑا ہو :

اضافی حالت کی علامت کا انحصار اس بات پر ہے کہ بعد میں آنے والے لفظ کی تعداد اور جنس کیا ہے۔ یہ مختلف مفاہیم کو ظاہر کر سکتی ہے ؛ جیسے خالد کا مکان (املاک)، خالد کا بھائی (رشتہ)، سونے کی انگوٹھی (آلہ)، الہ آباد کے امرود (جگہ)، ہمالیہ کی ندیاں (ماخذ)، اٹھارہ سال کی لڑکی (عمر)، بھوک کا مارا (سبب)، پینے کا پانی (استعمال)، آج کا اخبار (وقت)، ایک روپیہ کا کیلا (قیمت) اور افسوس کی بات (کیفیت) وغیرہ۔

اگر بعد میں آنے والا لفظ مذکر واحد ہے تو "کا" استعمال ہوتا ہے۔ اگر پہلا لفظ "میں" یا "تم" ہے تو ان کی اضافی حالت میرا یا تمھارا استعمال ہوگی۔ اسی طرح آپ (خود کے معنی میں) کا اپنا اور "آپ" (احترام کے لیے) "آپ کا" ہو جائے گا۔ مثالیں : خالد کا گھر ؛ میرا گھر ؛ تمہارا گھر ؛ اپنا گھر

آپ کا گھر وغیرہ ۔ اگر بعد کا لفظ مذکر جمع میں ہے تو اضافی حالت کی علامت "کے" استعمال ہوگی؛ جیسے یہ خالد کے باغ ہیں: یہ میرے باغ ہیں. وغیرہ ۔ اور اگر بعد کا لفظ مونث واحد یا جمع میں ہے تو "کی" استعمال ہوگا؛ جیسے خالد کی کتاب: خالد کی کتابیں وغیرہ ۔ اگر بعد کا اسم مذکر اور غیر فاعلی حالت میں ہے تو "کا" ہمیشہ "کے" میں بدل جائے گا؛ جیسے خالد کے گھر کو ..... وغیرہ ۔ اگر مختلف اسمار مضاف الیہ کے طور پر فاعل سے جڑے ہیں تو اضافی حالت کی علامت کا تعین پہلے اسم کی تعداد اور جنس سے ہوگا: جیسے خالد کی بیوی، بھائی، بہن، بچے سبھی بازار گئے ہیں ۔ اس مثال میں "کی" اسلیے استعمال ہوا ہے کہ لفظ "بیوی" مونث ہے ۔ اس ترکیب میں اگر بھائی پہلے آئے گا تو جملہ اس طرح ہوگا۔ خالد کا بھائی، بیوی، بہن اور بچے سبھی بازار گئے ہیں وغیرہ.

## ۵۔۴۔ نحوی ساخت (STRUCTURE OF THE SENTENCE)

جملے میں الفاظ کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے جو نحوی اصولوں کی پابند ہوتی ہے ۔ یہ ترتیب دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ۔ پہلے حصے میں کسی شخص چیز یا بات کا حوالہ ہوتا ہے جسے مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے حصے میں اس حوالے سے متعلق کوئی بات کہی جاتی ہے جو "خبر" کہلاتی ہے ۔ اردو جملہ انھیں سے عبارت ہے ۔

**۵۔۴۔۱۔ فاعل کا مقام:** اردو جملے کا عام اصول یہ ہے کہ پہلے فاعل آتا ہے اور آخر میں فعل ۔ باقی اجزائے کلام ان دونوں کے درمیان آتے ہیں ۔ اگر سادہ اور خالص فعل "وجود" کے معنی میں استعمال ہوا ہے تو وہ

فاعل کے فوراً بعد آئے گا؛ جیسے میں ہوں: وہ ہے وغیرہ. لیکن اگر اس کے ساتھ کچھ اور کہنا ہے تو وہ فعل سے پہلے استعمال ہوگا؛ جیسے میں اچھا ہوں: وہ بُرا ہے وغیرہ۔ "وجود" کو "ہوں، ہے، ہیں ہو" سے ظاہر کیا جاتا ہے جو فاعل کی جنس سے متاثر نہیں ہوتے۔ "وجود" کو ماضی میں ظاہر کرنے کے لیے "تھا، تھی، تھیں، تھے" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر یہ خود مختار نہ ہو کر کسی دوسرے فعل کے ساتھ آئیں تو آخر میں آئیں گے؛ جیسے وہ جاتا ہے: وہ روتا ہے: وہ پیتا ہے: وہ پڑھتا ہے۔ اگر فاعل مؤنث ہے تو جاتا، روتا، پیتا اور پڑھتا بدل کر جاتی، روتی، پیتی اور پڑھتی ہو جائیں گے۔ لیکن یہاں 'ہے' میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ 'ہے' کی اس خصوصیت پر توجہ کی ضرورت ہے۔

اردو میں فعل متعدی کے ساتھ

**۵-۴-۲- مفعول کا مقام :** مفعول، اسم اور فعل کے درمیان آتا ہے؛ جیسے وہ پانی پیتا ہے، وہ کتاب پڑھتا ہے۔ یہاں 'بناوٹ' کے اصول کو بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ اردو میں تین طرح کی بناوٹیں ہیں:

الف: متعلق فاعل بناوٹ: فاعلی حالت میں اسم کے ساتھ 'نے' نہیں آتا لیکن اگر وہ اسم غیر فاعلی حالت میں ہے تو اس کے ساتھ 'نے' لگا دیتے ہیں؛ جیسے خالد جاتا ہے، صہبا جاتی ہے، دو بچے جاتے ہیں، وہ جاتا تھا، وہ جاتی تھی وغیرہ۔

ب: متعلق مفعول بناوٹ: اگر فاعل غیر فاعلی حالت میں 'نے' اور فعل متعدی حالیہ تمام کی صورت میں آ رہا ہے تو فعل کی مطابقت مفعول کے ساتھ ہوگی؛ جیسے خالد نے روٹی کھائی: خالد نے آم کھایا: خالد نے پھل کھائے وغیرہ۔

ج : غیر جانب دار بناوٹ : اگر 'کو' ضمیر شخصی یا مفعول کے بعد آئے تو فعل ہمیشہ مذکر واحد اور غائب میں آئے گا ؛ جیسے لڑکوں نے عارف کو اپنا دوست بنایا ؛ خالد نے عارف کو پڑھایا ہے : اس نے مجھے پہچان لیا ؛ ہما نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وغیرہ ۔ لیکن اگر فعل حالیہ تمام کی شکل میں ہے تو بناوٹ (CONSTRUCTION) متعلق ، مفعول یا غیر جانب دار ہو سکتی ہے لیکن فعل لازم (INTRANSITIVE VERB) متعلق اسم ہی میں ہو گا چاہے وہ حالیہ تمام PERFECT PARTICPLE ہی کیوں نہ ہو ؛ جیسے خالد بازار سے آیا ہے : لڑکا تھکا ہے : آم پکا ہے وغیرہ ۔ یہاں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جملے میں اگر اصل اور ثانوی دو مفعول آئیں تو اصل سے پہلے ثانوی مفعول آئے گا ؛ جیسے استاد نے خالد کو سبق دیا وغیرہ ۔ زبانوں کی نحوی ساخت میں یہ جاننا ضروری ہے کہ جملے کی بناوٹ متعلق اسم ہے ، متعلق مفعول ہے یا غیر جانب دار ۔

**۵ ۔ ۴ ۔ ۳ ۔ صفت کا مقام :** صفات ان اسماء یا ضمائر سے پہلے آتی ہیں جن کی صفت بیان کی جائے تاہم یہ ان کے بعد بھی آ سکتی ہیں ۔ بعد میں آنے والی صفات کو ان کا خبر یہ استعمال (PREDICATIVE USE) کہتے ہیں ؛ وہ خوبصورت لڑکی ہے اور وہ لڑکی خوبصورت ہے (دوسرے جملے میں زیادہ زور خوبصورتی پر دیا گیا ہے )۔ اگر ضمیری یا کمیتی اور توصیفی صفات ساتھ آئیں تو ضمیری یا کمیتی پہلے اور توصیفی بعد میں استعمال ہوں گی ؛ جیسے کوئی حسین لڑکی آ رہی ہے : کئی خوب صورت لڑکیاں آ رہی ہیں : دو خوبصورت لڑکیاں آ رہی ہیں وغیرہ ۔

**۵ ۔ ۴ ۔ ۴ ۔ مبتدا اور خبر کی توسیع :** اردو جملہ دو حصوں میں بٹا ہوتا ہے ۔ مبتدا اور خبر ۔ نحوی قاعدے

کے مطابق مبتدا کی توسیع مبتدا سے پہلے اور خبر کی توسیع خبر سے پہلے ہوتی ہے۔

۵.۴.۴.۱. مبتدا کی توسیع : مبتدا کی توسیع اسم یا اسم کے بدل سے ہوتی ہے ؛ جیسے حیدرآباد شہر بہت خوبصورت ہے ۔ اس جملے میں حیدرآباد مبتدا اور شہر اس کی توسیع ہے ۔ ذاکر حسین، صدر جمہوریۂ ہند علی گڑھ تشریف لائے ۔ یہاں ذاکر حسین مبتدا اور صدر جمہوریۂ ہند جو اس کا بدل ہے مبتدا کی توسیع ہے ۔ "سب شہر والے، کیا امیر کیا غریب ان سے عقیدت رکھتے ہیں"۔ اس جملے میں "کیا امیر کیا غریب" بدل ہے "سب شہر والے" کا جو مبتدا ہے۔ اردو میں مبتدا کی توسیع صفت، عدد اور اضافی حالت سے بھی ممکن ہے؛ جیسے گرم چائے لاؤ ؛ پھول دار قمیض مت پہنو ؛ ویران علاقے میں مت جاؤ. لمبی سیاہ زلفیں لہراؤ (مبتدا کی توسیع صفت سے ) ؛ دونوں بچوں کو پیار کرو، چار نوجی کھڑے تھے (مبتدا کی توسیع عدد سے ) ؛ گلاب کے پھول بھیجے ہیں (مبتدا کی توسیع اضافی حالت سے ) : پھول مضاف الیہ یعنی مبتدا ہے اور "گلاب کے" اس کی توسیع ) ۔

۵.۴.۴.۲. خبر کی توسیع : مبتدا کی طرح خبر کی بھی توسیع ہوتی ہے. جو اردو میں اسم، متعلق فعل (تمیز) ، عدد ، صفت اور اضافی حالت سے ممکن ہے ؛ جیسے وہ اب تقریر نہیں کر سکتا (خبر کی توسیع اسم سے ) ، خالد بہت آہستہ بولتا ہے (خبر کی توسیع تمیز سے ) ، صبا نے سو روپیے مانگے (خبر کی توسیع عدد سے ) ، برتن صاف کر دو (خبر کی توسیع صفت سے ) ؛ میں برف کا پانی نہیں پیتا (خبر کی توسیع اضافی حالت سے ) وغیرہ. فعلِ معطوف سے بھی خبر کی توسیع ممکن ہے ؛ جیسے خالد کھلکھلا کر ہنس پڑا وغیرہ ۔

## ۵.۴.۵. مختلف حالتوں میں لفظوں کے مقام

عام طور پر مؤخر اسمیے (POST POSITION) فاعل اور فعل کے درمیان مکانی

(LOCATIVE)، فاصلی (ABLATIVE)، نصیبی (DATIVE) اور آلاتی (INSTRUMENTAL) ترتیب میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ جملہ دیکھیے "باغ میں جاکر مسواک کے لیے چاقو سے نیم کی ایک ڈالی کاٹ لاؤ"۔ اس جملے میں 'باغ میں' مکانی، 'نیم سے' فاصلی، 'مسواک کے لیے' نصیبی اور 'چاقو سے' آلاتی مؤخر جار آئے ہیں۔ کبھی کبھی وقت کی مکانی حالت "شروع میں استعمال ہوتی ہے، جیسے آج میں گھر جا رہا ہوں یا برسات میں سڑک پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر دو مکانی ایک وقت کو اور دوسری جگہ کو ظاہر کرے، تو وقت کو ظاہر کرنے والی جگہ سے پہلے آتی ہے؛ جیسے سردیوں میں پہاڑ پر بہت ٹھنڈ پڑتی ہے؛ برسات میں ندیوں میں باڑھ آجاتی ہے: کل میں تمہارے گھر آؤں گا وغیرہ۔ اردو نحو کا عام قاعدہ یہ ہے کہ فاصلی، نصیبی اور آلاتی حروفِ جار فاعل NOMINATIVE کے بعد آتے ہیں لیکن زور دینے کے لیے ان کی ترتیب بدل جاتی ہے؛ جیسے شاخ سے پھول جھڑ رہے ہیں: پھول شاخ سے جھڑ رہے ہیں یا اس قلم سے میں نہیں لکھ سکتا۔ ندائیہ حروف بغیر کسی علامت کے جملے کے شروع میں آتے ہیں اور اگر زور دینا ہو تو آخر میں بھی آسکتے ہیں: مثالیں: یا خدا رحم کر! یا دور ہو جا کم بخت! وغیرہ۔

# ۵۔۵۔ اردو جملے کے اقسام

۵۔۵۔۱۔ اردو میں کسی جملے کی تکمیل کے لیے اسم اور فعل لازمی ہے لیکن عام زندگی میں ہم یک لفظی جملے بھی استعمال کر لیتے ہیں؛ جیسے "جا"، "ہاں"، "نہیں" وغیرہ۔ کبھی کبھی فعل امدادی یا اسم کے بغیر بھی جملہ مکمل کر لیا جاتا ہے؛ جیسے خالد گیا (ہے)، یا (صہبا) بیٹھی ہے وغیرہ۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ محض اسم یا ضمیر پورے جملے کا مفہوم ادا کر دیتے ہیں؛ جیسے "آپ!"

"شاہ" وغیرہ۔ اسی طرح صفت، تمیز اور صرف فعل کے استعمال سے بھی جملہ پورا ہو جاتا ہے؛ جیسے ناممکن، خوب (صفت)، بہت، ضرور (تمیز) اور "مر گیا"، توڑ ڈالا (فعل)، وغیرہ۔ یہ جملے کی چھوٹی سے چھوٹی قسم ہے جس میں عموماً فجائی سُر ( EXCLAMATORY PITCH ) استعمال ہوتا ہے۔

۵۔۵۔۲۔ اردو جملے میں اسم اور فعل کے علاوہ دوسرے اجزائے کلام بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اجزائے کلام کی نوعیتوں کے مطابق اردو جملے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی مکمل، جزوی اور محذوف۔ جس جملے میں تمام ضروری اجزائے کلام استعمال ہوں وہ مکمل جملہ کہلاتا ہے۔ اگر خارجی سیاق و سباق سے ادھوری بات پوری ہو رہی ہو تو اسے جزوی جملہ کہیں گے اور اگر اسم، فعل یا کوئی دوسرا جزو کلام حسن بیان کے لیے یا غیر ضروری سمجھ کر جملے میں چھوڑ دیا گیا ہو تو اسے محذوف جملہ کہا جائیگا۔

۵۔۵۔۳۔ اردو جملے کی ایک تقسیم عمل کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہے۔ عمل کے مختلف طور طریقوں کے مطابق اردو جملے کی چار قسمیں ہیں: بیانیہ، امر، استفہامیہ اور فجائیہ۔ بیانیہ جملے میں کوئی بات بیان کی جاتی ہے۔ اگر کسی واقعے کا بیان ایجابی طور پر ہو تو وہ بیانیہ جملہ ایجابی کہلائے گا۔ جیسے آپ کے والد وزیر ہیں۔ اور اگر کسی واقعے سے انکار یا اس کی تردید مقصود ہو تو وہ بیانیہ جملہ منفی کہلائے گا، جیسے میں نے تاج محل نہیں دیکھا وغیرہ۔ جملۂ امر میں حکم، اجازت یا درخواست ہوتی ہے۔ یہ اردو جملے کی سادہ ترین شکل ہے۔ استفہامیہ جملہ کوئی بات جاننے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بیانیہ جملوں کے مقابلے میں استفہامیہ جملوں کو اختتامی سُر لہر ( PITCH ) کی بنیاد پر الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ فجائیہ جملے میں حیرت یا تاسف کا اظہار کیا جاتا ہے یہ جملے بیانیہ جملے میں حرف فجائیہ کے استعمال سے بنتے ہیں۔ انھیں بھی مخصوص سُر لہر سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ان جملوں میں استعجاب، مسرت، نفرت، حقارت اور

اضطراب جیسے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

اردو جملوں کی مذکورہ بالا قسموں کے درمیان داخلی رشتہ ہے۔ یہ جملے کچھ مخصوص الفاظ کی ترتیب بدل دینے، انھیں گھٹانے بڑھانے اور مختلف سُر لہروں کی وجہ سے الگ پہچانے جاتے ہیں۔ دراصل زبان میں مختلف اقسام کے جملے ان بنیادی جملوں سے مشتق ہوتے ہیں جن کا تبادل بیانیہ، امر، استفہامیہ، فجائیہ، مجہول، مرکب اور پیچیدہ جملوں میں ہوتا ہے۔ جملوں میں تبادل کے تصور کو تبادلی قواعد (TRANSFORMATIONAL GRAMMAR) سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے

۵.۵.۴۔ اردو جملے معروف و مجہول بھی کہلاتے ہیں۔ اگر عامل کے حوالے کے بغیر کوئی بات کہی جائے تو وہ مجہول جملہ ہوگا۔ ایسے جملے میں عامل کو مفعول۔ عامل کا مقام بھی دیے دیا جاتا ہے۔ مجہول جملے میں فعل صیغۂ معروف سے صیغۂ مجہول میں بدل جاتا ہے۔ اور اس طرح فعل کی ہیئت میں تبدیلی آجاتی ہے؛ جیسے صہبا خط لکھتی ہے (معروف): خط لکھا جاتا ہے (مجہول)۔ صہبا نے خط لکھا (معروف): خط لکھا گیا (مجہول) وغیرہ۔ معروف جملوں کے فعل مجہول کے صیغے میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں فاعل عامل کو جملے کی ابتدا میں "سے" کے ساتھ لاتے ہیں؛ جیسے مجھ سے یہ منظر دیکھا نہیں گیا۔ مجھ سے تقریر سنی نہیں جائے گی وغیرہ۔

۵.۵.۵۔ اردو جملے اپنی ساخت کی بناوٹ کے اعتبار سے بھی تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ ان کی چار قسمیں ہیں: مفرد جملہ (SIMPLE)، ۲۔ مرکب جملہ (COMPOUND) ۳۔ پیچیدہ جملہ (COMPLEX) اور ۴۔ مخلوط جملہ (MIXED)۔ ان جملوں کا ذیل میں الگ الگ جائزہ لیا جاتا ہے۔

۵.۵.۵.۱۔ مفرد جملہ ایک لفظ سے لے کر کئی اجزائے کلام پر مشتمل ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک فعل کا تعلق ہے، اس میں صرف ایک ہی فعل ہوتا ہے؛ جیسے آیئے، صہبا آئی، صہبا نے اریب کو کتاب دی، اس نے ہانپتے ہوئے دروازہ

کھلکھلایا، صہبا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا وغیرہ۔ مفرد جملے میں فعل کی دوسری شکلیں مثلاً مصدر، حالیہ تمام اور نا تمام وغیرہ جملے میں فعل کا عمل بکار رکھنے کی وجہ سے فعل نہیں کہلاتیں۔ اگر کسی جملے میں دو یا دو سے زیادہ فعل آئیں تو وہ غیر مفرد جملہ کہلایا جائے گا۔ غیر مفرد جملے سے مراد ہی دو یا دو سے زائد مفرد جملوں کا ایک ساتھ آنا ہے۔ حرف عطف کی وجہ سے یہ جملے تشکیل پاتے ہیں۔ جیسے صہبا ڈرتے ڈرتے آئی اور میرے پاس بیٹھ گئی (صہبا ڈرتے ڈرتے آئی + اور + (وہ) میرے پاس بیٹھ گئی)= یہاں دو جملوں کے درمیان اگر حرف ربط نہ آئے تو اختتامی سُر لہر سے اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ دو مفرد جملوں سے غیر مفرد جملہ بنا ہے؛ جیسے صہبا آئی تھی، تم نہیں آئے (صہبا آئی تھی لیکن تم نہیں آئے)۔

۲.۵.۵.۵۔ غیر مفرد جملے کی ایک قسم مرکب جملہ کہلاتی ہے جس میں پہلے مفرد جملے میں کہی ہوئی بات پر بعد کے مفرد جملے یا جملوں میں اس بات کی توثیق تردید، توضیح یا توجیہہ ہوتی ہے؛ جیسے صہبا آئی اور مجھ سے مل کر چلی گئی، صہبا صرف آئی ہی نہیں بلکہ بیٹھی بھی، نہ صہبا آئی نہ تم آئے وغیرہ۔ اردو کے مرکب جملوں میں جو حروف عطف استعمال ہوتے ہیں ان میں "اور، لیکن، ورنہ، بلکہ، مزید بر آں، چاہے، کیوں کہ، اس لیے، الغرض" وغیرہ خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ ایسے مرکب جملوں کو مطلق مرکب جملے بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

الف: مطلق وصلی مرکب: اس میں حرف عطف کے ذریعے دو مفرد جملوں کو باہم ملا دیا جاتا ہے؛ بچہ دن کو سوتا اور رات کو روتا ہے، صہبا کل آئی تھی اور آج چلی گئی وغیرہ۔

ب: مطلق تردیدی مرکب: اس میں حرف عطف دو مفرد جملوں کو ملاتا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے الگ کرتا ہے۔ ایسے جملوں میں ہمیشہ

دو باتیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک کی تردید ہوتی ہے؛ صہبا خود گئی نہ مجھے جانے دیا، صہبا گئی کہ نہیں وغیرہ۔

ج: مطلق استدراکی مرکب: ایسے جملوں میں بیانات کا مقابلہ ہوتا ہے مثلاً میں دامے درمے سخنے اس کا ساتھ دے سکتا ہوں لیکن ایمان نہیں بیچ سکتا، وہ دوست تو ہے مگر وقت پر کام نہیں آتا، اگرچہ وہ دولت مند ہے مگر بڑا خسیس ہے وغیرہ۔

د: مطلق سببی مرکب: ایسے مرکب جملوں کے پہلے جز میں دوسرے جز کی وجہ، نتیجہ یا سبب کا ذکر ہوتا ہے؛ جیسے اس نے مجھے گالی دی اس لیے (لہٰذا) میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا، میں خالد کا ساتھ دوں گا کیوں کہ مصیبت میں اس نے میرا ساتھ دیا تھا۔ وغیرہ۔

۳۔۵۔۵۔۵۔ پیچیدہ جملہ بھی غیر مفرد جملے کی ایک قسم ہے۔ اس میں دو یا دو سے زائد مفرد جملوں میں سے ایک معنی کے اعتبار سے آزاد اور بقیہ ساخت اور مفہوم کی سطح پر اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں؛

الف: اسمی: اس سے مراد ایسا جملہ ہے جو بجائے خود ایک اسم کا کام دے؛ جیسے "میں نے کہا کہ اب جاؤ" یہاں "اب جاؤ" بجائے ایک اسم کے آیا ہے۔ ایسے جملے کی ابتدا عام طور پر حرفِ عطف "کہ" سے ہوتی ہے؛ جیسے "صہبا نے کہا کہ میں بیمار ہوں"۔ ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں اسمی جملے کے قبل حرف "کہ" استعمال نہیں ہوتا؛ جیسے صہبا نے کہا، یہاں کیوں آئے ہو"۔ کبھی کبھی تابع جملہ اصل جملے سے پہلے بھی آجاتا ہے؛ جیسے "چلو دہلی، چلو دہلی، ہر طرف سے یہی آواز اٹھ رہی تھی" وغیرہ۔

ب: وصفی: یہ وہ جملہ ہے جو وصف کا کام دیتا ہے؛ جیسے "وہ

بات جو آپ سے نہ کہی جا سکی میں کیونکر کہہ سکتا ہوں"۔ اس پیچیدہ جملے میں" وہ بات میں کیوں کر کہہ سکتا ہوں" اصل جملہ ہے اور "جو بات آپ سے نہ کہی جا سکی" جملہ تابع وصفی ہے جو "بات" سے متعلق ہے اور اس کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ وصفی جملوں میں عام طور پر ضمیر موصولہ آتی ہے اگرچہ بعض اوقات یہ محذوف بھی ہو جاتی ہے؛ جیسے سویا سو کھویا (جو سویا سو کھویا)۔

ج: تمیزی: اُس پیچیدہ جملے کو کہتے ہیں جو متعلق فعل یا تمیز کا کام دے۔ یہ وقت، مقام، طور، علت یا شرط کے اصل جملے سے متعلق ہوتا ہے۔ وقت ظاہر کرنے والے جملے زمانی کہلاتے ہیں؛ مثلاً "جس وقت جہاز پہنچا رات ہو چکی تھی"۔ یہاں "رات ہو چکی تھی" اصل جملہ ہے اور "جس وقت جہاز پہنچا" تمیزی جملہ زمانی ہے۔ مقام ظاہر کرنے والے جملے مکانی کہلاتے ہیں؛ جیسے "جہاں میں جاتی ہوں وہیں تم چلے آتے ہو"۔ اس جملے میں" وہیں تم چلے آتے ہو" اصل جملہ ہے اور "جہاں میں جاتی ہوں" تمیزی جملہ مکانی ہے۔ ایک اور مثال دیکھیے: جدھر میں دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے وغیرہ۔ کبھی کبھی وہاں اور ادھر محذوف بھی ہو جاتے ہیں؛ جیسے "جہاں میں جاتی ہوں، تم چلے آتے ہو" یا "جدھر دیکھتا ہوں، تو ہی تو ہے" وغیرہ۔ طور یا طریقہ ظاہر کرنے والے جملے تمیزی جملہ طوری کہلاتے ہیں۔ یہ پیچیدہ جملہ ہوتا ہے اور بجائے متعلق فعل یا تمیز کے آتا ہے؛ جیسے جوں ہی صہبا جنگلے سے جھانکی، میں پہنچا۔ کبھی کبھی ایسے جملوں کے ساتھ جوں جوں اور جیسے جیسے کے لفظ بھی آتے ہیں؛ جیسے "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ جس

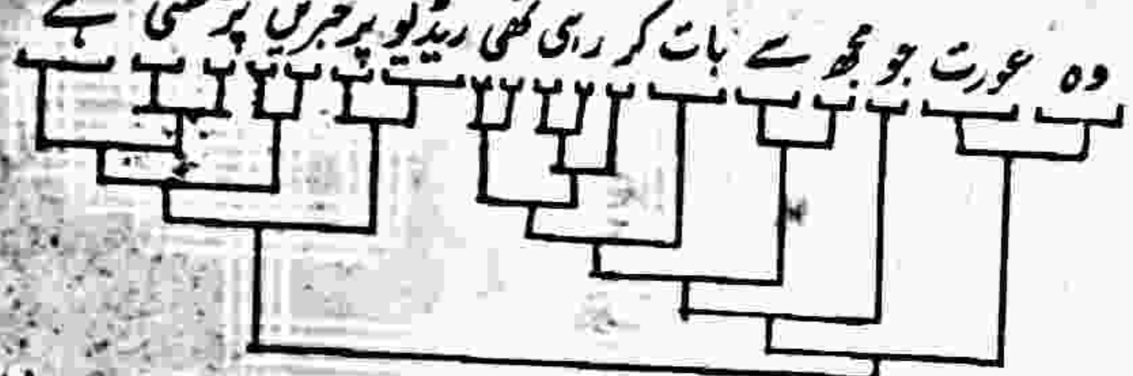


حسب بالا جدول میں بڑی ترکیب (جملے) میں چھوٹی ترکیبوں (فریزوں لفظوں اور فقروں) کو پہچانا گیا ہے۔ جزو متصل کے تجزیے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جملے میں الفاظ بظاہر ایک دوسرے سے قریب ہونے کے معنی کے اعتبار سے کتنے دور ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جملے میں اجزائے کلام ایک عمودی تنظیم میں ہوتے ہیں۔

٥۔٥۔٥۔٦۔ اردو کے چند مخصوص جملوں کو ذیل میں شجری نقشوں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ ذیل کے مخففات اس طرح ہیں: ات = اسمی ترکیب، فت = فعلی ترکیب، ف = فعل، مف = مرکب فعل، ا = اسم، م = مفعول، تک = ترمیم کار، ج = جملہ، فا = فعل امدادی، ضم = ضمیر، ف تک = فعل ترمیم کار

١۔

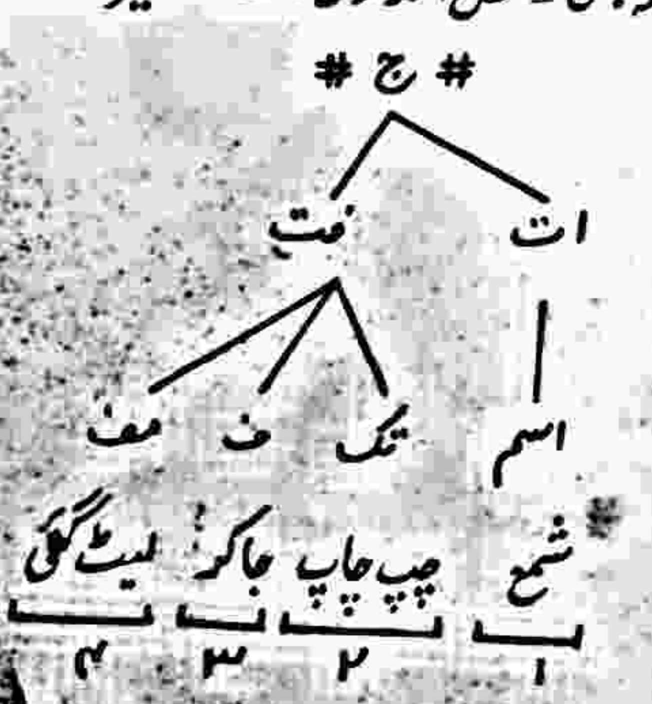

۲-

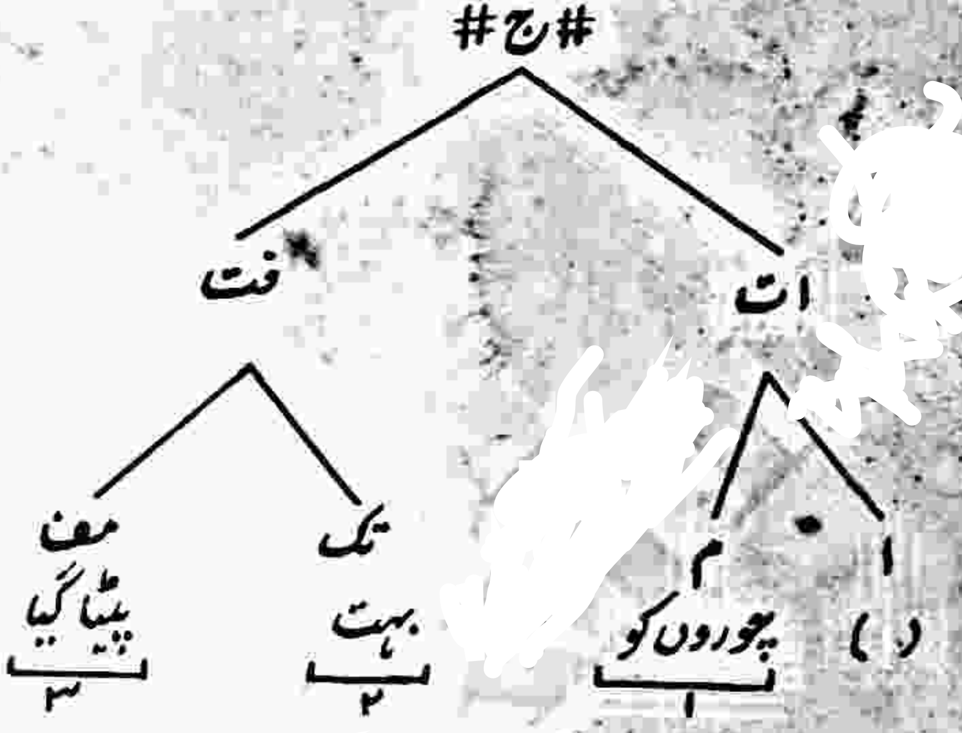

#ج#
فت
ات
مف
تک
م
ا
پیٹا گیا
بہت
چوروں کو
( )
۳
۲
۱


۳-

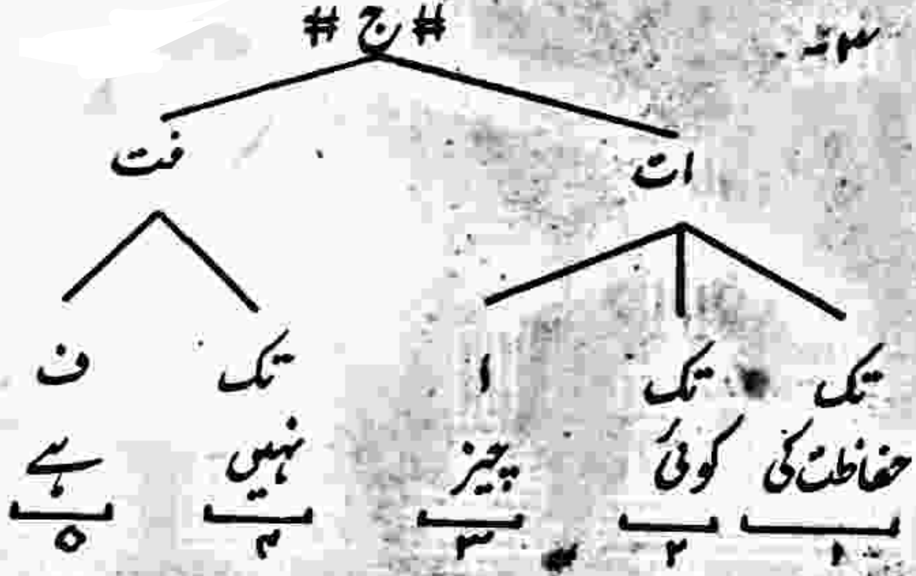

#ج#
فت
ات
ف
تک
ا
تک
تک
ہے
نہیں
چیز
کوئی
حفاظت کی
۵
۴
۳
۲
۱


۴-

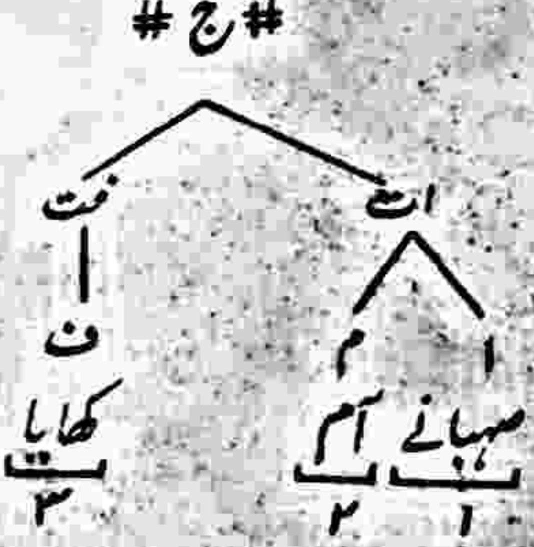

#ج#
فت
ات
ف
م
ا
کھایا
آم
صہبا نے
۳
۲
۱

۵۔

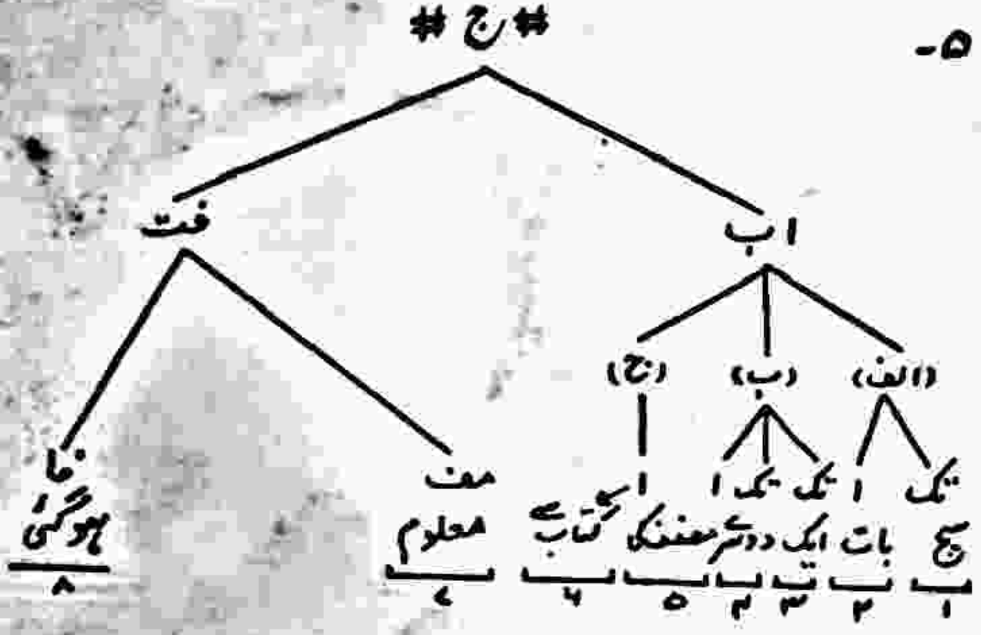

#ج#
فت
اب
(ج)
(ب)
(الف)
فا
مف
ہوگئی
معلوم


۶۔

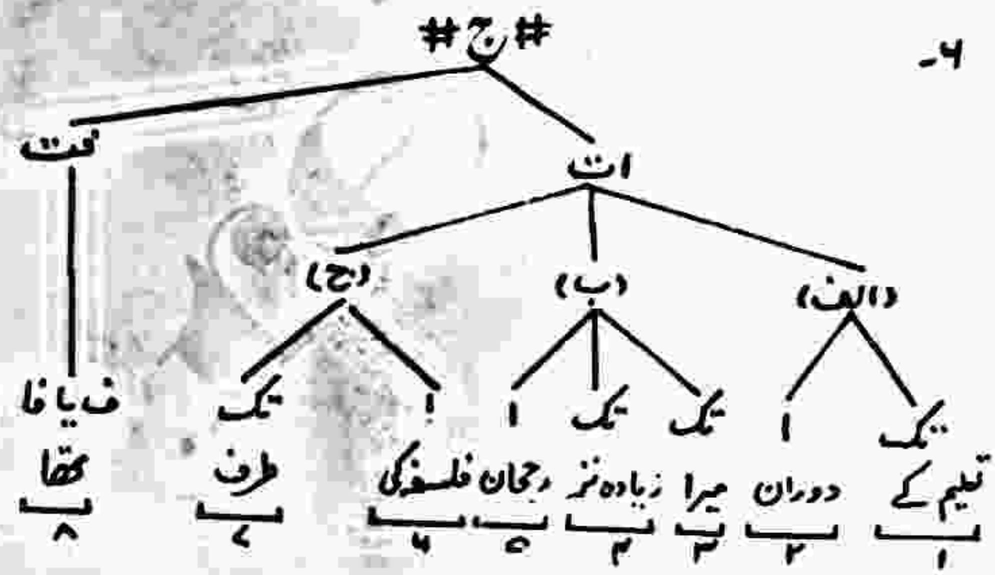

#ج#
فت
ات
(ج)
(ب)
(الف)
ف یا فا
تک
تھا
طرف
فلسفہ کی
رجحان
زیادہ تر
میرا
دوران
تعلیم کے


۷۔

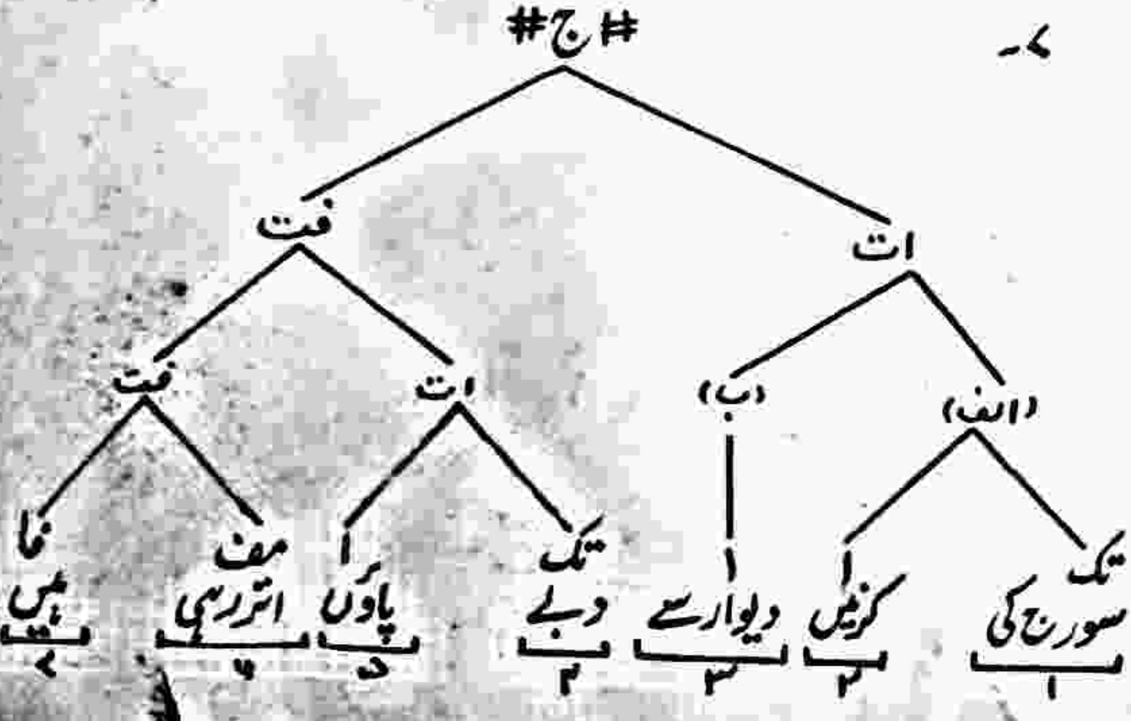

#ج#
فت
ات
(ب)
(الف)
فا
مف
تک
ہیں
اتر رہی
پاؤں
دبے
دیوار سے
کرنیں
سورج کی

۸-

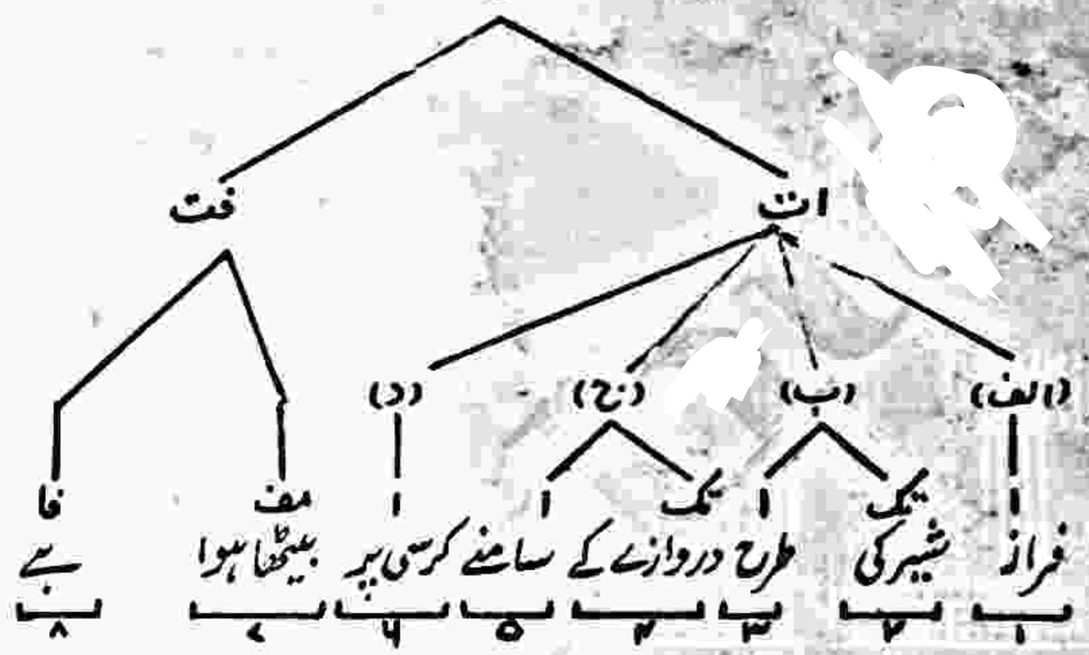


۹-

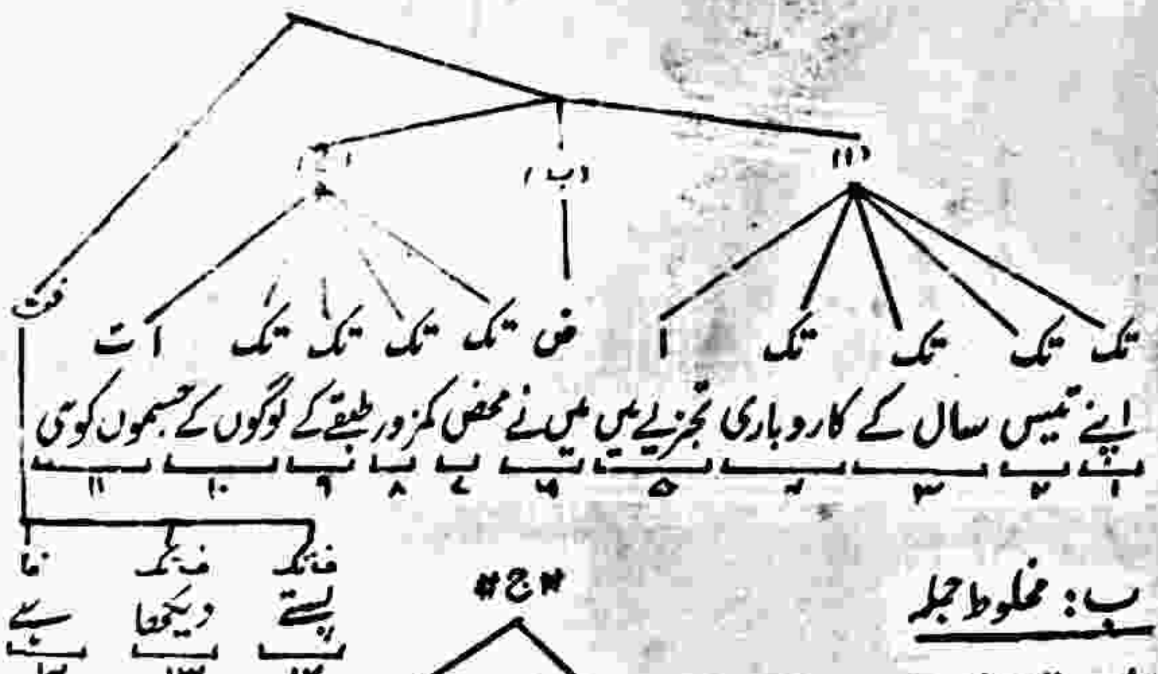


ب: مخلوط جملہ

۱۰-

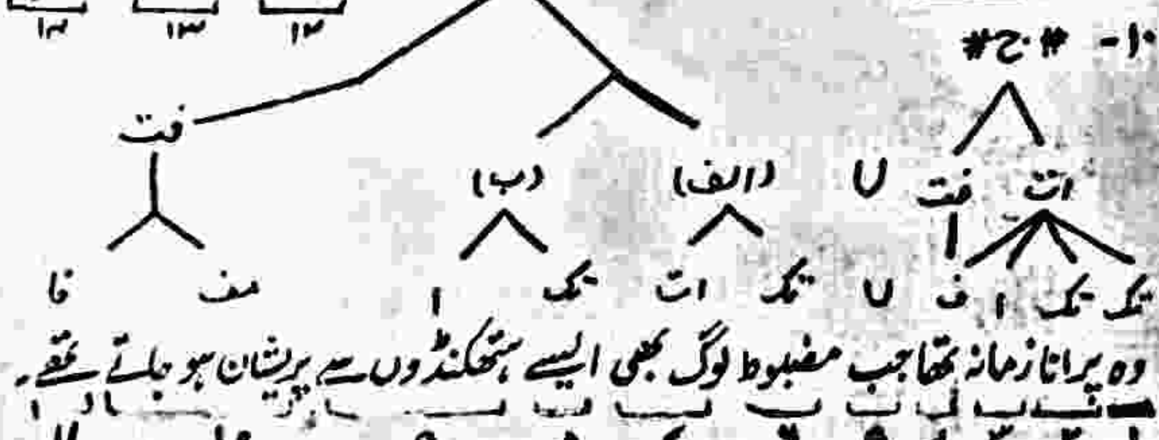

ج: مرکب جملہ

۱۱-

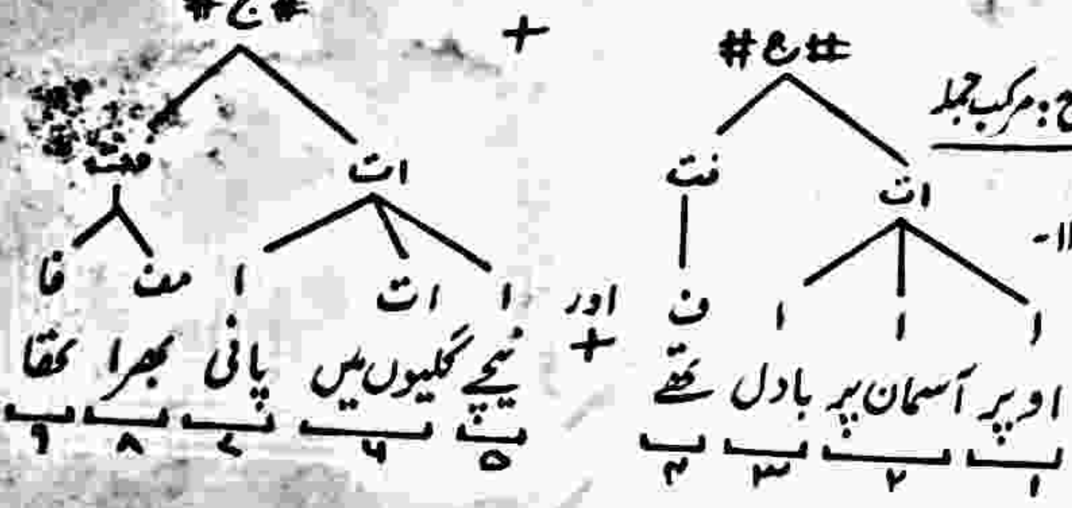


د: مفرد جملہ ← پیچیدہ جملہ

۱۲-

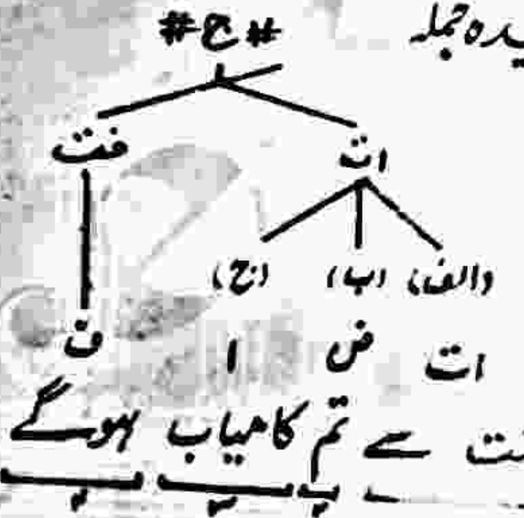


۱۳-

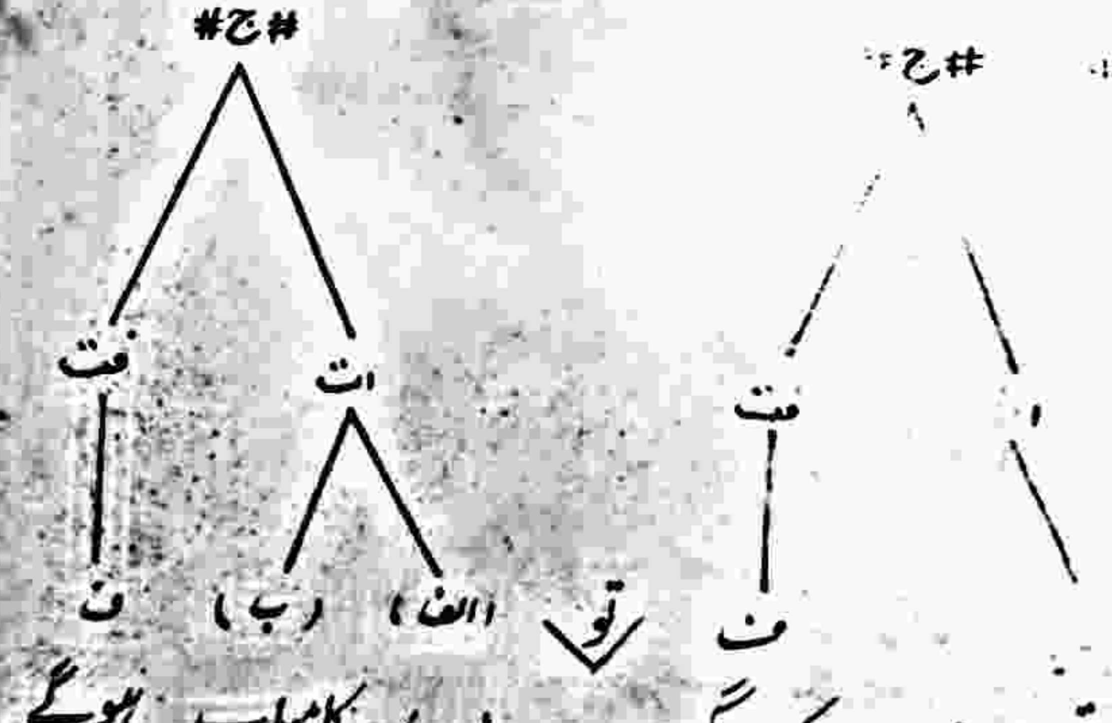

## ۵۔ مفرد جملہ ← غیر مفرد جملہ (پیچیدہ جملہ)

۱۴۔

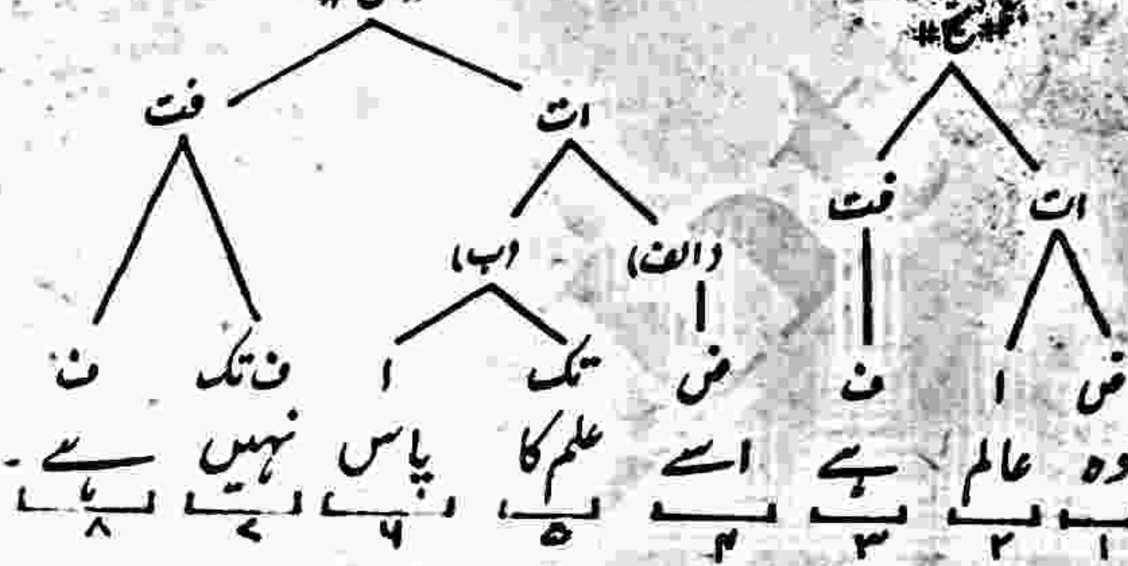


۱۵۔

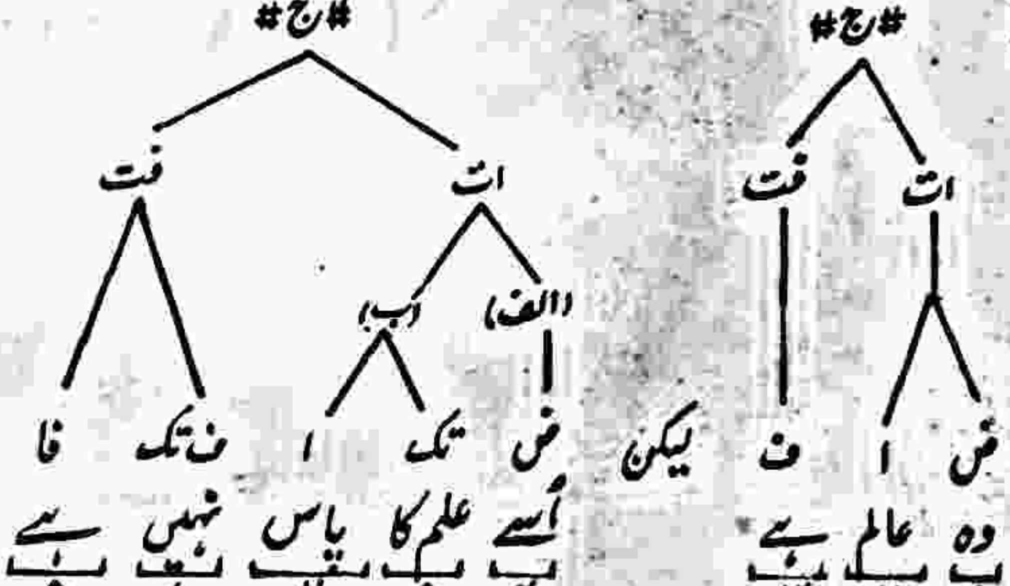


۱۶۔

۱۷.

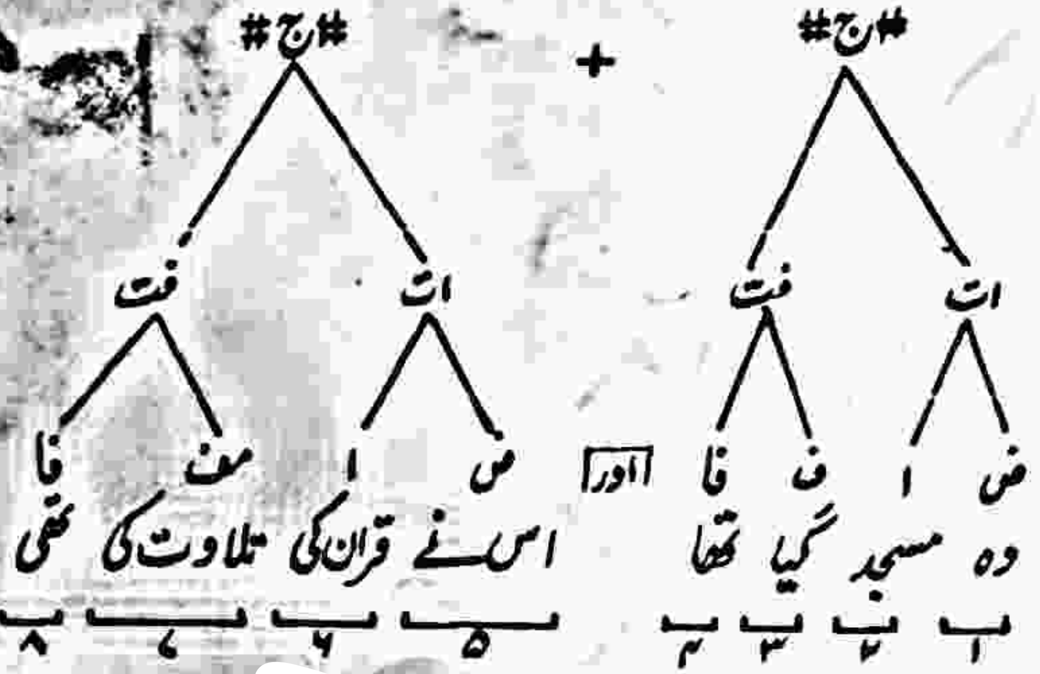
#ج#
ات فت
ض ا ف فا
وہ مسجد گیا تھا
۱ ۲ ۳ ۴
اور
+
#ج#
ات فت
ض ا مف فا
اس نے قرآن کی تلاوت کی تھی
۵ ۶ ۷ ۸

۱۸.

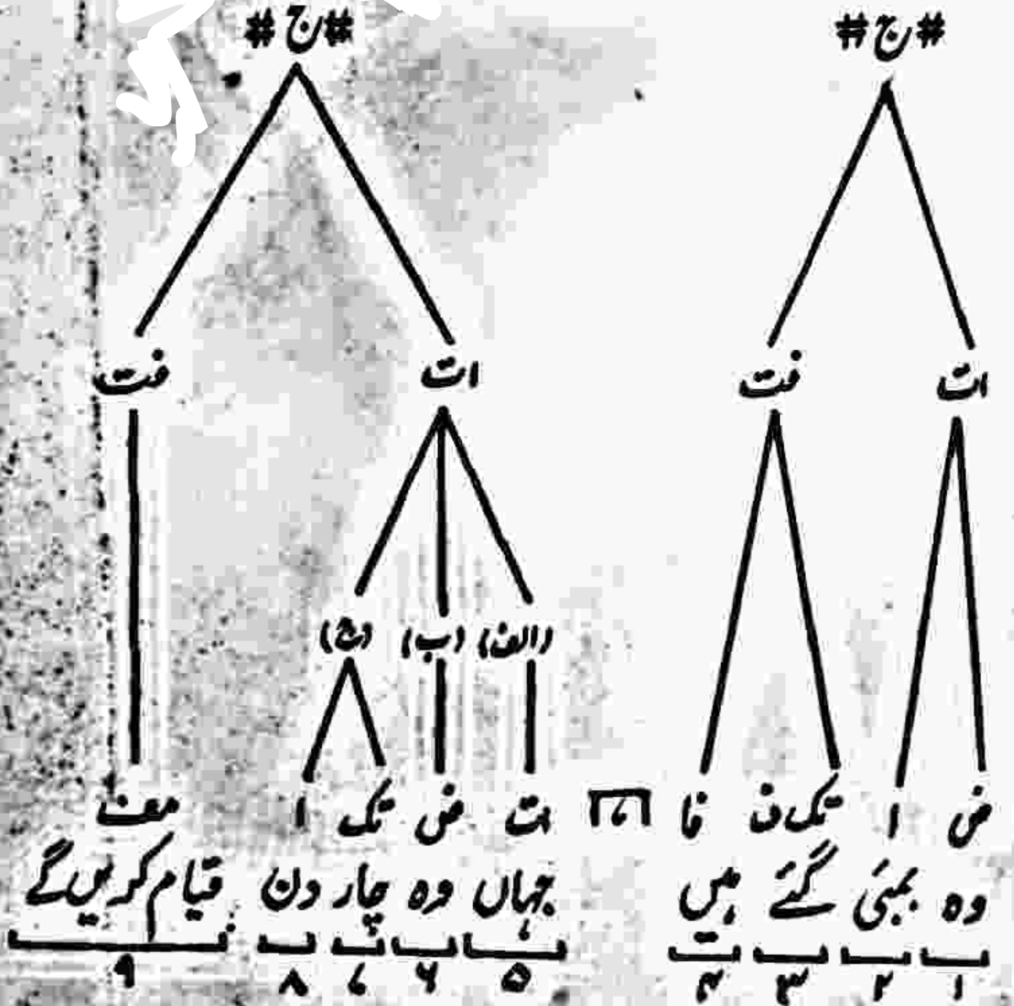
#ج#
ات فت
ض ا تک ف فا
وہ بمبئی گئے ہیں
۱ ۲ ۳ ۴
#ج#
ات فت
(الف) (ب) (ج)
ہت ض تک ا مف
جہاں وہ چار دن قیام کریں گے
۵ ۶ ۷ ۸ ۹

۵: پیچیدہ جملہ (مفرد اور مخلوط)

۱۹

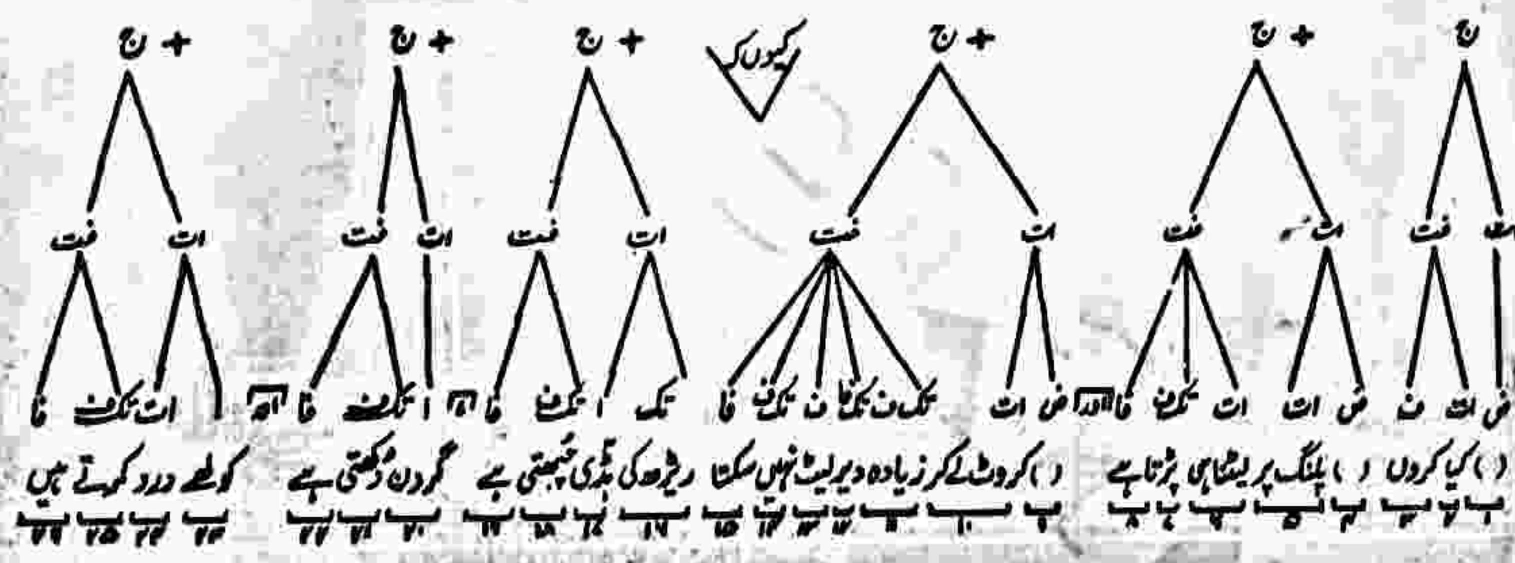


(کیا کروں، پلنگ پر لیٹنا ہی پڑتا ہے اور کروٹ لے کر زیادہ دیر لیٹ نہیں سکتا کیوں کہ ریڑھ کی ہڈی چبھتی ہے، گردن دکھتی ہے اور کولھے درد کرتے ہیں)

# ۶

# اردو فرہنگیات

۶۔۱۔ اردو کو ایک مخلوط زبان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے دنیا کے مختلف خاندان السنہ سے لسانی سطح پر استفادہ کیا ہے۔ ان خاندانوں میں ہند آریائی ہند ایرانی، دراوڑی اور سامی کے علاوہ ترکی اور انگریزی زبانیں خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ اردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔ اس لیے یہ قدرتی امر ہے کہ اس کی صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی ساخت کی بنیاد ہند آریائی پر قائم ہے لیکن اس کے باوجود اس نے جدید ہند آریائی زبانوں خصوصاً پنجابی، سندھی، برج، اودھی اور ملتانی وغیرہ زبانوں اور بولیوں سے بھی بہت کچھ اخذ و ماخوذ کے رشتے کو استوار رکھا ہے۔ عربی و فارسی زبانوں سے تقریباً آٹھ سو سال کے تعلق نے اردو کو لسانی اور ادبی سطح پر کافی متاثر کیا ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق اگر اردو جملے سے افعال، ضمائر

اور حروف جار نکال دیئے جائیں تو باقی جو بچتا ہے اس میں عربی و فارسی یا ان زبانوں کے لسانی رنگ بکھرے ہوئے نظر آئیں گے ۔ دراوڑی زبانوں نے اردو کے لہجے، تلفظ اور نحوی ساخت کو متاثر کیا ہے۔ ترکی اور پشتو نے اردو کے سرمایۂ الفاظ میں نہ صرف اضافہ کیا ہے بلکہ الفاظ کی تشکیل میں خصوصاً سابقوں اور لاحقوں کے ذریعے بھی اپنا کردار نبھایا ہے ۔ انگریزی سے بھی اردو نے الفاظ مستعار لیے ہیں اور اپنی نحوی ترکیب و ترتیب میں اس زبان کے اثرات قبول کیے ہیں ۔ انہی بنیادوں پر ہم اردو کو ایک مخلوط زبان کہتے ہیں ۔

مخلوط زبان کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اخذ و ماخوذ کے ذریعے دوسری زبانوں سے اپنا رشتہ استوار کرکے نہ صرف اپنا دامن وسیع کرتی ہے بلکہ مختلف لسانی علاقوں میں قبول عام کی سند بھی حاصل کر لیتی ہے ۔ ایسی زبان کو عموماً رابطے کی زبان کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جلد لنگوا فرینکا بن جاتی ہے جیسا کہ انگریزی کے ساتھ ہوا ۔ یونانی، لاطینی، جرمینک اور موجودہ فرانسیسی و جرمن سے انگریزی کے لسانی رشتے سے کون واقف نہیں ہے ۔ سیاسی اور سماجی حالات سے قطع نظر انگریزی کی یورپ، ایشیا اور امریکہ میں رابطے کی زبان کی حیثیت رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک مخلوط زبان ہے ۔ ایشیا میں اردو کو بھی کم و بیش یہی مقام حاصل ہے ۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو مختلف قوموں کے باہم اختلاط سے وجود میں آئی ۔ ان قوموں میں مقامی باشندوں کے علاوہ خصوصاً ترکی، عربی، فارسی اور پشتو زبانیں بولنے والے تھے جنھوں نے لگاتار ہندوستان آکر مقامی لوگوں پر سیاسی برتری حاصل کرکے اپنی حکومتیں قائم کیں اور یہیں رچ بس گئے ۔ اس اختلاط سے جو زبان (اردو) وجود میں آئی، قدرتی بات ہے کہ اس پر نوواردوں کی زبانوں کے زبردست اثرات مرتب ہوئے ہوں گے ۔ ان اثرات کو اردو کی لسانی ساخت خصوصاً اس کی لفظی سطح پر زیادہ محسوس

کیا جا سکتا ہے۔

دراصل جب ایک قوم دوسری قوم پر سیاسی برتری حاصل کرتی ہے تو حاکم قوم محکوم قوم کی زندگی کے ہر شعبے پر نظرانداز ہوتی ہے۔ زبان کے تعلق سے اسے ہم مستعار لینے کے لسانی عمل میں دیکھ سکتے ہیں۔ اردو پر عربی، فارسی اور ترکی کے جو اثرات مرتب ہوئے ہیں وہ اسی کا نتیجہ ہیں۔ اردو نے ان زبانوں سے بھاری تعداد میں الفاظ مستعار لیے ہیں۔ ان الفاظ کو کہیں اپنے صوتی مزاج کے مطابق ڈھالا گیا ہے تو کہیں ان کے معنیٰ بدل دیے گئے ہیں۔ عربی و فارسی الفاظ کی اصل شکلیں بھی ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان مستعار الفاظ کی وجہ سے نہ صرف اردو کی قواعد متاثر ہوئی ہے بلکہ خود ان زبانوں کے الفاظ کی قواعدی حیثیتوں میں بھی فرق آیا ہے۔

۲۔۶۔ اردو میں عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی سے مستعار لیے گئے الفاظ کو کلچرل اور قربتی BORROWING کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اردو کے علاقوں میں ان زبانوں کے بولنے والوں کو سیاسی برتری حاصل تھی۔ یہ لوگ سماجی زندگی میں مقامی لوگوں پر حاوی تھے۔ معاشی اعتبار سے بھی یہ طبقہ کافی خوش حال تھا۔ ان حقائق کے پیچھے تقریباً آٹھ نو سو سال کی تاریخ ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر اردو میں بیرونی زبانوں سے مستعار لینے کا عمل نہ صرف تیز بلکہ دیرپا بھی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی لسانی ساخت میں قدم قدم پر ان زبانوں کے اثرات بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اردو میں بیرونی زبانوں سے مستعار لیے گئے الفاظ یا ان کی تشکیل کو ساخت کے اعتبار سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وہ مستعار الفاظ جو اپنی اصل شکل میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے کتاب، قلم، سرمہ، بلب وغیرہ۔

۲۔ وہ مستعار الفاظ جن کی صوتی ہیئت یا معنی بدل گئے ہیں؛ کلاس، گلا،

حرام وغیرہ۔

۳۔ عربی و فارسی کے وہ سابقے لاحقے جو دیسی الفاظ میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے بے دھڑک، بے سر، ڈاک خانہ وغیرہ۔

۴۔ عربی و فارسی کے وہ الفاظ جن میں اردو سابقے لاحقے استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے اسلامی، چارپائی، جنگلا، رماسٹرنی = انگریزی لفظ کے ساتھ اردو لاحقہ)، چمار وغیرہ۔

۵۔ وہ مرکبات جن کے دونوں جزو عربی و فارسی یا ایک اردو اور دوسرا عربی و فارسی ہے؛ جیسے خوش آمدید، خوش پوش، خود مختار، چل پری، آباؤ اجداد، چوڑی دار، ڈاک خانہ وغیرہ

۴۳۶۔ فرہنگِ آصفیہ میں اردو زبان کے ہر قسم کے الفاظ کی تعداد درج ہے جس کا خلاصہ درجِ ذیل ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| | فرہنگِ آصفیہ میں شامل کل الفاظ | ۵۴۰۰۹ |
| ۱۔ الف: | ہندی جس کے ساتھ پنجابی اور پوربی زبان کے بعض خاص الفاظ بھی شامل ہیں | ۲۱۶۴۴ |
| ب: | سنسکرت | ۵۵۴ |
| ج: | پالی | ۲ |
| د: | مالابار (ملیالم) | ۱ |
| ہ: | برہمی | ۲ |
| | خالص دیسی الفاظ کی میزان = | ۲۲۲۰۳ |

۲۔ اردو یعنی وہ الفاظ جو غیر زبانوں سے ہندی کے ساتھ مل کر بنے ہیں = ۱۷۵۰۵

| | | |
|---|---|---|
| ۳۔ الف = | عربی : | ۷،۵۸۴ |
| ب = | فارسی : | ۶،۰۴۱ |
| ج = | ترکی : | ۱۰۵ |
| د = | عبرانی : | ۱۱ |
| ہ = | سریانی : | ۷ |
| | مشرق وسطیٰ کی زبانوں کے الفاظ کی مجموعی تعداد | ۱۳،۷۴۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۔ الف = | انگریزی : | ۵۰۰ |
| ب = | یونانی، لاطینی، فرانسیسی، پرتگالی اور ہسپانوی : | ۵۳ |
| | یورپی الفاظ کی میزان = | ۵۵۳ |

چوں کہ گروہ ۲ کے اردو الفاظ بھی ہندوستان ہی میں بنے ہیں اس لیے ۱، ۲ کی میزان ۳۹،۷۰۸، اردو کے لسانی سرمائے کا ہندوستانی عنصر ہے اس طرح:

اردو میں ہندوستانی الفاظ = ۷۳½ فی صد ہیں
اردو میں سامی، فارسی اور ترکی الفاظ = ۲۵½ فی صد ہیں
اردو میں یورپی الفاظ = ۱ فی صد ہیں

حسب بالا جدول سے اردو میں مختلف زبانوں کے الفاظ کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک بات یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ آج انگریزی اور ہندی الفاظ کی تعداد اردو میں نسبتاً بڑھ گئی ہے۔

۶-۴۔ اردو نے عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی وغیرہ زبانوں سے جو الفاظ

کلچرل اور قریبی ــــــ کے ذریعے مستعار لیے ہیں وہ اردو میں ایسے گھل مل گئے ہیں کہ آج ان کے بغیر اردو زبان کا تصور ممکن نہیں۔ ان الفاظ میں بیشتر ایسے ہیں جن کا کوئی بدل اردو کے پاس نہیں ہے۔ اردو میں اس بنیادی لغت کے بغیر سماجی زندگی کے اظہار کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں ان الفاظ کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔

۱۔ جنگ اور اس سے متعلق الفاظ : حملہ، صلح، امن، کوچ، صف آرائی، بکتر بند، حصار، تیر و کمان، شمشیر، بندوق، توپ، فوج، سپاہی، سالار جنگ وغیرہ۔

۲۔ سرکاری کاروبار سے متعلق اصطلاحات: بندوبست، کارروائی، درخواست، فیصلہ، حکم، تعمیل، عرضی، دفتر، اندراج، نظام، ضابطہ، افسر، دستخط وغیرہ۔
مدعی، مدعا علیہ، سمن، مجرم، جج، مجسٹریٹ، وکیل

۳۔ لباس اور اس سے متعلق الفاظ : پاجامہ، قمیض، شیروانی، صافہ، پینٹ، نیکر، غرارہ، شمیز، دوشالہ، تہبند، رومال، مرزئی، ازاربند، بردہ، اچکن، اطلس، کمخواب، پشمینہ، توشک، جبہ، دستار، چادر، دستانہ، مخمل، ٹائی، ہیٹ، دامن، آستین، کف وغیرہ۔
کوٹ، پینٹ، واسکٹ
ازاربند

۴۔ کھانے سے متعلق اصطلاحات : قورمہ، پلاؤ، کباب، شوربہ، شیرمال، دال، روغنی، گزک، ملیدہ۔ کوفتہ، شیر، دوپیازہ، سبزی، گوشت، ترکاری، حلوہ وغیرہ۔

۵۔ مشروبات: شربت، چائے، قہوہ، شراب، عرق، سولفی وغیرہ۔

۶۔ آلہ جات : چاقو، قینچی، آر، قرولی، بیلچہ، وغیرہ۔

۷۔ سبزیاں : شلجم، پیاز، شکرقند، لیمو

۸۔ پھول اور پھل : گلاب، حنا، سُنبُل، نرگس، شہتوت، انار، پستہ، بادام، امرود، اخروٹ، چلغوزہ، خربوزہ، خوبانی، کشمکش، یاسمین وغیرہ

۹۔ عورتوں کے استعمال کی چیزیں جیسے زیورات وغیرہ : گلوبند، دست بند، جوشن، ہار، افشاں، سرمہ، موباف، پازیب وغیرہ۔

۱۰۔ برتن : رکابی، دیگچی، کف گیر، طباق، پیالہ، ساغر، جام، صراحی، سلفچی، گلدان، عطردان، فرشی، پاندان وغیرہ۔

۱۱۔ جسم کے اجزاء : سر، ناف، حلق، زبان، رخسار، کان، چہرہ، دہن، پشت، گردن، دیدہ، پلک، سینہ، کمر، پیر، بازو وغیرہ۔

۱۲۔ ماہ وسال، سمت اور پہر وغیرہ : صبح، شام، دوپہر، جمعرات، پیر، جمعہ، عید، بقرعید، محرم، صفر، ربیع، رمضان، شوال، مشرق، مغرب، شمال، جنوب، روز، ماہ، ہفتہ، ہلال عید وغیرہ

۱۴۔ عدالت : انصاف، قانون، دستور، وکیل، بحث، جرح، سماعت، دفعہ، حکم، استغاثہ، سزا، جرم، بری، اقرار نامہ، حلف نامہ، منصف، پیشی وغیرہ۔

۱۵۔ مذہبی اصطلاحات : اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فجر، عشا، ظہر، عصر، اذان، مسجد، خانقاہ، پیر، مرید، نذر، رکعت، وضو، سجدہ، اعتکاف، قرآن، تلاوت، آخرت، جنت، دوزخ، ثواب، عذاب، کلمہ، قبر، حدیث، سجدہ، رسول، قیامت، حشر، امام، مقتدی، جماعت وغیرہ۔

۱۶۔ موسیقی کے متعلقات : شہنائی، دف، طبلہ، نقارہ، نوبت، نے، چنگ، رباب، بربط، نفیری، موسیقی، گلوکار، نے نواز وغیرہ۔

۱۷۔ جدی اور دوسرے رشتے : باجی، خالہ، خالو، فرزند، داماد، خسر، خویش دامن، ہم زلف، ہمشیرہ، برادر، برادرِ نسبتی، شوہر، زوجہ

والد، والدہ، وغیرہ۔

۱۸۔ پیشے: باورچی، قصاب، شعبدہ بازی، قلعی گر، آہن گر، چوب گر، روغن گر، کیمیاگر، نداف، خیاط، قوال، سازندہ، کاتب، طوائف، مغنی، مشاطہ، حجام، رنگریز، خاکروب، بہشتی، پیل بان، کارندہ، ہرکارہ وغیرہ۔

۱۹۔ عہدے: تحصیلدار، چوکیدار، داروغہ، چوب دار، صوبہ دار، قاضی، مفتی، منشی، معتمد، محرر، وزیر، منصرم، صدر وغیرہ۔

۲۰۔ استعمال کی چیزیں: کرسی، میز، تخت، ڈبل بیڈ، مسہری، صندوق، سوٹ کیس، پرس، لحاف، رضائی، سینی، غلاف، تکیہ، چادر، چق وغیرہ۔

۲۱۔ علاقوں کی تقسیم: شہر، دیہات، ضلع، پرگنہ، صوبہ، قصبہ، ملک، محلہ، علاقہ، موضع وغیرہ۔

۲۲۔ صحت و بیماری کے متعلقات: صحت، تندرستی، ورزش، علاج، بخار، قبض، مواد، رطوبت، درد، زخم، آبلہ، مرہم

۲۳۔ موسم کے متعلقات: برسات، خزاں، بہار، بارش،

۲۴۔ تعلیم کے متعلقات: کتاب، قلم، دوات، کاغذ، استاد، شاگرد، سبق، مشق، آموختہ، مدرسہ، درجہ، باب، صفحہ، عنوان، مضمون، مصنف، پاس، فیل، کلاس، نوٹس، امتحان

۲۵۔ رنگ و بو کے متعلقات: گلابی، سبز، سرخی، سیاہ۔ سفید، زرد، آسمانی۔ بو، بدبو، خوشبو، مہک، نکہت۔ لالہ رنگ۔

۲۶۔ رسم و رواج: شادی، رخصتی، نکاح، مہر، عقیقہ، ختنہ، طلاق، جہیز، قاضی، پیغام، بارات، ولیمہ۔

۲۷۔ افراد کو پہچاننا سے متعلق: عورت، مرد، آدمی، دوشیزہ، نوجوان، بالغ

۳۸. کھیل کود سے متعلق الفاظ : شطرنج، چوسر، کرکٹ، فٹ بال
۳۹. متفرقات : دولت، امیر، غریب، ظلم، موت، زندگی، لاغر، لاولد،
مہمان، دوست، دشمن، اجنبی، اجازت، منع، انکار، غلب،
دور، قریب، نزدیک، فکر و خیال، زور، طاقت، زنجیر، حیل
قدمی، تعلق، بے گانگی، اخبار، خبر، آبادی، آب دست، اشتہا،
آبرو، آب و دانہ، آتش، رشتہ، مویشی، ترازو، راز،
قطار، خاندان، نتیجہ، کرایہ، خط، باقی، حاصل، جمع، شکار،
موج، لہر، پیدل، تاجر، رقم، خرچ، شکایت، مکان، دکان،
امیدوار، انجام، انداز، اوقاف، اوقات، آداب، سلام،
آزادی، زندہ باد، آفت، آوارگی، آمدنی، ایجاد، اختراع،
باقاعدہ، آواز، آئینہ، اتفاق، اجازت، احسان، احمق، ادا،
ادا، ارادہ، بخشش، بدچلن، بدحال، برادری، برآمد،
اردگرد، روزی، اصل، اطمینان، اعتراض، اغوا، بغاوت،
اُف، افسوس، اکثر، البتہ، بٹ، باغی، بغاوت، انتقال، قبر، قہر،
جنازہ، کرایہ، وغیرہ وغیرہ، برداشت، برف، برقعہ، بزاز، بزم،
بستر، بستہ، بعض، بعد، بلغم، بندہ، بہانہ، بہتر، بے تکلف،
بے جان، بیمار، برہنہ، پاجی، پارسال، پاک، پاسنگ، پختہ، پرچہ،
پرچم، پردہ، پرکار، پرورش، پرستان، پلک، پناہ، پنجہ،
پوشاک، پیچ، قالین، غالیچہ۔ پیشانی، پیشوا، پیشی، پیمانہ، پیوند،
سرکار، درخت، شاخ۔

۵.۶ حسب بالا مختصر فہرست سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ
عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی سے مستعار لیے گئے الفاظ اردو زبان میں رچ بس گ

گر کس طرح اس کے وجود کا بنیادی حصہ بن گئے ہیں ۔ جہاں تک سنسکرت الفاظ کا تعلق ہے ، ان کی تدبھو شکلیں اردو میں مستعمل ہیں ۔ ان شکلوں میں مختلف دیسی و عربی و فارسی سابقے و لاحقے جوڑ کر الفاظ بنانے کا رواج بھی عام ہے ۔ اردو الفاظ میں " [illegible] " (اِدغام) کا عمل بھی ہوتا ہے ۔ اُن لسانی خصوصیات کو ذیل میں ملاحظہ کیجئے :

**۱۔ اردو میں سنسکرت کے تدبھو الفاظ :-** اندھا (اندھک)، بھوک (بھبکشا)، پیارا (پریہ)، تھن (ستن)، جب (یدا)، چاند (چندر)، سورج (سوریہ)، چمار (چرم کار)، دانت (دنت)، دھوبی (دھوبی)، رس (رس)، کام (کرم)، کپڑا (کرپٹ)، لاکھ (لکش)، لمبا (لمبک)، منہ (مکھ)، ناچ (نرتیہ)، تم (توام)، دیجئے (دی یئے)، گیا (گت) وغیرہ۔

**۲۔ سنسکرت کے تدبھو الفاظ میں دیسی اور عربی و فارسی سابقے جوڑ کر بنائے گئے الفاظ :-** انجان (ان + جان)، ان پڑھ (ان + پڑھ)، ادھ کھلا (ادھ + کھلا)، اُنسٹھ (اُن + سٹھ = ساٹھ)، بھرپور (بھر + پور)، سڈول (س + ڈول)، ناسمجھ (نا + سمجھ)، بے ڈول (بے + ڈول)۔

**۳۔ سنسکرت کے تدبھو الفاظ میں دیسی اور عربی و فارسی لاحقے جوڑ کر بنائے گئے الفاظ :** روگی (روگ + ی)، بھکت (بھج + کت)، بھتیجا (بھتی + جا)، لکڑہارا (لکڑ + ہارا)، رنگت (رنگ + ت)، بناوٹ (بنا + وٹ)، ڈبیا (ڈبا + یا)، نندوئی (نند + اوئی)، پڑھنا (پڑھ + نا)، لڑائی (لڑ + آئی)، لکھائی (لکھ + آئی)، موٹاپا (موٹا + آپا)، بچاؤ (بچ + آؤ)، دکھاوا

بیوہ، بزرگ. آدم

۲۸۔ مقامات یا خصلت کے اعتبار سے جگہوں کے نام: عمارت، جنگل، صحن، چمن
جنگل، ویرانہ، قبرستان، عیدگاہ، اسکول، عدالت، منصفی،
اجلاس، پارلیمنٹ، سینٹر، اکادمی، خواب گاہ، غسل خانہ
مردانہ، زنانہ، باورچی خانہ / کچن، نشست گاہ. ہاسٹل، آبشار،
زمین، آسمان، دریا

۲۹۔ مصالوں اور دیگر اشیا کے نام: مرچ، لونگ، دار چینی، خش خاش، نمک،
چیز، جنس، تیز پات، الائچی

۳۰۔ مختلف علوم: تفسیر، فلسفہ، منطق، نجوم، جغرافیہ، تاریخ، لسانیات، ریاضیات
سیاسیات، عمرانیات وغیرہ۔

۳۱۔ پرندوں اور جانوروں کے نام: پرندہ، باز، بلبل، مینا، مرغ، کبوتر،
سرخاب، سیار، ہما، خرگوش، اژدہا، بام، ہدہد، شاہین

۳۲۔ جواہرات و پتھروں کے نام: زمرد، عقیق، نیلم، فیروزہ، کوہِ نور، گوہر،
لعل، مروارید، مرجان، مرمر، یاقوت

۳۳۔ موم، تیزاب

۳۴۔ زراعت: آب پاشی، زرخیز، کاشت، فصل، ربیع، خریف، بیع نامہ

۳۵۔ انسانی کیفیات وخصوصیات: غم، غصہ، خوشی، حیرت، راحت، نفرت، حسد،
سوزش، رشک، رنج، فخر، چالاک، عقلمند، بے وقوف،
غیرت، ناکام، کامیاب، محبت، عشق، شرافت، غربت،

۳۶۔ ادب: شاعری، نثر، نظم، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی، اسلوب،
انشا، سوانح، ناول، افسانہ، داستان، مضمون، استعارہ،
تشبیہ، علامت، تمثیل، قطعہ، فصاحت، بلاغت

۳۷۔ صفات: نرم، گرم، سرد، سخت، ملائم، خوب، بد، حسین

(دکھ + ادا)، ملاوٹ (مل + آوٹ)، سمجھوتا (سمجھ + اوتا)، ہنسی (ہنس + ی)، بچت (بچ + اَت)، لڑکپن (لڑک + پن)، کھٹاس (کھٹ + اس)، جھولا (جھول + ا)، جھاڑو (جھاڑ + اُو)، بیلنا (بیل + نا)، چالاک (چال + آک)، لڑاکو (لڑاک + او)، گھٹیا (گھٹ + یا)، ہونہار (ہون + ہار)، سنہرا (سُن + ہرا)، لوہار (لوہ + آر)۔

**۴۔ اردو الفاظ میں سَندھی:** اردو میں سندھی کے اصول وضع کیے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر دو لفظوں کو جوڑتے وقت اگر پہلے لفظ کا آخری اور دوسرے لفظ کے شروع کا مصمتہ ہم صوت ہے تو اُن میں سے ایک گر جاتا ہے؛ جیسے وہ + ہی = وہی، یہ + ہی = یہی۔ اسی طرح اگر پہلا لفظ بندشی مصمتے پر ختم ہو اور دوسرا لفظ /ہ/ مصمتے سے شروع ہو تو عام طور پر /ہ/ پہلے لفظ کے آخری مصمتے میں ضم ہو کر اسے ہاکاری بنا دیتا ہے؛ جیسے سب + ہی = سبھی، جب + ہی = جبھی، کب + ہی = کبھی وغیرہ۔ اردو میں سندھی کا عمل عموماً دیسی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے؛ جیسے گھوڑا + دوڑ = گھڑدوڑ، نِ + کام + (ا) = نکما، ہاتھ + کڑی (ا) = ہتھکڑی، ہاتھ + گولا = ہتھگولا، پھول + جھڑ (ی) = پھلجھڑی وغیرہ۔ سنسکرت کی اس اصطلاح کا عمل اردو گنتی میں بہت دیکھنے کو ملتا ہے۔

۴۔۶۔ اردو میں ایسے الفاظ کی خاصی تعداد ہے جن کی صوتی شکل تو ایک ہے لیکن وہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے گت (حالت، زدوکوب)، گرہ (گانٹھ، وہ مصرع جو مصرعِ طرح پر لگایا جائے)، لاکھ (ایک دانے دار مادہ، سو ہزار)، لچکا (گوٹے کی ایک قسم، جھٹکا)، مچھلی (بازو کا گوشت، ایک دریائی جانور)، نقش (تصویر، تعویذ)، ہفتہ

(سات دن، سنیچر)، حلیم (بردبار، ایک قسم کا کھانا)، چاک (پھٹا ہوا، کمہار کا پہیہ، تھن لگانے کا چھید)، بار (بوجھ، دفعہ)، ساز (باجا، سامان)، تاب (چمک، چین، توقع) دیوان (حساب کی کتاب، اشعار کی کتاب، کچہری، ایک عہدہ)، صرف (خرچ کرنا، ایک علم) وغیرہ. ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں ایک ہی معنیٰ کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں؛ جیسے درخت (پیڑ، شجر)، شاخ (ڈالی)، رخسار (گال) بے وقوف، گھامڑ (بدھو)، لب (ہونٹ)، جسم، پیکر (بدن)، مذہب (دین) شمشیر، کٹار (تلوار)، نماز و روزہ (صوم و صلوٰۃ)، آب (پانی)، رات (شب) چاند، مہ، قمر (ماہتاب)، سورج، مہر (آفتاب) وغیرہ۔

۶-۷- دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اردو میں بھی الفاظ اختراع کرنے اور مرکبات وضع کرنے کا عام رجحان ہے۔ اس ضمن میں مادوں، سابقوں و لاحقوں اور مفرد الفاظ کو ساتھ لاکر اردو زبان اپنے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کرتی ہے۔ مشتقات کا یہ عمل بعض اصولوں کے تحت ہوتا ہے جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

**۶-۷-۱- اردو سابقے اور لاحقے:** اردو میں عربی، فارسی، ترکی اور دیسی سابقے و لاحقے ملتے ہیں جنھیں الفاظ کے آگے اور پیچھے لگا کر نئے الفاظ وضع کیے جاتے ہیں۔ زیادہ تر سابقے و لاحقے آزادانہ طور پر اپنی اصل کے مطابق کسی زبان کے لفظ کے ساتھ آ سکتے ہیں۔ ان کی کثرتِ استعمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محض ایک سابقے 'بے' سے اردو کے تقریباً چار سو نئے الفاظ وضع ہو سکتے ہیں۔ (دیکھیے وضع اصطلاحات از وحید الدین سلیم ص ۳۶ تا ۳۸)۔ اردو میں عام طور پر استعمال ہونے والے سابقے و لاحقے اس طرح ہیں۔

## ۶.۷.۱.۱۔ اُردو سابقے:

اَ۔، اَز۔، اَن۔، بار۔، بر۔، بُل۔، بن۔، بَہ۔، بے۔، پا۔، پائے۔، پچ۔، پس۔، پَن۔، پنج۔، پیش۔، تِ۔، تِر۔، تہ۔، تِچو۔، خر۔، خود۔، خوش۔، دُر۔، دَہ۔، زبر۔، زیر۔، زود۔، سِہ۔، سَر۔، اسم۔، شاہ۔، شش۔، غیر۔، لا۔، جہا۔، میر۔، نا۔، نِ۔، نو۔، نہ۔، نیم۔، ہشت۔، ہفت۔، ہم۔، ہمہ۔، ایک۔،

## ۶.۷.۱.۲۔ اردو لاحقے

۔ا، ۔آباد، ۔ایا، ۔اپا، ۔اپن، ۔ات، ۔اٹا، ۔ار، ۔ارا، ۔آرا، ۔ارت، ۔اری، ۔اڑ، ۔آڑی، ۔آزار، ۔آزما، ۔اس، ۔اسا، ۔استعمال، ۔آشام، ۔آفریں، ۔افزا، ۔اک، ۔اکا، ۔آگاہ، ۔آگیں، ۔آل، ۔ال، ۔الا، ۔الو، ۔آلودہ، ۔الہ، ۔الی، ۔ام، ۔آما، ۔آمو، ۔آموز، ۔آمیز، ۔ان، ۔ان، ۔انا، ۔اند، ۔انداز، ۔اندوز، ۔اندیش، ۔انگیز، ۔انہ، ۔انی، ۔او، ۔اؤ، ۔اوت، ۔اوٹ، ۔آور، ۔اوڑ، ۔اول، ۔اون، ۔آویز، ۔اہٹ، ۔ای، ۔آیا، ۔ایت، ۔این، ۔ائی، ۔ائیل، ۔ب، ۔باختہ، ۔بار، ۔باڑہ، ۔باڑی، ۔باز، ۔باش، ۔باف، ۔بان، ۔بخش، ۔بدر، ۔بَر، ۔بُرد، ۔بُرد، ۔بردار، ۔برداشتہ، ۔بُردہ، ۔بست، ۔بستہ، ۔بند، ۔بود، ۔بوس، ۔بیر، ۔بین، ۔پا، ۔پار، ۔پارہ، ۔پاش، ۔پت، ۔پتہ، ۔پتی، ۔پٹن، ۔پذیر، ۔پرداز، ۔پُرس، ۔پرست، ۔پرور، ۔پرورہ، ۔پز، ۔پسند، ۔پن، ۔پنا، ۔پور، ۔پورہ، ۔پوری، ۔پوش، ۔پیچ، ۔پیرا، ۔پیما، ۔ت، ۔تا، ۔تاب، ۔تابہ، ۔تر، ۔تراش، ۔ترس، ۔ترین، ۔تنا، ۔توڑ، ۔تی، ۔تولہ، ۔جات،

ـ جو، ـ جوش، ـ چٹ، ـ چسپ، ـ پش، ـ چہ، ـ چل، ـ چی، ـ چین،
ـ خار، ـ خانہ، ـ خراش، ـ خرام، ـ خرید، ـ خند، ـ خوار، ـ خوان،
ـ خواہ، ـ خور، ـ خوردہ، ـ خیز، ـ داد، ـ دار، ـ داشت، ـ دال،
ـ دان، ـ در، ـ دو، ـ دوار، ـ دوز، ـ دہ، ـ دھر، ـ دیدہ،
ـ دید، ـ ر، ـ را، ـ ران، ـ ربا، ـ رس، ـ رساں، ـ رسیدہ،
ـ رنج، ـ رو، ـ روب، ـ رویہ، ـ ری، ـ ریز، ـ زا، ـ زاد،
ـ زادہ، ـ زار، ـ زد، ـ زدہ، ـ زن، ـ زیب، ـ س، ـ سا،
ـ ساد، ـ ساز، ـ سال، ـ سالہ، ـ ستا، ـ ستان، ـ سر، ـ سرا،
ـ سرائے، ـ سگال، ـ سگالی، ـ سنج، ـ سود، ـ سوز، ـ شن، ـ شدہ،
ـ شکن، ـ شکار، ـ شمار، ـ شن، ـ شناس، ـ طراز، ـ طلب،
ـ فام، ـ فرسا، ـ فرما، ـ فروز، ـ فروش، ـ فریب، ـ فزا، ـ فشار،
ـ فشاں، ـ فگن، ـ فہم، ـ ک، ـ کا، ـ کار، ـ کارا، ـ کارنا،
ـ کاو، ـ کاہ، ـ کدہ، ـ کردہ، ـ کڑ، ـ کش، ـ کتی، ـ کشا،
ـ کن، ـ کن، ـ کن، ـ کواب، ـ کوش، ـ گی، ـ گار، ـ گانہ، ـ گاہ،
ـ گداز، ـ گڈھ، ـ گر، ـ گرد، ـ گرداں، ـ گری، ـ گریز، ـ گوار،
ـ گوں، ـ گونہ، ـ گی، ـ گیر، ـ گیں، ـ گینہ، ـ گڑھا، ـ گزا، ـ گزار،
ـ گزیں، ـ گسار، ـ گستر، ـ گشت، ـ گشتہ، ـ گنا، ـ گنج، ـ گو،
ـ ل، ـ لا، ـ لاخ، ـ لانا، ـ لکا، ـ لی، ـ لی، ـ م، ـ مار، ـ مال،
ـ مان، ـ مند، ـ ن، ـ نا، ـ ناک، ـ نت، ـ ندر، ـ ندہ،
ـ نشیں، ـ نک، ـ نگار، ـ نگر، ـ نما، ـ نواز، ـ نوش، ـ نویس،
ـ نی، ـ نیں، ـ و، ـ وا، ـ وار، ـ وارا، ـ واری، ـ واڑہ،
ـ واس، ـ وال، ـ والا، ـ واں، ـ وان، ـ وانا، ـ وانسی،
ـ ونت، ـ ونتی، ـ وتی، ـ وٹ، ـ وٹا، ـ ورا، ـ وڑا

ـ وس، ـ ول، ـ ولا، ـ ولیا، ـ وں، ـ ون، ـ ونا، ـ ونت، ـ ونڈا، ـ ونی، ـ وی، ـ وئی، ـ ہ، ـ ہا، ـ ہار، ـ ہاں، ـ ہایا، ـ ہٹ، ـ ہرا، ـ ہری، ـ ہلی، ـ ہی، ـ ی، ـ یا، ـ یاب، ـ یات، ـ یار، ـ یارہ، ـ یافتہ، ـ یانہ، ـ یت، ـ یتا، ـ یچ، ـ یدہ، ـ یر، ـ یرا، ـ یرو، ـ یری، ـ یزہ، ـ یسا، ـ یسا، ـ یل، ـ یلا، ـ یلی، ـ یلو، ـ یں، ـ ین، ـ یہ، ـ (وضع اصطلاحات، وحید الدین سلیم صفحہ ۱۵۵ تا ۱۶۵)۔

# ۶۔۸۔ اردو میں مرکب الفاظ سازی

اردو میں مرکب الفاظ سازی کا رواج عام ہے۔ اس سلسلے میں اہل زبان کو آزادی حاصل ہے۔ کبھی عربی، کبھی عربی و فارسی، کبھی فارسی، کبھی اردو اور عربی، کبھی اردو اور فارسی، کبھی اردو اور ترکی، کبھی اردو اور انگریزی کبھی ترکی اور عربی یا فارسی اور کبھی محض اردو کے دیسی الفاظ کے ساتھ مرکبات بنائے جاتے ہیں۔ اگر دو یا دو سے زیادہ الفاظ کے درمیان قواعد کے اعتبار سے بظاہر کوئی رشتہ نہ ہو تو ایسے مرکبات کو مرکب امتزاجی کہتے ہیں؛ جیسے زن مرید، سفر خرچ، گھر داماد، مونگ پھلی وغیرہ۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ لفظوں کے درمیان قواعد کے لحاظ سے کوئی رشتہ یا ربط ہو تو انھیں مرکب ارتباطی کہتے ہیں؛ جیسے جیب کترا، منہ توڑ، مکھی چوس وغیرہ۔

ذیل میں مرکب الفاظ کے مختلف اجزا کے جوڑوں اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی صوتی تبدیلیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## الف : مختلف زبانوں کے الفاظ سے بننے والے مرکبات :

۱. دیسی الفاظ (اردو اور ہندی) کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
آگ بگولہ ، باگ ڈور ، آپ بیتی ، بن مانس ، چاندرات ، چھپرکھٹ ،
سہاگ رات ، کام چور ، ناچ گھر ، بیل گاڑی ، ہاتھی دانت وغیرہ ۔

۲. فارسی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
پاک دامن ، خان نامہ ، سرخاب ، گاؤ زبان ، مینا بازار ، موم جامہ ،
زبان دراز ، نیک بخت ، آب دیدہ وغیرہ ۔

۳. عربی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
بقر عید ، عالی شان ، صاحب ذوق ، جامع مسجد ، تکیہ کلام ، صدر مقام ،
عمر قید ، صاحب سلامت وغیرہ ۔

۴. دیسی اور فارسی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
نیک چلن ، گلاب جامن ، تار گھر ، سبزی منڈی ، چور دروازہ ، کوڑھ مغز ،
منہ زور ، گھڑ سوار ، بھینج داماد وغیرہ ۔

۵. دیسی اور عربی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
امام باڑہ ، عجائب گھر ، عمر پٹہ ، کافر گری ، کفن چور ، موتی محل ، ملکہ سور ،
بارہ وفات وغیرہ ۔

۶. فارسی اور عربی الفاظ کے ملاپ سے بننے والے مرکبات :
دستخط ، سفر خرچ ، زن مرید ، نشیمن محل ، گاؤ تکیہ ، نمک حرام ، گرم مصالحہ
تنگ ظرف ، بیش قیمت ، نازک خیال وغیرہ ۔

ب: اردو میں اسمار، صفات، مصادر یا افعال اور ان کے مشتقات کے مرکبات کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں لاکر مرکب الفاظ تشکیل دیئے جاتے ہیں جیسے ٹڈی دل، ڈاک گاڑی، بقر عید، سبزی منڈی، سفر خرچ وغیرہ۔

۲۔ اضافی مرکب کے آخر میں صفت کا لاحقہ جوڑ کر مرکب کو صفت بنالیا جاتا ہے، من موجی، لکھ پتی وغیرہ۔

۳۔ مرکب توصیفی کے اجزا میں پہلے صفت اور بعد میں موصوف آتا ہے؛ جیسے کچالو، کال کوٹھری، اندھیر کھاتا وغیرہ۔

۴۔ بعض دفعہ دو صفتیں ملا کر ایک صفت یا دو اسم ملا کر ایک صفت بنائی جاتی ہے؛ جیسے کھٹمٹھا (کھٹا + میٹھا)، منہ زور وغیرہ۔

۵۔ دو اسم ملا کر ان کے درمیان عطف کا تعلق قائم کر کے مرکب عطفی بنالیتے ہیں؛ جیسے دل گردہ (دل اور گردہ)، گلقند (گل و قند)، تانا بانا (تانا اور بانا) وغیرہ۔ اسی طرح کے ایک مرکب کو مرکب ترادفی کہتے ہیں جس کے دونوں اجزا باہم مرادف ہوتے ہیں اور درمیان میں ربط کے لیے کوئی علامت نہیں آتی جیسے کار بار، بھلا چنگا، ڈھیلا ڈھالا وغیرہ۔

۶۔ اسم اور امر مل کر اردو میں اسم فاعل ترکیب بنائی جاتی ہے؛ جیسے

منہ توڑ، تیس مار خاں، چڑی مار، مکھی چوس وغیرہ۔ بعض اوقات اسم اور امر مل کر صفت بن جاتی ہے؛ منہ پھٹ۔ ان اجزا سے مرکب حاصل مصدر بھی بنا لیے جاتے ہیں؛ جیسے پت جھڑ، گھڑ دوڑ وغیرہ۔

۷۔ اسم اور ماضی ملا کر مفعول کے معنی پیدا کر لیے جاتے ہیں؛ جیسے آپ آنکھوں دیکھا وغیرہ۔ اسم اور ماضی کے ملنے سے فاعل کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے جیب کترا، گھس کھدا، کھٹ بُنا وغیرہ۔ اسی طرح انھیں ملا کر صفات بنالی جاتی ہیں؛ جیسے دل جلا، نکٹا (ناک + کٹا)، سر منڈا وغیرہ۔ کبھی دو ماضی ملا کر مفعول کے معنی لے لیے جاتے ہیں؛ جیسے لیپا پوتی، دیکھا بھالی وغیرہ۔ اسی طرح صفات بھی بنالی جاتی ہیں؛ جیسے پڑھا لکھا، ٹوٹا پھوٹا، جلا بھنا وغیرہ۔

۸۔ بعض حاصلِ مصدروں کے ساتھ خاص اسما کے ملانے سے مرکب حاصل مصدر بنالیے جاتے ہیں؛ جیسے نال کٹائی، منہ دکھائی، جگ ہنسائی آنکھ مچولی وغیرہ۔ دو حاصل مصدروں کو ملا کر بھی مرکب حاصلِ مصدر بنالیے جاتے ہیں؛ جیسے تاک جھانک، دوڑ دھوپ، رکھ رکھاؤ، کاٹ چھانٹ، کتر بیونت، لگی لپٹی، ہار جیت اور لوٹ مار وغیرہ۔

۹۔ اسم فاعل کے شروع میں کوئی اسم بڑھا کر ایک صفت بنالی جاتی ہے؛ جیسے کام چلاؤ وغیرہ۔

## ج۔ مرکبات کو ترتیب دیتے وقت ان کے اجزا میں ہونے والی تبدیلیاں:

۱۔ فارسی اور دیسی مرکبات کے اجزا میں ترتیب کے وقت اکثر مصوتے گر جاتے ہیں؛ جیسے پچھواڑا (پیچھا، پچھ + واڑا)، پن چکی (پانی)، پن چکی (

پھلجھڑی (پھول ← پھل + جھڑی)، کچالو (کچّا ← کچ + آلو)، کھٹ مٹھا (کھٹّا ← کھٹ + میٹھا ← مٹھا)، سپہ سالار (سپاہ ← سپہ + سالار)، پتجھڑ (پتّا ← پت + جھڑ)، کہسار (کوہ ← کہ + سار) وغیرہ۔

۲۔ فارسی اور دیسی مرکبات میں اگر پہلے جز کا آخری اور دوسرے جز کا پہلا مصمتہ یا مصوتہ ہم صوت یا قریب المخرج ہوں تو دونوں میں سے ایک گر جاتا ہے؛ جیسے کچالو (کچا + آلو)، نکٹا (ناک + کٹا)، شبرات (شبِ + برات)، نکیل (ناک + کیل)، یگانہ (یک + گانہ) وغیرہ۔

۳۔ کبھی کبھی بغیر کسی اصول کے محض سہلِ تلفظ کی خاطر مرکبات کے اجزا میں سے مصمتہ گرا دیا جاتا ہے؛ جیسے چپراسی (چپ + راست + ی)، شیش محل (شیشہ محل)، نستعلیق (نسخ + تعلیق)، رساول (رس + چاول) وغیرہ۔

۴۔ مرکبات کے اجزا کے درمیان کبھی کبھی ربطی عنصر -ا- بڑھا دیا گیا ہے؛ جیسے سراپا (سر + پا)، لنگادو (لنگ + دو)، دھماچوکڑی (دھم + چوکڑی)، چھینا جھپٹی (چھین + جھپٹی)، چوما چاٹی (چوم + چاٹی)، ہاتھا پائی (ہاتھ + پائی)، موسلا دھار (موسل + دھار)، لبالب (لب + لب)، ہماہمی (ہم + ہم + ی) وغیرہ۔ کبھی کبھی ربطی عنصر کے طور پر الف کے بجائے "میم" استعمال ہوتا ہے؛ دھکم دھکا (دھکا + دھکا)، چیخم چاخ (چیخ + چیخ)، لوٹم لوٹ (لوٹ + لوٹ) وغیرہ۔ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں واؤ مرکب لفظ کے دو اجزا کے درمیان آجاتے ہیں؛ جیسے آب و ہوا، رنگ و بو، پیچ و تاب، کاروبار، بندوبست وغیرہ۔

۴۔۹۔ الفاظ کی اپنی تاریخ ہوتی ہے۔ ان کے اپنے کردار ہوتے ہیں۔ یہ اپنے سیاق سباق کے مطابق عمل کرتے اور معنی کا تعین کرتے ہیں۔ زمانے کے انقلابات اور قوموں کے سانحات کی تاریخ کے یہ امانت دار بھی ہوتے ہیں۔ اگر ذرا ٹھہر کر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو زبانوں میں ایسے متعدد الفاظ مل جائیں گے جو ایک قوم کی سیاسی، اخلاقی یا معاشرتی ترقی، برتری، تنزلی یا بدحالی کی روئیداد سناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر ہم اردو کے الفاظ کے مآخذ اور ان کی تشکیل کی تاریخ پر غور کریں تو اکثر الفاظ کی تاریخی توجیہہ اور وجوہِ تسمیہ بیان کی جاسکتی ہیں۔ جو کسی طرح بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوں گی۔ اس موضوع پر حسن الدین احمد نے "اردو الفاظ شماری" اور دتاتریہ کیفی نے "کیفیہ" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ مثال کے لیے چند باتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ ہندوستان کے ہر دلعزیز پھل آم کی قسموں کو لیجیے۔ پیوندی آم منگلوں کی دین ہے۔ ملغوبہ (= مال گوا) گوا شہر کے نام سے مشہور ہے اور الفانسو آم شاہ پرتگال کے نام کی یاد دلاتا ہے۔

۲۔ افریقہ کے ایک قبیلے کا نام بربر ہے جو ظلم اور سفاکی کے لیے مشہور ہے۔ اسی کی مناسبت سے عربی میں لفظ بربریت نے جنم لیا جسے انگریزی میں "بار بے ری" کہتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ عربی سے مستعار ہے۔

۳۔ بریانی ترکی لفظ بر + یانی (= یخنی) کا مرکب ہے جس کے معنی "ایک گوشتہ کے ہیں" اردو میں یہ لفظ ترکی سے ہی آیا ہے۔

۴۔ بھاکا (= بھاشا = سنسکرت) سے بکنا اور بھوکنا مشتق ہے۔ ان دونوں

لفظوں میں حقارت کا پہلو عوام کی بولی ہونے کی وجہ سے آیا ہے۔

۵۔ "پرانا" لفظ پُران سے مشتق ہے جو ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب ہے۔ اسی رعایت سے اس لفظ کے معنی قدیم پڑے ہیں۔

۶۔ تنکہ (سنسکرت "ٹنگر") قدیم زمانے کا ایک بہت چھوٹا سکّہ تھا۔ اسی رعایت سے کسی چھوٹی سی چیز یا سوکھی گھاس کے ٹکڑے کو تنکا کہتے ہیں۔

۷۔ گڑ کو صاف کر کے شکر بنانے کا سہرا اہلِ چین کے سر ہے اس لیے اسے چینی کہتے ہیں۔ اہلِ چین چکنی مٹی سے برتن بنا کر اس پر خاص قسم کا روغن لگاتے تھے اس لیے ایسے برتن کو چینی کے برتن کہتے ہیں۔ تام (بمعنی تانبہ) چینی اور دار (درخت) چینی (گرم مسالے کا ایک جز) بھی چینیوں کی رعایت سے نام پڑے ہیں کیوں کہ ان کی بناوٹ اور تلاش میں چینیوں کا ہاتھ ہے۔

۸۔ ہودہ لفظ حوضہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ ایسی عماری ہوتی ہے جو اوپر سے کھلی ہو۔ کیوں کہ صاحبِ حیثیت اور شائستہ لوگوں کی ہاتھی کی سواری سے یہ متعلق ہے اس لیے یہ شائستگی کی علامت بن گیا۔ اس سے لفظ بے ہودہ وجود میں آیا جس کے معنی ناشائستہ یا غیر مہذب کے ہیں۔

۹۔ فرخ مرزا کا خاندانی لقب دھونس تھا۔ آصف جاہ ثانی کے خلاف بغاوت کے وقت اس نے نہ صرف اپنی طاقت کا غلط اندازہ لگایا بلکہ دوسروں پر بھی ویسا ہی تاثر قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسی رعایت سے موجودہ لفظ دھونس کے معنی مقرر ہوئے ہیں یعنی رعب جمانا یا اپنی جھوٹی طاقت کو باور کرانا۔

۱۰۔ ڈھیل اور کھینچ تان پتنگ بازی کی اصطلاحیں ہیں۔ عام بول چال میں انہیں لفظوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ؛ جیسے اس نے تمھیں بہت ڈھیل دے رکھی ہے یا دونوں میں کھینچا تانی ہو رہی ہے۔

۱۱۔ افریقہ کے ایک ذیلی قبیلے کا نام "زنانیہ" ہے جن کے عادات و اطوار اور لباس وغیرہ عربوں کی نظر میں نسوانی تھے۔ اسی کی رعایت سے لفظ زنانہ وجود میں آیا۔

۱۲۔ افریقہ کے ریگستانی علاقے سہارا سے صحرا نکلا ہے۔

۱۳۔ سیتا پھل رام کی شریک حیات سیتا کے نام سے موسوم ہے۔ اہل عرب اپنی مخصوص تہذیب کے زیر اثر محترم خواتین کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے اس لیے انھوں نے سیتا پھل کو شریفہ کہا۔ جو آج بھی حیدرآباد میں رائج ہے۔

۱۴۔ بہمنی اور قطب شاہی دور میں طرفدار لفظ صوبہ دار کے مماثل ایک عہدہ تھا۔ اس منصب کے لوگ حکومت کی تائید میں تعہداروں کو نقصان پہنچاتے تھے۔ اس طرح طرفداروں کی یہ حرکت جانب داری کے ہم معنی ہو گئی اور لفظ طرفداری جانبدار و جانب داری کے معنی میں استعمال ہونے لگے۔

۱۵۔ ترکی کے ساحل پر ایک قصبے کا نام علانیہ ہے جہاں بلند فصیل بنی ہوئی ہے۔ جو بہت دور سے نظر آتی ہے۔ اسی کی رعایت سے لفظ اعلانیہ استعمال ہوتا ہے۔ ؛ جیسے یہ بات اعلانیہ نظر آ رہی ہے یعنی صاف نظر آ رہی ہے۔

۱۶۔ عربی میں کھولنے کو فتح کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں کامیابی کا دار و مدار قلعے کے دروازے کو کھولنے پر تھا۔ اس طرح لفظ فتح کامیابی کا مترادف بن گیا۔

۱۷۔ مالی کے امیروں کو فراری کہا جاتا تھا۔ جب فاتح عرب ملک مالی جاتے تو یہ ڈر کر بھاگ جاتے تھے۔ لفظ فراری اسی بات کی یاد دلاتا ہے۔

۱۸۔ مصر میں دریائے نیل کے کنارے ایک شہر کا نام کوکو ہے؛ وہاں ایک خاص قسم کا پودا پایا جاتا ہے جس سے نکلنے والی چیز کو "کوکو" کا نام دیا گیا۔

۱۹۔ ترکی میں درۂ دانیال کے قریب مرمارا نامی ایک جزیرہ ہے جہاں سفید چمک دار قسم کی چٹانیں ہیں۔ اس کے پتھر کو سنگِ مرمر کہتے ہیں۔

۲۰۔ مغلیہ زوال کے بعد مغل بیگمات اور شہزادیوں نے گھریلو ملازمتیں اختیار کر کے سینے پرونے اور بچوں کی تربیت وغیرہ کا کام کرنے لگیں۔ اسی کی رعایت سے لفظ مغلانی وجود میں آیا یعنی وہ عورتیں جو سینے پرونے اور بچوں کی تربیت کا کام کرتی ہیں۔

۲۱۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کی بداعمالی پر بہت رویا کرتے تھے اسی کی رعایت سے لفظ نوحہ وجود میں آیا۔

۲۲۔ ریگستان سہارا میں پانی اور ہریالی کے مقام کو "واہ" کہتے ہیں۔ اسی سے اردو کا فجائیہ 'واہ!' وجود میں آیا۔

۲۳۔ صفر کی ایجاد ہندوستان میں ہوئی اور گنتی کو آسان کرنے کے لیے ۹ عدد تک علیٰحدہ علیٰحدہ نشانات مقرر کیے گئے۔ اس طرح صفر کے ذریعے لامتناہی تک گنتی کو ضبط تحریر میں لانا ممکن ہو سکا۔ اسی رعایت سے گنتی کے نشانات کو ہندسے کہا جاتا ہے۔

۲۴۔ آنحضرت دشمنوں کی نظر سے بچنے کے لیے ابو بکر صدیق کے ساتھ غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس طرح لفظ یارِ غار گہرے دوست کے معنی میں استعمال ہوا۔

۲۵۔ سنسکرت میں "سندھ" دریا کو کہتے ہیں۔ آریوں نے شمال مغرب کی طرف سے ہندوستان میں داخل ہو کر جو بڑا دریا دیکھا اس کا نام سندھ رکھ دیا۔ سنسکرت اور فارسی کے الفاظ میں /ہ/ اور /س/ میں تبدیلی ہو جاتی ہے اس لیے اہل فارس سندھو دریا کو ہند کہنے لگے۔ اس طرح لفظ ہند اور ہندوستان (ہند + استھان) وجود میں آئے۔

# ۷

# اردو رسمِ خط

۷۔ اردو رسمِ خط فارسی و عربی رسمِ خطوں سے ماخوذ ہے۔ دراصل یہ عربی رسمِ خط تھا جسے صوتی ضروریات کے مطابق کچھ ترمیم و اضافے کے بعد فارسی نے اپنایا۔ وہاں سے چند تبدیلیوں کے بعد اردو نے اختیار کیا اور آج اردو کا اپنا رسمِ خط کہلاتا ہے۔ اس رسمِ خط میں اردو کے علاوہ دنیا کی کئی بڑی زبانیں لکھی جاتی ہیں۔ جیسے عربی، فارسی، پنجابی، کشمیری، سندھی، پشتو اور بلوچی وغیرہ۔ ترکی ازبک اور تاجی وغیرہ بھی اسی میں لکھی جاتی تھیں مگر انھوں نے اپنے خط بدل کر رومن اور روسی خط اختیار کر لیے ہیں۔

اردو میں یہ خط صوتی نہ ہو کر صوری ہے۔ صرف اس لیے نہیں کہ اس میں حروف کی ترتیب صوری ہے بلکہ یہ حروف زبان کے صوتی نظام کے مطابق نہیں ہیں۔ ایک آواز کے لیے جہاں کئی حروف ہیں وہاں ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جہاں کئی آوازیں محض ایک حرف سے ظاہر کی جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ آواز کے لیے سرے سے کوئی حرف ہے ہی نہیں؛ جیسے انڈا، پنجہ اور گنگا میں حسبِ ترتیب کوزی، تالوی اور حلقی عناصر کے ساتھ ان کی آوازیں وغیرہ۔ یہ چونکا دینے والی بات نہیں ہے کیوں کہ زبانوں کے لیے مخصوص اکثر رسمِ خطوں

میں ایسا ہوتا ہے۔ دنیا میں فینی اور ہسپانوی کو چھوڑ کر کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس کے رسم خط میں ایک آواز کے لیے ایک حرف ملتا ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فرانس میں لسانیاتی مطالعہ کے لیے ایک ایسا بین الاقوامی خط وضع کیا گیا جس کے ذریعے زبان کے تلفظ کے باریک سے باریک فرق کو ضبط تحریر میں لایا جا سکے۔

اردو رسم خط کے بنیادی حروف کی تعداد بیس ہے۔ ان میں کچھ اپنی جگہ مکمل ہیں؛ جیسے (ا، ل، م، و، ہ، ی، ے) اور بعض کے اوپر، نیچے یا درمیان میں مختلف نقطے، نشان یا مرکز لگا کر آوازوں کو ظاہر کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ جیسے (ب، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ف، ق، ل اور ں)۔ اس طرح اردو رسم خط کے کل حروف وضع ہوتے ہیں جن کی مجموعی تعداد ۳۷ ہے۔ ان حروف کے ذریعے اردو کے تقریباً پورے صوتی نظام کو ظاہر کیا جاتا ہے جن میں ۳۷ مصمتے، ۱۰ مصوتے (زیر، زبر، پیش کو چھوڑ کر) اور ہکاریت و انفیت شامل ہے۔ اردو حروف کو لکھنے کے مختلف طریقے ہیں؛ مثلاً دائیں سے بائیں (ب، س، ص، و، ق، ل، ن، ی، ف، ے)، بائیں سے دائیں (ح، ع) اوپر سے نیچے (ا، ر، ط، ل، م) اور دائیں و بائیں دونوں طرف سے ملا کر لکھے جانے والے حروف (د، ک، ھ)۔

لفظوں میں حروف جوڑ کر لکھے جاتے ہیں۔ اس عمل کے وقت سوائے (ا، ط، و، ھ) کے جو ہر جگہ اپنی اصل شکل میں آتے ہیں، تمام حروف اپنی شکلیں بدل لیتے ہیں۔ لفظ کے شروع میں جن حروف کے اصل کا اوپری حصہ لکھا جاتا ہے وہ اس طرح ہیں: (ب، ح، س، ص، ع، ف، ق، ک، ل، م، ن)۔ اس حالت میں (ہ، ی، ے) کی شکلیں یکسر بدل جاتی ہیں؛ جیسے (ہ، یـ، یـ)۔ (ا، ل) سے پہلے (ل) کی شکل بھی بدل کر (کـ) ہو جاتی ہے۔ لفظ کے درمیان میں (ط، ح، س، ص، ف، ق، ل، ل، م، ن) حروف اپنی اصل

شکل کے شروع کے حصے برقرار رکھتے ہیں۔ (ی، ے) کی لفظ کے شروع والی شکل بھی قائم رہتی ہے۔ البتہ (ع، ہ) بدل کر (ع، ھ، ہ) ہو جاتے ہیں۔ لفظ کے آخر میں سوائے (ع، ہ، د، ر) کے تمام حروف جوڑ کر یا الگ یا آزادانہ طور پر، اپنی اصل شکل ہی میں لکھے جاتے ہیں (ع، ہ، د، ر) جوڑ کے بعد بالترتیب (ع، ہ، د، ر) میں بدل جاتے ہیں۔ لیکن آزادانہ طور پر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ (ا، د، ر، و) کے بعد کوئی حرف نہیں جوڑا جاسکتا۔

اردو رسم خط کی تین تحریری شکلیں ہیں یعنی نسخ، نستعلیق اور شکستہ۔ ان میں نستعلیق کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ اردو کی عام چھپائی اسی خط میں ہوتی ہے۔ نسخ کا استعمال قرآن کے حوالوں میں ہوتا ہے اور شکستہ ذاتی تحریروں یا دفتری کاموں کے لیے مخصوص ہے۔ یہ دائیں سے بائیں لکھا جاتا ہے لیکن ہندسے انگریزی کی طرح بائیں سے دائیں لکھے جاتے ہیں۔ رسم خط میں مختلف اعراب اور علامتیں بھی ہیں جو تحریر میں عموماً استعمال نہیں ہوتیں، جیسے تشدید، جزم، زیر، زبر اور پیش وغیرہ۔ رموزِ اوقاف میں عام طور پر لفظی وقفہ، وقفِ ناقص، استفہامیہ اور فجائیہ علامتیں استعمال کرنے کا رواج نہیں ہے۔ عربی کے ابجدی نظام میں اپنی آوازوں کے مطابق اضافہ کرکے اردو نے اسے اپنالیا ہے۔ اور اس کے مطابق تاریخیں نکالی جاتی ہیں۔ رقم لکھنے کا بھی اپنا طریقہ ہے لیکن فی زمانہ اس کا استعمال شاذ و نادر ہی کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں چند ایسے نشانات اور علامتیں بھی عربی سے مستعار ہیں جن کو مذہبی، روحانی اور سماجی شخصیتوں کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے

## ۷۔۱۔ اردو حروفِ تہجی

اردو حروف کی مجموعی تعداد ۳۷ ہے جنھیں بیس بنیادی شکلوں میں تقسیم

کیا جا سکتا ہے۔ یہ زبان کے مکمل صوتی نظام کو ظاہر کرتے ہیں جن میں ہاکاریت اور انفیت کے عناصر بھی شامل ہیں۔ ان حروف کی روایتی ترتیب حسب ذیل ہے:

ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض
ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ھ ی ے ۔

۷۔۱۔۲ اردو حروف کی بنیادی شکلوں، مختلف نقطوں اور نشانوں کی مدد سے ان کی مکمل صورتوں، ان کی صوتی حیثیتوں اور ان کے ناموں کی تفصیل ذیل کے جدول میں ملاحظہ کیجیے:

| بنیادی شکل | نقطے و اعراب | مکمل حروف | صوتی حیثیت | نام |
|---|---|---|---|---|
| ا | — | ا | ا | الف |
| ٮ | (ٮ) | ب | ب | بے |
| | (ٮ) | پ | پ | پے |
| | (ٮ) | ت | ت | تے |
| | (ط) | ٹ | ٹ | ٹے |
| | (ٮ) | ث | س | ثے |
| ح | (٠) | ج | ج | جیم |
| | (ٮ) | چ | چ | چے |
| | — | ح | ہ | حے |
| | (-) | خ | خ | خے |
| د | — | د | د | دال |
| | (ط) | ڈ | ڈ | ڈال |
| | (.) | ذ | ز | ذال |
| ر | — | ر | ر | رے |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۵ | ر | (ط)<br>(٠)<br>(∴) | ڑ<br>ز<br>ژ | ڑ<br>ز<br>ژ | ڑے<br>زے<br>ژے |
| ۶ | س | –<br>(∴) | س<br>ش | س<br>ش | سین<br>شین |
| ۷ | ص | –<br>(٠) | ص<br>ض | س<br>ز | صُواد<br>ضُواد |
| ۸ | ط | –<br>(٠) | ط<br>ظ | ت<br>ز | طوے<br>ظوے |
| ۹ | ع | –<br>(٠) | ع<br>غ | ع / جو محسوس نہ آئے<br>غ | عَین<br>غین |
| ۱۰ | ف | (٠) | ف | ف | فے |
| ۱۱ | ق | (٠٠) | ق | ق | قاف |
| ۱۲ | ل | (ک)<br>(گ) | ک<br>گ | ک<br>گ | کاف<br>گاف |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۳ | ل | ـ | ل | ل | لام |
| ۱۴ | م | ـ | م | م | میم |
| ۱۵ | ن، ں | (ں)، ـ | ن | ن / انفیت | نون، نون غنّہ |
| ۱۶ | و | (و)، (و)، ـ | و | ۏ، وٗ، و، و | واؤ |
| ۱۷ | ہ | ـ | ہ | ہ | ہے |
| ۱۸ | ھ | ـ | ھ | مصمتی ہاکاریت | دوچشمی ہے |
| ۱۹ | ی | ـ | ی | ی | چھوٹی یے |
| ۲۰ | ے | ـ | ے | ے | بڑی یے |

۲-۱-۲. اردو کی کوزی آوازوں کو بالائی جدول میں متعلقہ حرف کے اوپر "چھوٹی طوئے" (ط) لگا کر ظاہر کیا گیا ہے. قدیم تحریروں میں کوزیت کے لیے حرف کے اوپر چار نقطے (::) لگا دیئے جاتے تھے. چھوٹی طوئے کا استعمال بعد کی ترمیم ہے جس میں زیادہ صراحت ہے. ہند آریائی کی خالص ہاکاری آوازوں کو اردو میں لکھنے کا مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ متعلقہ حرف کے ساتھ "دوچشمی ہے" (ھ) جوڑ دی گئی. اس طرح جو مخلوط حروف وضع ہوئے وہ یہ ہیں: بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ وغیرہ. اکثر حضرات

ٹھ، ڈھ کو بھی شامل کر لیتے ہیں)۔ ان مخلوط حروف کو بھی اردو حروف تہجی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔

۳-۱-۷۔ مسعود حسین خاں نے اردو حروفِ صحیح کی صوتی ترتیب (اردو حروف تہجی کی صوتیاتی ترتیب: اردو زبان و ادب، علی گڑھ) پیش کی ہے، جس کو مرتب کرتے وقت دیوناگری رسم خط اور بین الاقوامی صوتی رسم خط کے اصولوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ اس طرح ہیں:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ک | چ | ٹ | ت | پ |
| کھ | چھ | ٹھ | تھ | پھ |
| گ | ج | ڈ | د | ب |
| گھ | جھ | ڈھ | دھ | بھ |
| × | × | × | ن | م |
| خ | ش | × | س | ف |
| غ | ژ | × | ز | × |
| × | × | ڑ | × | × |
| × | × | ڑھ | × | × |
| ق | × | × | × | × |
| ہ | ی | × | ل | و |

حسب بالا ترتیب میں چند باتیں بحث طلب ہیں۔ مثلاً /ق/ مصمتے کو لیجیے جو غیر مسموع لہاتی بندشی مصمتہ ہے اس لیے مخرج کے اعتبار سے /ق/ کو /ک/ کے بعد والی شق میں آنا چاہیے۔ اسی طرح /ہ/ مصمتہ غیر مسموع حلقی، رگڑ دار ہونے کی وجہ سے طریقِ ادائیگی کے مطابق /ش/ اور /خ/ کے بعد آنا چاہیے تھا۔

/د/ مصمتے کی غیر حاضری غالباً طباعت کی غلطی ہے لیکن /ل/ ایک مسموع مسوڑی بغلدار مصمتہ ہونے کی وجہ سے الگ شق ہیں /ر/ ن/ س. ز/ کے ساتھ ہونا چاہیے کیوں کہ ان مصمتوں کے مخارج تقریباً یکساں ہیں۔ /د/ کی صوتی حیثیت کے بارے میں کافی اختلافات ہیں اس لیے کوئی حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ راقم الحروف نے اسے لب دندانی صفیری مصمتہ کہا ہے جو /ف/ مصمتے کی نسبتاً کم سمی مسموع شکل ہے۔

## ۷۔۲۔ اردو کا صوتی نظام اور رسمِ خط

رسم خط مختلف حروف سے ترتیب پاتا ہے۔ یہ حروف آوازوں کی تصویریں ہوتے ہیں۔ انھیں پہچاننے اور ان پر بحث کرنے سے پہلے آوازوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ اردو کے صوتی نظام میں ان گنت آوازیں ہیں لیکن جن آوازوں کا بآسانی تجربہ ممکن ہے ان کی تعداد چھیاسٹھ ہے۔ اس تعداد میں وہ آوازیں بھی شامل ہیں جو لسانی ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں لائی ہوئی اہم تبدیلیوں کی بنا پر پہچانی گئی ہیں۔ ان میں ۴۲ مصمتے، دو نیم مصوتے، دس سادہ اور دس انفی مصوتے اور دو ملواں مصوتے شامل ہیں۔

۷۔۲۔۱۔ مخارج اور طریقۂ ادائیگی کے اعتبار سے اردو کے مصمتوں، نیم مصوتوں، مصوتوں اور ملواں مصوتوں کی صوتی تشریح ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

<u>مصمتے</u>:

[پ ا] : دو لبی، غیر مسموع، غیر ہاکاری بندشی مصمتہ؛ جیسے: پانی، کپاس، سانپ وغیرہ۔

[پھ ا]: دو لبی، غیر مسموع، ہاکاری بندشی مصمتہ؛ جیسے: پھونکنا، اُپھان وغیرہ۔

[ب ا]: دو لبی، مسموع، غیر ہاکاری بندشی مصمتہ؛ جیسے: بات،

صبح، شب وغیرہ۔

[بھ]: دولبی، مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: بھوک، کبھی وغیرہ۔

[ت]: دندانی، غیر مسموع، غیر ہاکاری بندشی مصمتہ؛ جیسے تماشا، قتل، شرط وغیرہ۔

[تھ]: دندانی، غیر مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: تھوک، ہاتھی، نتھ وغیرہ۔

[د]: دندانی، مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: دامن، مدد، شہد وغیرہ۔

[دھ]: دندانی، مسموع، ہاکاری بندشی مصمتہ؛ جیسے: دھان، سیدھا، گدھ وغیرہ۔

[ٹ]: کوزی، غیر مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے ٹال، چٹائی، ہونٹ وغیرہ۔

[ٹھ]: کوزی، غیر مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: ٹھوڑی، مٹھائی، کاٹھ وغیرہ۔

[ڈ]: کوزی، مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: ڈالی، مینڈک، جھنڈ وغیرہ۔

[ڈھ]: کوزی، مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: ڈھول، مونڈھا وغیرہ۔

[چ]: تالوی، غیر مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے چمن، سچائی، ناچ وغیرہ۔

[چھ]: تالوی، غیر مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ؛ جیسے: چھینک، مچھر، کچھ وغیرہ۔

[ج] : تالوی، مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: جسم، مجلس، حج وغیرہ۔

[جھ] : تالوی، مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: جھیل، سمجھنا، مجھ وغیرہ۔

[ک] : غشائی، غیر مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: کل، مکان، ناک وغیرہ۔

[کھ] : غشائی، غیر مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: کھڑکی، مکھن، راکھ وغیرہ۔

[گ] : غشائی، مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: گلاب، گنگا، ہینگ وغیرہ۔

[گھ] : غشائی، مسموع، ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: گھی، نگھی، سنگھ وغیرہ۔

[ق] : لہاتی، غیر مسموع، غیر ہاکاری، بندشی مصمتہ ؛ جیسے: قلم، مقبرہ، عشق وغیرہ۔

[م] : دولبی، مسموع، غیر ہاکاری، انفی مصمتہ ؛ جیسے: محبت، کمال، غم وغیرہ۔

[ن] : لثاہی، مسموع، غیر ہاکاری، انفی مصمتہ ؛ جیسے: نکاح، منع، جان وغیرہ۔

[نھ] : لثاہی، مسموع، ہاکاری، انفی مصمتہ ؛ جیسے: ننھا، مُنھ، وغیرہ۔

[ڻ] : کوزی، مسموع، غیر ہاکاری، انفی مصمتہ ؛ جیسے: ٹھنڈا، جھنڈا وغیرہ۔

[ñ] : تالوی، مسموع، غیر ہاکاری انفی مصمتہ ؛ جیسے پنچہ، گنجا وغیرہ۔

[گ] : غشائی، مسموع، غیر ہاکاری، انفی مصمتہ ؛ جیسے : گنگا، کنگھی
سنگھاڑا وغیرہ۔

[ف] : لب دندانی، غیر مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : فرمائش،
جفا، شریف وغیرہ۔

[و] : لب دندانی، مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : وہاں، ہوا،
محو وغیرہ۔

[س] : لثاہی، غیر مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : سجدہ، مصر، ملوث وغیرہ۔

[ز] : لثاہی، مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : زاہد، عظیم،
محض وغیرہ۔

[ش] : مابعد لثاہی یا تالوی، غیر مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : شمع،
شاعری، عشق وغیرہ۔

[ژ] : مابعد لثاہی یا تالوی، مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے ژولاں،
مژگاں، ژاژ وغیرہ۔

[خ] : غشائی، غیر مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : خان، مخمل، شاخ
وغیرہ۔

[غ] : غشائی، مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : غزل، ساغر،
چراغ وغیرہ۔

[ہ] : حلقی، غیر مسموع، صفیری مصمتہ ؛ جیسے : حسین، مہلت،
آہ وغیرہ۔

[ل] : لثاہی، مسموع، غیر ہاکاری، بغلی مصمتہ ؛ جیسے : لفظ، مہلت،
لال وغیرہ۔

[لھ] : لثاہی، مسموع، ہاکاری، بغلی مصمتہ ؛ جیسے : دولھا، چولھا وغیرہ۔

[ر] : لثاہی، مسموع، لہردار مصمتہ ؛ جیسے : رکاب، قربت، شعور وغیرہ۔

[ڑ]: کوزی، مسموع، غیر ہاکاری، تھپکدار مصمتہ؛ جیسے: موڑ، چڑ، سڑنا وغیرہ۔

[ڑھ]: کوزی، مسموع، ہاکاری، تھپکدار مصمتہ؛ جیسے: داڑھی، علی گڑھ وغیرہ۔

[ی]: تالوی، غیر مسموع، غیر صفیری، نیم مصمتہ؛ جیسے یاد، کیوں وغیرہ۔

[و]: دو لبی، غیر مسموع، غیر صفیری نیم مصمتہ؛ جیسے: وعدہ، دیوار وغیرہ۔

## مُصَوّتے:

[یِ]: بالائی، غیر گولائی دار اگلا مصوتہ؛ جیسے: ایمان، عید، چینی وغیرہ۔

[ے]: نچلا بالائی، غیر گولائی دار، اگلا مصوتہ؛ جیسے: اِرادہ، قِسط، مِرچ وغیرہ۔

[ے]: وسطی، غیر گولائی دار، اگلا مصوتہ؛ جیسے: ایک میل، کے وغیرہ۔

[ےَ]: نچلا وسطی، غیر گولائی دار، اگلا مصوتہ: جیسے: غیب، لَے، سَیر وغیرہ۔

[ـَ]: وسطی، غیر گولائی دار، درمیانی مصوتہ؛ جیسے: اَب، ہنسی، ہَٹ وغیرہ۔

[ا]: نچلا، غیر گولائی دار، درمیانی مصوتہ، جیسے: آپ، بات، سزا وغیرہ۔

[وُ]: بالائی، گولائی دار، پچھلا مصوتہ؛ جیسے: اوُن، موسیٰ، توُ وغیرہ۔

[ـُ]: نچلا بالائی، گولائی دار، پچھلا مصوتہ؛ جیسے: اُن، تُم، سُن وغیرہ۔

[و]: وسطی گولائی دار، پچھلا مصوتہ؛ جیسے: اولا، موتی، کو وغیرہ۔

[وَ]: نچلا وسطی، گولائی دار، پچھلا مصوتہ؛ جیسے: اَولاد، مَوت، لَو وغیرہ۔

## ملواں مصوتے:

[اَی]: اگلا ملواں سادہ مصوتہ؛ جیسے، کیسے، ہے وغیرہ۔

[اَو]: پچھلا ملواں سادہ مصوتہ؛ جیسے اَولیا، مَولا وغیرہ۔

۷.۲.۱.۱۔ مصمتوں کے اعتبار سے اگر حرف اور آواز کے رشتے پر غور کیا جائے تو اردو کے ۳۸ مصمتوں کے لیے رسم خط میں کل ۴۵ حروف ملتے ہیں۔ ان میں سے، حروف یعنی (ط، ص، ث، ح، ذ، ض، ظ) جو ایک آواز کے لیے ایک سے زائد حروف کی نمائندگی کرتے ہیں، کم کر دیئے جائیں تو (ع) سے قطع نظر (جو عام بول چال میں کسی آواز کو ظاہر نہیں کرتا) مصمتوں اور ان کے لیے مخصوص حروف کی تعداد میں صرف تین کا فرق رہ جاتا ہے۔ یہ فرق کوزی (ڑ)، تالوی (ں) اور غشائی (گ) انفی مصمتوں کا ہے جن میں عمل کے اعتبار سے (گ) کی حیثیت بنیادی اور باقی دو کی ذیلی ہے لیکن تینوں کے تلفظ کی اہمیت برابر ہے۔ /ڑ. ں. گ/ آوازیں حسب ترتیب کوزی، تالوی اور غشائی مصمتوں کے حروف سے پہلے لکھی جاتی ہیں اس لیے تحریر میں ان کی شناخت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں تک اردو کے بنیادی حروف کا تعلق ہے ان میں سات سادہ (د، ر، س، ل، م، و، ہ)، اٹھارہ مختلف نقطوں اور علامتوں کے ساتھ (ب، پ، ت، ٹ، ج، چ، خ، ڈ، ڑ، ز، ژ، ش، غ، ف، ق، ک، گ، ن) اور تیرہ مخلوط (بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ، لھ، مھ، ڑھ) حروف ہیں۔

اردو رسم خط کے زائد حروف یعنی (ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ) پہلے سے املا کا بنیادی حصہ ہیں۔ زبان کے تلفظ سے دور کا واسطہ نہ ہونے کے باوجود ان کی بنیاد پر لفظ کے ہجے صحیح اور غلط ہو سکتے ہیں۔ یہ عموماً عربی، فارسی الفاظ میں آتے ہیں کیوں کہ ان زبانوں سے الفاظ مستعار لینے کے ساتھ ہم نے ان کے لکھنے کے طریقوں کو بھی اپنا لیا ہے۔ یہ حروف ہمارے رسم خط میں ایسے رچ بس گئے ہیں کہ کبھی کبھی دیسی لفظوں کی املا میں بھی ان کا استعمال ہو جاتا ہے؛ جیسے: طوطا وغیرہ۔

حرف /ع/ جو حلقومی مصمتہ ہے، اردو زبان کے عام تلفظ میں کوئی اہمیت

نہیں رکھتا لیکن پڑھے لکھوں کا ایک مخصوص طبقہ اسے عربی و فارسی الفاظ میں تلفظ کرتا ہے؛ جیسے: علم، معبود، اجتماع وغیرہ (اعلان عین کے ساتھ)۔ کبھی کبھی لفظوں کی تحریری شکلوں میں اس کے آنے نہ آنے سے معنی میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے؛ جیسے: آم: عام، ارب: عرب، امارت: عمارت وغیرہ۔ اس لیے /ع/ کو عربی و فارسی کے دوسرے حروف سے الگ رکھا گیا ہے۔

اردو میں واؤ حرف صحیح یا مصمتے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور مصوتوں میں تقریباً تمام پچھلے مدوّر مصوتے بھی اسی کے ذریعے لکھے جاتے ہیں۔ (دو نیم مصوتے کے لیے بھی یہ حرف مخصوص ہے۔ اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اردو رسم خط کی زیادہ تر بے قاعدگیوں کا ذمہ دار یہ حرف واؤ ہی ہے۔ (تفصیل کے لیے اگلے صفحات ملاحظہ کیجیے)۔ ان باتوں سے قطع نظر مصمتوں کے صوتی نظام میں اگر اسے مسموع لب دندانی صفیری مصمتے کے لیے مخصوص کر لیا جائے تو اس طرح ہمارے یہاں مصمتوں کی حد تک حرف اور آواز کے رشتے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا مصمتی حروف کے خاکے میں (ھ) اور (ں) کو اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ یہ علی الترتیب ہاکاریت اور انفیت کو ظاہر کرتے ہیں جو صوتی علامتیں ہیں۔ اردو میں (ب، پ، ت، ٹ، ج، چ، د، ڈ، ڑ، ک، گ، ل، ن) مصمتوں کی ہاکاری شکلوں کے لیے ان کے ساتھ دو چشمی ہے (ھ) جوڑ کر مخلوط حروف بنا لیے گئے ہیں۔ مناسب طریقہ یہی ہے؛ جیسے (بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، نھ)۔ نون غنہ متعلقہ حرف علت کے ساتھ جڑ کر تحریر میں مصوتے کی انفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ لفظ کے درمیان میں یہ مسوڑھی انفی مصمتے کی اور آخر میں نون غنہ کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔

۴۔۲۔۱۔۳ اردو رسم خط میں مصوتی نظام کو ظاہر کرنے کے لیے چار حروف

یعنی ای، ے، ا، و/ اور زبر، زیر، پیش کی شکل میں تین اعراب ہیں۔ انفیت طول اور مصوتی خوشوں کے لیے بالترتیب نون غنہ، مد اور ہمزہ کا استعمال ہوتا ہے۔ حروف، اعراب اور علامتوں کی شکل میں ہمارا کل سرمایہ یہی ہے جس کی مدد سے سادہ مصوتوں، انفی مصوتوں، مصوتی طول، مصمتی خوشوں اور دہرے مصوتوں یعنی DIPHTHONG کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

۷.۲.۱.۲.۱. زبر، زیر اور پیش: یہ اعراب علی الترتیب / a . i . u / مصوتوں کے لیے مخصوص ہیں جنھیں لکھنے کا رواج نہیں ہے۔ لفظ کے شروع میں جہاں ان مصوتوں کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے، وہاں بھی یہ استعمال نہیں ہوتے۔ زبر اور پیش کو مصوتی حروف کے اوپر لگا کر دوہرے مصوتوں کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ زیر کو اضافت اور ربطیہ کے طور پر بھی لکھا جاتا ہے۔ حاشیہ

۷.۲.۱.۲.۲. الف: یہ حرف اردو کے / a / مصوتے کے لیے مخصوص ہے۔ لفظ کے شروع میں مد کے ساتھ اور باقی ہر جگہ اپنی اصل شکل میں لکھا جاتا ہے۔ اگر لفظ کے شروع میں بغیر مد کے آئے تو اس کی حیثیت معاون حرف کی ہوگی؛ جیسے ایمان، ادلا، اُسمار، اِسم اور اُنس وغیرہ۔ اس کے علاوہ عربی و فارسی کے زیر اثر مصمتے کے اوپر م، ل اور ہمزہ کے ساتھ الف مقصورہ کی شکل میں اور تنوین یعنی اوپر دو زبر لگا کر بھی اسے لکھا جاتا ہے۔ یہ عربی املا کی بوالعجبیاں ہیں جن پر تقریباً قابو پا لیا گیا ہے لیکن بعض عربی الفاظ میں زائد الف اب بھی لکھا جاتا ہے جب کہ لفظ کے تلفظ سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں؛ جیسے بین الاقوامی وغیرہ۔

۷.۲.۱.۲.۳. ی: یہ حرف غیر مُدَوَّر بالائی اگلا مصوتہ / i / کے لیے

مخصوص ہے جو لفظ کے شروع میں الف کے ساتھ شوشے کے نیچے دو نقطے لگاکر درمیان میں اسی طرح بغیر الف کے اور آخر میں اپنی اصل شکل میں لکھا جاتا ہے۔ بعض تحریروں میں یہاں نقطوں کے نیچے چھوٹے الف جیسی شکل بھی بنادی جاتی ہے یعنی «ہِ» جو زیادہ صحیح ہے۔ اس طرح دوسرے مصوتی یا نیم مصوتی حروف کی ذیلی شکلوں سے اسے الگ پہچانا جاسکتا ہے۔

۷.۲.۱.۲.۴. ے : یہ حرف غیر مدور وسطی اگلا مصوتہ /e/ کو ظاہر کرتا ہے اور لفظ کے شروع میں الف کے بعد شوشے کے نیچے دو نقطے لگاکر درمیان میں بغیر الف کے اور آخر میں اپنی اصل شکل میں لکھا جاتا ہے۔ غیر مدور نچلا وسطی اگلا مصوتہ /ɛ/ بھی بالکل اسی شکل میں لکھا جاتا ہے البتہ کبھی کبھی وضاحت کے لیے اس کے اوپر زبر لگادیا جاتا ہے؛ جیسے اَیسا، کَیسا اور ہَے وغیرہ۔

۷.۲.۱.۲.۵. واؤ۔ اردو میں حرفِ "و" مختلف حیثیتوں سے استعمال ہوتا ہے: بحیثیت مسموع، لب دندانی، صفیری مصمتہ (وہاں، محو، ثواب)، دو لبی نیم مصوتہ (جُوار، لُعاب)، مدور بالائی پچھلا مصوتہ (خون، دوسرا، تو)، مدور وسطی، پچھلا مصوتہ (زور، اوس، دو)، مدور نچلا وسطی پچھلا مصوتہ (خوض، اَولیا، اولاد)۔ بعض لفظوں میں مدور نچلا بالائی پچھلے مصوتے /ʊ/ کے طور پر بھی لکھا جاتا ہے؛ جیسے خودی، خودداری وغیرہ۔ اس حرف کی واوِ عطفی کی شکل میں صرفی حیثیت بھی ہے! جیسے باغ و بہار، لب و رخسار وغیرہ۔ یہ حرف رابطہ کے طور پر بھی استعمال میں آتا ہے۔ اس طرح ہم نے دیکھا کہ صرف ایک حرف "واؤ" سے اردو کی کچھ آوازیں اور ایک لفظ لکھا جاتا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور جیسے ہمارے تحریری نظام کو

در سم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ ادھر واوُ پر کچھ اعراب یا نشان لگا کر اس کمی کو کسی حد تک دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ جیسے "و" کے اوپر لفظی وقفہ (،) کا نشان لگا کر مدور، بالائی پچھلا مصوتہ دیا؛ مثلاً خوبصورت کوئی وغیرہ یا زبر لگا کر مدور نچلا وسطی پچھلا مصوتہ قرار دینا؛ جیسے اَودِیا، مَوج وغیرہ۔ لیکن یہ ناکافی ہے۔

۷۔۲۔۱۔۲۔۶۔ انفیت: اردو کے تمام مصوتے انفی ہو سکتے ہیں جنھیں لفظ کے آخر میں نون غنہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ کے درمیان انفیت کے لیے نون کی ذیلی شکل ہی استعمال ہوتی ہے جس کی وجہ سے لفظ میں مصمتہ /ن/ اور انفی مصمتے کی انفیت کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جبکہ زبان میں دونوں کی بنیادی حیثیت ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو رسم خط میں آواز اور حرف کے تعلق سے مصمتوں اور ان کے حروف کے درمیان رشتہ کافی استوار ہے جبکہ مصوتوں کے صوتی نظام اور ان کے لیے مخصوص حروف اور اعراب نامکمل ہی نہیں بلکہ الجھے ہوئے بھی ہیں جس کی وجہ سے تحریری زبان کے تلفظ اور املا میں کافی دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔

## ۷۔۳۔ اردو حروف اور ان کی ذیلی شکلیں

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو حروف عموماً لفظ میں اپنے ماحول سے متاثر ہوتے ہوتے ہیں۔ یہ لفظ کے شروع، درمیان اور آخر میں کبھی اضافی، کبھی سرتا پا بدلی ہوئی اور کبھی کئی چھوٹی چھوٹی شکلوں کے علاوہ کبھی اپنی اصل صورت میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ انھیں لفظوں میں دو حیثیتوں سے دیکھا جا سکتا ہے یعنی آزادانہ طور

پر یا پھر جڑواں حیثیت سے۔ دوسری یعنی جڑواں صورت میں ان کی ذیلی شکلوں کا انحصار اس بات پر ہے کہ یہ لفظ کے شروع، درمیان یا آخر کس حصے میں آتے ہیں۔ ذیل میں شروع، درمیان اور آخر میں ان کی ذیلی شکلیں ملاحظہ کریں۔

## ۷.۳.۱ مصمتی حروف اور ان کی ذیلی شکلیں

### ۷.۳.۱.۱ ب، پ، ت، ٹ، ث

ان حروف کی چار ذیلی شکلیں ہیں جو اس طرح ہیں:

بٖ : جوڑ میں لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں بنیادی حروف (س، ص، ع، ط، ف، ق، ک، و، ی) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے (کبھی کبھی ک اور ی سے پہلے ﺑ شکل بھی ممکن ہے؛ جیسے بکف، بیمار وغیرہ)؛ جیسے لبساط، بصیرت، لکاڈلی، بوسہ، چابی اور قابض وغیرہ۔

ﺑ : جوڑ میں لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں بنیادی حروف (ح، م، ہ) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے جیسے بجال، بمقام، بہو، ابجد وغیرہ۔

ﺒ : جوڑ میں لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع اور درمیان میں باقی بنیادی حروف کے ساتھ؛ جیسے بدی، برسات، غباب، کبوتر، قربانی، بابر وغیرہ۔

ب : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے جناب، کاتب، لب، کتاب وغیرہ۔

---

'ب' کی طرح کم و بیش یہی شکلیں (پ، ت، ٹ، ث) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

### ۷۔۳۔۱۔۲۔ ج، چ، ح، خ [1]

ان کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے :

جـ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں ؛ جیسے جادو، جدائی، مسجد، بجلی وغیرہ۔

ج : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں ؛ جیسے علاج، سورج، کالج وغیرہ۔

### ۷۔۳۔۱۔۳۔ د، ڈ، ذ [2]

ان کی دو ذیلی شکلیں ہیں جیسے :

ـد : جوڑ میں لفظ کے آخر میں یا درمیان میں لفظ کے کسی ٹکڑے کے آخری جزو کی حیثیت سے ؛ جیسے مدد، صدا، جدائی، حلقہ، مقصد، عابد وغیرہ۔

د : آزادانہ طور پر لفظ یا لفظ کے کسی دوسرے ٹکڑے کے، درمیان اور آخر میں ؛ جیسے دوائی، ادا، سردی، دردمند، مجموعہ، ورود وغیرہ۔

### ۷۔۳۔۱۔۴۔ ر، ڑ، ز، ژ [3]

ان کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے :

ـر : جوڑ میں لفظ کے آخر میں یا درمیان میں لفظ کے کسی ٹکڑے کے آخری

---

۱۔ (ج) کی طرح کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (چ، ح، خ) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

۲۔ (د) کی طرح کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (ڈ، ذ) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

۳۔ (ر) کی طرح کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (ڑ، ز، ژ) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

جزو کی حیثیت سے؛ جیسے مسافر، کفر، سُرخی، شاعری وغیرہ۔

ر : آزادانہ طور پر لفظ یا لفظ کے کسی دوسرے ٹکڑے کے شروع، درمیان اور آخر میں؛ جیسے روح، رفتار، درزی، مداری، جانور، خار وغیرہ۔

## ۷۔۳۔۱۔۵۔ س، ش

ان کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے :

سـ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے سماں، برسی، دسواں، حساب، قسم وغیرہ۔

س : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے ہوس، داس، تیس وغیرہ۔

## ۷۔۳۔۱۔۶۔ ص، ض

ان کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے

صـ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے صبا، صورت، مصلحت، بدصورتی وغیرہ۔

ص : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے خاص، حرص، مخلص، خالص وغیرہ۔

## ۷۔۳۔۱۔۷۔ ط، ظ

یہ دونوں تحریر میں اپنی اصل شکل میں رہتے ہیں خواہ لفظ کے شروع

---

* کم و بیش یہی ذیلی شکلیں (ث، ) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ان کو س اور ش کی طرح بھی لکھا جاتا ہے۔

[illegible]

درمیان یا آخر میں آزادانہ طور پر آئیں یا جوڑ کے ساتھ؛ جیسے طوفان بطوطہ، مربوط، غلط، شرط وغیرہ۔

۷۔۳۔۱۔۸۔ ع، غ

اس حرف کی چار ذیلی شکلیں ہیں جو درج ذیل ہیں[1]۔

عـ : جوڑ میں لفظ یا لفظ کے دوسرے کسی ٹکڑے کے شروع میں؛ جیسے عقل، عدم، ساعت، عشق، دعا وغیرہ۔

ـعـ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں؛ جیسے معبود، لعنت، تعلیم وغیرہ۔

ـع : جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے شمع، سمیع، جمع وغیرہ۔

ع : آزادانہ طور پر لفظ کے آخر میں؛ جیسے شجاع، طلوع، مصرع وغیرہ

۷۔۳۔۱۔۹۔ ف

اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں:

فـ : جوڑ میں لفظ کے شروع میں؛ جیسے فرصت، فقط، فاش وغیرہ۔

ـفـ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں؛ جیسے لفظ، عفت، شفا وغیرہ۔

ف : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے معاف، صرف، لطیف، کیف، تکلف وغیرہ۔

۷۔۳۔۱۔۱۰۔ ق

اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

قـ : جوڑ میں لفظ کے شروع میں؛ جیسے قاش، قبضہ، قطب وغیرہ۔

---

[1] کم و بیش یہی ذیلی شکلیں ( غ ) کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

ـقـ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں؛ جیسے فقط، بقا، ثقافت وغیرہ۔
ق : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے طلاق، عراق، سبق، عشق وغیرہ۔

## ۷-۳-۱-۱۱- ک، گ

اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں:

ک : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں (ا، ل) حروف سے پہلے؛ جیسے کلیم، کافی، مکان، مشکل وغیرہ۔
ک : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں باقی حروف کے ساتھ جیسے کمان، کرسی، تھکن، گگرڑی وغیرہ۔
ک : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے اِدراک، گزک، نیک، چنچک وغیرہ۔

## ۷-۳-۱-۱۲- ل

اس حرف کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

ل : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے لقمہ، لبکنا، مالک، دلبر وغیرہ۔
ل : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے قول، مشغول، بلبل، شغل وغیرہ۔

## ۷-۳-۱-۱۳- م

اس حرف کی دو ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

---

کم و بیش یہی ذیلی شکل اگر گسر کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے

مـ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں؛ جیسے مسجد، ملاقات لمبائی
سماع، جمعہ وغیرہ۔
م : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے عام، جسم،
ہضم، قسم وغیرہ۔

## ۷-۳-۱-۱۴- ن

اس کی چار ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے :
ذ : جوڑ میں لفظ کے شروع میں بنیادی حروف (س، ص، ع، ط،
ف، ک، ق، و، ی)، کی بنیادی یا ذیلی شکلوں سے پہلے یا
لفظ کے درمیان میں بنیادی حروف (ا، ر، د، و) کے بعد؛ جیسے
نسیم، نصیحت، نکاح، نور، بانس، جانور۔ وغیرہ۔ کبھی کبھی بدن(
شکل بھی مل جاتی ہے؛ جیسے نکسیر، نیت، نیا وغیرہ۔ یہ استثنا
کی مثالیں ہیں۔
ﻨ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں بنیادی حروف (ج، ا، ہ، م،
ہ)، سے پہلے؛ جیسے نحوست، نمرود، جانچ، ترنم، زنجیر وغیرہ۔
ﻨ : جوڑ میں لفظ کے شروع یا درمیان میں باقی حروف کے ساتھ
جیسے بنسی، ندرت، منافع، سنسان، بونا وغیرہ
ن : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے جوتن، مکان
ایمان، متین، مالن وغیرہ۔

## ۷-۳-۱-۱۵- و

اس حرف کی تحریر میں ایک ہی شکل رہتی ہے خواہ وہ لفظ کے
شروع، درمیان یا آخر میں آزادانہ طور پہ آئے یا جوڑ کے ساتھ

جیسے وصا[illegible] ارث، راوی، علوی، دوا، ثواب، محو وغیرہ۔

### ۷۔۳۔۱۔۱۶۔ ہ

اس حرف کی چار ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

ہ : جوڑ میں لفظ کے شروع میں یا درمیان میں حروف (ا، ر، د، و) سے پہلے؛ جیسے: ہاتھی، چاہنا، چوہا، آہو، سرہانہ وغیرہ۔

ہ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں؛ جیسے جہاں، عہد، سہارا وغیرہ۔

ہ : جوڑ میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے منہ، تشبیہہ، محکمہ وغیرہ۔

ہ : آزادانہ طور پر لفظ کے آخر میں اگر اس سے پہلے کا حرف ا، یا د، و ہو۔ جیسے ماہ، چاہ، واہ، راہ، کوہ، وجوہ، موہ، وغیرہ۔

(نوٹ)، یہاں ہاکاری مصمتوں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ ان میں نمایندہ حروف کے ساتھ ہاکاریت کے عنصر کے لیے 'دو چشمی ہے' جوڑ دی جاتی ہے۔ اس عمل میں حروف جوڑنے کے عام اصولوں کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔

## ۷۔۳۔۲۔ مصوتی حروف اور ان کی ذیلی شکلیں

### ۷۔۳۔۲۔۱۔ الف

اس کی تین ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

آ : لفظ کے شروع میں؛ جیسے آدمی، آداب، آفت وغیرہ۔

ا : آزادانہ طور پر یا جوڑ میں لفظ کے درمیان یا آخر میں؛ جیسے: اطمینان، چراغ، جدائی، صدا، صابن، تمنا وغیرہ۔

ٰ : الف مقصورہ کی شکل میں لفظ کے درمیان میں؛ جیسے قویٰ، دعویٰ، موسیٰ، رحمٰن، اسمٰعیل، لہٰذا، زکوٰۃ وغیرہ۔

۷-۳-۲-۲-و

اس حرف کی تحریر میں ایک ہی شکل رہتی ہے البتہ لفظ کے شروع میں الف کے ساتھ آتا ہے؛ جیسے اولاد، اوس وغیرہ۔ مصوتوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے اس کے اوپر حسبِ ضرورت زبر اور لفظی وقفہ کا نشان ( ء ) بھی لگا دیا جاتا ہے؛ جیسے اَودیا اُولی جوُتا، خوبصورت وغیرہ۔

۷-۳-۲-۳-ی

اس حرف کی چار ذیلی شکلیں ہیں؛ جیسے:

ﯾ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں بنیادی حروف (س، ص، ط، ح، ف، ق، ک اور ہ) کی بنیادی یا ذیلی شکلوں کے ساتھ۔ (ک، گ کے ساتھ لفظ کے درمیان میں "یہ" شکل بھی ممکن ہے جیسے ایک وغیرہ۔ یہ استثنائی مثال ہے)؛ جیسے ایصال، ایقاع وغیرہ

ﯾ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں بنیادی حروف (ج، م، ہ) سے پہلے؛ جیسے ایمان، ایہام وغیرہ۔

ﯾ : جوڑ میں لفظ کے درمیان میں باقی ہر جگہ؛ جیسے بیمار، قیمتی وغیرہ۔

ی : آزادانہ طور پر یا جوڑ کی صورت میں لفظ کے آخر میں؛ جیسے سردی، ملتوی، ہاتھی، باجی، فرضی وغیرہ۔

۷-۳-۲-۴- ے

اس حرف کی لفظ کے درمیان میں "ی" کی طرح تین شکلیں رہتی ہیں اور آزادانہ طور پر جوڑنے کی صورت میں یہ لفظ کے آخر میں اپنی اصل شکل برقرار رکھتا ہے؛ جیسے اَیوان، اَیسا، ایجوکیشن،

تیرنا، جیسا وغیرہ۔ کھائے گا، چاہیے وغیرہ۔

## ۷۔۳۔۲۔۵۔ اِعراب: زبر، زیر، پیش

مصوتوں کے لیے استعمال ہونے والے یہ اعراب لفظ کے شروع میں الف کے ساتھ اور درمیان میں متعلقہ حروف کے اوپر یا نیچے لگائے جاتے ہیں؛ جیسے اَب، اِتنا، اُس، بَرتَن، مُصِیبَت، مِزاج وغیرہ۔ لفظ کے آخر میں یہ عموماً نہیں آتے۔

# ۷۔۴ متفرقات

اردو رسمِ خط میں ایسی علامتیں اور نشانات ہیں جو عام طور پر استعمال نہیں ہوتے لیکن ان کی حیثیت مسلّم ہے؛ جیسے تشدید، جزم اور تنوین وغیرہ۔ ان کے علاوہ چند مخصوص حرفی شکلیں، اوقاف و اعراب، گنتی، رقم اور سنہ و تاریخ لکھنے کے طریقے اور ابجدی نظام وغیرہ بھی ہمارے رسمِ خط کا حصہ ہیں۔ انھیں ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

## ۷۔۴۔۱۔ تشدید۔ جزم اور تنوین

تشدید مصمتے کو دہرانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اسے اس حرف کے اوپر لکھا جاتا ہے جسے دہرانا مقصود ہو؛ جیسے غصّہ، بچّہ، اچّھا وغیرہ۔ اگر کسی حرف کو ساکن کرنا ہو تو اس کے اوپر جزم (ْ) لگا دیا جاتا ہے؛ جیسے سخْت، جشْن، نجْو وغیرہ۔ تنوین حرف کے اوپر دو زبر (ً) کی شکل میں لکھی جاتی ہے۔ اس سے مراد دندانی انفی مصمتہ یعنی /ن/ ہوتا ہے جو عربی کے مستعار الفاظ میں عموماً ا، ۃ، ہ، ۃ، کے اوپر استعمال ہوتی ہے؛ جیسے دفعتاً، ارادۃً وغیرہ۔

## ۷۔۴۔۲۔ مخصوص علامتیں

اردو رسم خط میں عربی سے مستعار لی ہوئی کچھ ایسی علامتیں بھی ہیں جو تحریر کو مختصر کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں؛ جیسے (ﷺ) یعنی صلی اللہ علیہ وسلم، (رضہ) یعنی رضی اللہ عنہ، (کرم) یعنی کرم اللہ وجہہ انھیں حسب ترتیب آنحضرت، صحابۂ کرام اور حضرت علی کے ناموں کے آگے اوپر کی طرف لکھا جاتا ہے؛ جیسے محمدﷺ، عثمان غنیؓ اور علیؑ وغیرہ۔ اسی طرح (ع) یعنی علیہ السلام اور (رح) یعنی رحمۃ اللہ علیہ حسب ترتیب انبیاء جیسے ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ وغیرہ اور اولیاء، صوفیا یا کسی بڑے مذہبی رہنما اور مسلمانوں میں کسی بڑی سماجی شخصیت کے نام کے ساتھ جیسے سرسیدؒ، معین الدین چشتیؒ جوڑ دیا جاتا ہے۔ کسی شاعر کے تخلص کے اوپر (ؔ) نشان لگا دیا جاتا ہے۔ تحریر میں اگر شعر کو متعارف کرانا مقصود ہو تو (؎) اور مصرعے کے لیے (ع) لکھنے کا رواج ہے۔

## ۷۔۴۔۳۔ اردو میں اوقاف و اعراب کا نظام اس طرح ہے۔

| علامت | نام |
|---|---|
| ۔ | وقفہ |
| ، | لفظی وقفہ |
| ؛ | وقفِ ناقص |
| : | وقفِ توضیحی |
| ؟ | علامتِ استفہامیہ |
| ! | علامت فجائیہ |
| " " | واوین |
| ( ) | قوسین |

| | |
|---|---|
| فجائیہ | |
| - | وقف لازم |
| — | خط خاتمہ |
| ؎ | حاشیہ |
| ء | نمبر |

۷۔۴۔۴۔ ذیل میں اردو گنتی اور رقم کے علاوہ مہینہ اور سال لکھنے کے طریقوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

۷۔۴۔۴۔۱۔ اردو میں ہندسوں کی اپنی شکلیں ہیں لیکن ہندسوں کو ملاتے وقت انھیں دائیں سے بائیں لکھنے کے بجائے رومن کی طرح بائیں سے دائیں لکھا جاتا ہے؛ جیسے:

الف: ہندسے: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ( ← )

ب: ہندسوں کو ملا کر لکھنا: ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰، ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰، ۱۰۰، ۲۰۰، ۳۰۰، ۴۰۰، ۵۰۰ وغیرہ

( → )

۷۔۴۔۴۔۲۔ اردو میں روپیوں اور پیسوں کو رقم کرنے کا مروج طریقہ رومن کے مطابق ہے؛ جیسے: ۵/۲۰ (پانچ روپیہ بیس پیسے) یا ۱۶۴۰/۰۵ (ایک ہزار چھ سو چالیس روپیہ پانچ پیسے) لیکن روایتی نظام مختلف ہے جسے آج بھی پرانے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ رقم لکھنے کے اس روایتی نظام کو ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

(جدول اگلے صفحے پر)

| علامت | حیثیت | علامت | حیثیت | علامت | حیثیت |
|---|---|---|---|---|---|
| | آنہ اور پیسوں میں | | آنہ اور پیسوں میں | | آنہ اور پیسوں میں |
| ـــ ر | -/-/۳ | سے ر | ۸/-/- | سو ر | ۵۰/-/- |
| ـــ ر | -/-/۶ | لعہ ر | ۹/-/- | سہ | ۶۰/-/- |
| ـــ ر | -/-/۹ | عہ ر | ۱۰/-/- | معہ ر | ۷۰/-/- |
| ا ر | -/۱/- | ۴ عہ ر | ۱۱/-/- | لعہ ر | ۸۰/-/- |
| ا ر | -/۱/۳ | عہ ر | ۱۲/-/- | لعہ ر | ۹۰/-/- |
| ا ر | -/۱/۶ | عہ ر | ۱۳/-/- | ما ر | ۱۰۰/-/- |
| ا ر | -/۱/۹ | للعہ ر | ۱۴/-/- | مار | ۲۰۰/-/- |
| ۲ ر | -/۲/- | عہ ر | ۱۵/-/- | مسار | ۳۰۰/-/- |
| عہ | ۱/-/- | عہ ر | ۱۶/-/- | للعار | ۴۰۰/-/- |
| عار | ۲/-/- | معہ ر | ۱۷/-/- | صمار | ۵۰۰/-/- |
| سے ر | ۳/-/- | موعہ ر | ۱۸/-/- | سمار | ۶۰۰/-/- |
| للعہ ر | ۴/-/- | لوعہ ر | ۱۹/-/- | معار | ۷۰۰/-/- |
| عہ ر | ۵/-/- | عہ ر | ۲۰/-/- | لسار | ۸۰۰/-/- |
| سے ر | ۶/-/- | سو ر | ۳۰/-/- | لعار | ۹۰۰/-/- |
| معہ | ۷/-/- | للعہ ر | ۴۰/-/- | الہ ر | ۱۰۰۰/-/- |

## ۷.۴.۴.۳. کلینڈر یا تاریخ

اردو میں دن اور ہفتہ اپنے روایتی انداز میں اور مہینہ و سال انگریزی کے مطابق استعمال ہوتے ہیں. بائیں سے دائیں شروع کرتے ہوئے پہلے تاریخ پھر مہینہ اور پھر سال لکھا جاتا ہے. سال یا عہد ظاہر کرنے کے لیے ہندسوں کے نیچے مخصوص نشان "سنہ" (یعنی سال عہد

یا زمانہ) لکھ کر اس کے آگے "ء" (= ع یعنی عیسوی) لگا دیتے ہیں۔ اگر مسلم کیلنڈر کے مطابق تاریخ لکھنا ہو تو "ع" کے بجائے "ھ" (= ہجری یعنی آنحضرت کی مدینے کے لیے ۶۲۲ء میں ہجرت) لکھ دیا جاتا ہے۔ قبل مسیح کو ق م سے ظاہر کرتے ہیں: ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء، ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ اور ۸ مارچ ۲۰۰ ق م وغیرہ۔

## ۷.۴.۴.۴۔ ابجدی نظام

اردو کا نظام ابجد عربی کا تابع ہے۔ اس نظام کو عربی و فارسی سے مستعار لیتے وقت رسم خط میں اردو کی آوازوں کے لیے جو نئی شکلیں متعارف ہوئی تھیں انھیں عموماً عربی حروف کے مطابق عددی حیثیت دیدی گئی؛ جیسے (چ) کو (ج) کے برابر قرار دیا جانا یا (گ) کو (ک) تصور کرنا وغیرہ۔ اس ابجدی نظام کے ذریعے اردو میں کتاب کا عنوان قائم کرنے کے رواج کی مثالیں ملتی ہیں؛ جیسے "باغ و بہار" اگر اس نام میں استعمال ہونے والے حروف کے لیے مخصوص ہندسوں کو جوڑیں تو حاصلِ جمع ۱۲۱۷ آتا ہے جو اس کتاب کا ہجری سنہ تالیف ہے۔ یعنی ۱۲۱۷ھ۔ اردو میں کسی تاریخی واقعے یا کسی کی موت اور پیدائش پر بھی تاریخیں نکالی جاتی ہیں۔

عربی کا ابجدی نظام اس طرح ہے: اَبجَد، ہَوَّز، حُطّی، کَلِمَن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ۔ عربی کے اسی نظام کو سامنے رکھ کر اردو حروف کی جو عددی حیثیتیں قائم ہوئی ہیں انھیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ا | = | ۱ | و | = | ۶ | ک گ | = | ۲۰ |
| ب پ | = | ۲ | ز ژ | = | ۷ | ل | = | ۳۰ |
| ج چ | = | ۳ | ح | = | ۸ | م | = | ۴۰ |
| د ڈ | = | ۴ | ط | = | ۹ | ن | = | ۵۰ |
| ہ | = | ۵ | ی | = | ۱۰ | س | = | ۶۰ |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ع | = | ۷۰ | ث | = | ۵۰۰ |
| ف | = | ۸۰ | خ | = | ۶۰۰ |
| ص | = | ۹۰ | ذ | = | ۷۰۰ |
| ق | = | ۱۰۰ | ض | = | ۸۰۰ |
| ر، ڑ | = | ۲۰۰ | ظ | = | ۹۰۰ |
| ش | = | ۳۰۰ | غ | = | ۱۰۰۰ |
| ت، ٹ | = | ۴۰۰ | | | |

یہاں حرف /ے/ = ۱۰، /آ/ = ۱۔ کبھی کبھی ۲ بھی اور /ء/ = ۱، /ۃ/ = ۵ /ھ/ = بھی ۵ ہندسوں کے برابر شمار ہوتے ہیں۔

# ۵۔۷۔ کچھ اردو املا کے بارے میں

رسم خط کی املا کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس بحث کو ہم دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں: اصلاحِ املا اور صحت املا۔ یہاں املا کی اصلاح سے مراد مروجہ شکلوں میں کسی خاص وجہ سے تبدیلی لانے کی سفارش کرنا ہے۔ جیسے اعلیٰ کو اعلا یا بالکل کو بلکل لکھنے کی سفارش کرنا وغیرہ۔ صحت املا کا مطلب یہ ہے کہ جو غلطی کسی وجہ سے راہ پا گئی ہے اسے دور کر کے لکھنے کے صحیح انداز کو واپس لانا؛ جیسے گزارش بمعنی پیش کرنا (ز سے) کو گذارش بمعنی چھوڑنا (ذال سے)، یا ازدہام کو اژدہام لکھنا جو غلط ہے۔

اصلاح املا سے متعلق مباحث میں خاص توجہ تین باتوں پر دی گئی ہے۔ نمبر ایک: رسم خط کے زائد حروف (ث، ص، ح، ذ، ض، ظ اور ط) کو املا سے خارج کر دینا کیوں کہ یہ ایک آواز کی زاید شکلیں ہیں۔ نمبر دو: اردو کے بنیادی

مصوتوں کو ظاہر کرنے کے لیے چار حروف (ا، ی، ے، و) اور تین اعراب (زبر، زیر، پیش) ہیں جبکہ مصوتوں کی تعداد دس ہے (حرف واؤ سے لب مدوّری صیغۂ مصمتہ اور نیم مصوتہ ظاہر کیا جاتا ہے اور اعراب لگانے کا رواج بھی کم ہے)۔ اس طرح حرف اور آواز کا نہ صرف رشتہ مجروح ہوتا ہے بلکہ زبان کو صحیح طور پر پڑھنا بھی مشکل ہے۔ نمبر تین: عربی و فارسی سے مستعار لیے ہوئے الفاظ کو ان کی املا کے ساتھ لکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے ایسے حروف املا میں رواج پا گئے ہیں جن کا لفظ کے تلفظ سے دور کا بھی واسطہ نہیں، جیسے بین الاقوامی، مافوق الفطرت وغیرہ (ان میں الف زائد ہے)۔ ایسی املا کو ترک کرکے بین اقوامی اور مافوق فطرت لکھا جانا چاہیے۔ ہمزہ کے معاملے کو لے کر بھی کافی اظہارِ خیال ہوا ہے۔ غرض اصلاحِ املا سے متعلق اسی طرح کے مسائل مختلف کتابوں اور رسائل میں زیرِ بحث آئے ہیں اور ان میں سے آخری تجاویز پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔

صحتِ املا کے مسائل بھی ہمارے زیرِ غور رہے ہیں۔ اس موضوع پر جن ماہرینِ زبان و ادب نے توجہ دی ہے ان میں عبدالستار صدیقی، امتیاز علی خاں عرشی، گیان چند جین، شوکت سبزواری اور رشید حسن خاں خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ آخر الذکر نے صحتِ املا کے موضوع پر تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ایک مستند اور جامع کتاب بعنوان "اردو املا" لکھی ہے جو اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ صاحبِ کتاب صحتِ املا کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زبان میں جس طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم جس لفظ کو بول رہے ہیں اس کے معنی اور مفہوم کیا ہیں، اسی طرح یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ہم جن الفاظ کو لکھنا چاہتے ہیں، اس کی صحیح شکل کیا ہے۔ آگے چل کر انھوں نے املا کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "اردو کے رسم خط کے مطابق تلفظ میں حرفوں کی ترتیب و تعیین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں

شامل حروف کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا معروف طریقہ ان سب کے مجموعے کا نام املا ہے (ص۲۲)

یہ حقیقت ہے کہ صحت املا کا مسئلہ بے حد اہم اور نازک ہے۔ اکثر ہم ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں جو بظاہر غلطیاں نہیں لگتیں۔ مثلاً شوشوں کا غلط استعمال (تنقید: تنقید، کہ: کہہ)، حروف کا غلط استعمال (توتا: طوطا، آذر: آزر)، اعراب کا غلط استعمال (صحّت: صحَت، ندّی: ندی) وغیرہ۔ (ان مثالوں میں پہلے لفظوں کے املا صحیح اور دوسروں کے غلط ہیں)۔ ان غلطیوں کی ذمہ دار ہماری ناواقفیت ہی نہیں بلکہ درسی کتابیں، قواعد اور لغات بھی ہیں۔ جہاں لفظوں کے املا میں فرق ملتے ہیں۔ دبستانی اختلاف بھی املا میں فرق کا باعث بنتے ہیں؛ جیسے مسالہ (لکھنؤ) اور مصالحہ (دہلی) وغیرہ۔ املا میں تفریق کی ایک اہم وجہ زبان کا تغیر و تبدل ہے جو علاقائی بھی ہو سکتا ہے اور زمانی بھی۔ علاقائی فرق پر یہ کہہ کر قابو پایا جا سکتا ہے کہ معیاری زبان لکھنے کا جو طریقہ ہے وہی صحیح ہوگا۔ لیکن اگر پچاس سال بعد کسی لفظ کا تلفظ بدلتا ہے تو اس کا آج کا درست املا کس طرح صحیح قرار دیا جائے گا۔ یا غالب نے جس لفظ کو صحیح لکھا ہے اگر اس کے تلفظ میں صوتی تغیر ہوا ہے تو آج اس لفظ کا املا کیسے صحیح مانا جائے گا۔ صحتِ املا کی بحث میں ایسے مسائل سامنے آ سکتے ہیں اس لیے صحت املا کی بات کرتے وقت عہدی کو پیش نظر رکھنا چاہیے یعنی فلاں لفظ کا املا آج کیا ہونا چاہیے اور جس۔ اس سلسلے میں قدما کی املا یا جس زبان سے لفظ مستعار لیا گیا ہے وہاں کی املا کو سند ماننے سے جہاں تک ممکن ہو گریز کرنا چاہیے ورنہ صحتِ املا کی بحث میں ہم معروضی نقطۂ نظر اختیار کرنے سے قاصر رہیں گے۔

---

# کتابیات

## الف: اردو


آزاد، محمد حسین، "آبِ حیات" دہلی، ۱۸۸۷ء

انصاری، غافل، "پریم چند کے اسلوب کا ارتقا"، منوہر پریس امین آباد لکھنؤ ۱۹۸۸ء

انصار اللہ، محمد "اردو حروفِ تہجی" ادارہ المخدوم "نند پور کٹریہ" (یو پی) ۱۹۷۲ء

ایوب، ہارون "ابتدائی اردو" بھوپال بک ہاؤس، بھوپال ۱۹۸۰ء

انشا، انشاء اللہ خاں، "دریائے لطافت" (ترجمہ دتاتریہ کیفی) انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۸۸ء

بیگم، فہمیدہ، "شعور زبان" موتی باغ، نئی دہلی ۱۹۸۹ء

" " "میسوری اردو ادارے" کرناٹک اشاعت گھر، بنگلور ۱۹۷۵ء

تبسم، مغنی، "حیات، شخصیت اور شاعری" ۱۹۶۹ء

جاوید، عصمت، "نئی اردو قواعد"، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۱ء

جالبی، جمیل، "تاریخ ادب اردو" (جلد اول و دوئم) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۷۷ء

چیٹر جی، سنیتی کمار "ہند آریائی اور ہندی" (ترجمہ عتیق احمد صدیقی) ترقی اردو بورڈ نئی دہلی

چرنی کووا، سونیا، "اردو افعال" ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۹ء

حسین، احتشام، "ہندوستانی لسانیات کا خاکہ" امین الدولہ پارک لکھنؤ ۱۹۴۸ء

خان، مسعود حسین "اردو زبان و ادب" ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

" " "مقدمہ تاریخ زبان اردو" " ۱۹۸۸ء

" " "اردو زبان، تاریخ، تقریر اور تشکیل" شعبہ لسانیات اے ایم یو علیگڑھ ۱۹۸۸ء

خاں، رشید حسن. "اردو املا" ترقی اردو بیورو. نئی دہلی ۱۹۷۴ء

" " "زبان اور قواعد" " " ۱۹۷۸ء

خاں، نصیر احمد "اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ" ادارۂ تصنیف دہلی ۹۰

" " "اردو لسانیات" اردو محل پبلیکیشن، نئی دہلی ۱۹۸۹ء

" " "لسانیات کیا ہے" (ترجمہ ڈیوڈ کرسٹل، ترقی اردو بورڈ نئی دہلی

" " "آزادی کے بعد دہلی میں اردو انشائیہ" دہلی اردو اکادمی نئی د

" " "ادبی اسلوبیات" (مسودہ) ، ۱۹۹۱ء

خاں، اقتدار حسین "اردو صرف و نحو" ترقی اردو بورڈ. نئی دہلی ۱۹۸۵ء

دلوی، عبدالستار، اردو میں لسانیاتی تحقیق ۔ کوکل اینڈ کمپنی. بمبئی ۱۹۷۱ء

زور، محی الدین قادری، "اردو کے اسالیب بیان" مکتبہ معین الادب لاہور ۶۰ء

" " "ہندوستانی لسانیات" نسیم بک ڈپو. لکھنؤ

سرور، آل احمد، "نظر اور نظریہ" مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی ۱۹۷۳ء

سروری، عبدالقادر "زبان اور علم زبان" انجمن ترقی اردو دکن (حیدرآباد) ۵۹ء

سکسینہ، رام بابو، "تاریخ ادب اردو" ۱۹۲۹ء

سلیم، وحید الدین، "وضع اصطلاحات" ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی ۱۹۸۰ء

شیرانی، محمود، "پنجاب میں اردو" اتر پردیش اردو اکادمی. لکھنؤ ۱۹۸۲ء

شیرانی، مظہر محمود، "مقالات حافظ شیرانی (جلد دوم)، ۱۹۶۶ء

شوکت، سبزواری "داستان زبان اردو، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی

" " "اردو لسانیات" ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۸۲ء

" " "اردو زبان کا ارتقاء" کراچی

صدیقی، کمال احمد "ترسیلی اردو بحوالہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن" (مقالہ برائے پی ایچ ڈی ۱۹۸۹ء جے این یو نئی دہلی)

صدیقی، ابواللیث، ہندوستانی گرامر از جان گلکرسٹ، کراچی پاکستان

عبدالحق، "خطبات عبدالحق" انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۳۹ء
،، "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ" انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۸۳ء
،، "ہماری زبان" انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۴۱ء
،، "اردو قواعد" تاج پبلشر، دہلی
،، "اردو صرف و نحو" انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی ۱۹۸۷ء
عابد، عابد علی، "اسلوب" ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۱۹۷۶ء
فضل الحق، "اردو لسانیات" (مرتب)، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۱ء
قادری، شمس اللہ "اردوئے قدیم" نول کشور پریس، لکھنؤ ۱۹۲۵ء
قریشی، شریف احمد، "فسانۂ آزاد کی فرہنگ اور اس کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ" (مقالہ برائے پی. ایچ. ڈی) جے این یو نئی دہلی ۱۹۹۰ء
کیفی، برج موہن دتاتریہ، "کیفیہ" انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی ۱۹۷۵ء
گل کرسٹ، جان، "قاعدہ ہندی ریختہ" (بہ تصحیح و تحشیہ انصاراللہ نظر) ادارہ المخدوم
محمد حسن، "اردو شاعری کا تہذیبی و فکری پس منظر" ادارہ تصنیف نئی دہلی
معین الدین، "اردو زبان کی تدریس" ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء
نارنگ، گوپی چند، "اردو تعلیم کے لسانیاتی پہلو" آزاد کتاب گھر دہلی ۱۹۶۲ء
ہاشمی، نصیر الدین، "دکن میں اردو" نسیم بک ڈپو. لکھنؤ، ۱۹۶۲ء

ب: انگریزی

ALLEN, H.B. READING IN APPLIED ENGLISH LINGUISTICS, NEW DELHI. 1971.

BLOOMFIELD, L. LANGUAGE, DELHI, 1963

CHATTERJI, S.K. , INDIA : A POLYGLOT NATION AND ITS LINGUIS
PROBLEMS, M.G. MEMORIAL RESEARCH CENTRE, BOMBAY, 1973.

DINNEN, P.FRANCIS, AN INTRODUCTION TO GENEAL LINGUISTICS. NEW YORK, 1967

GILL, H.S. & H.A. GLEASON JR. A REFERENCE GRAMMAR OF PUNJAB
U.S.A. 1963.

GRIERSON, G.A. LINGUISTIC SURVEY OF INDIA, CENTRAL EDUCATION BRANCH CALCUTTA, 1927.

GUMPERZ, JOHN J., & H.HYMS, DIRECTION IN SOCIO-LINGUISTICS Ed 1972.

HARRIS, S.Z., METHOD IN STRUCTURAL LINGUISTICS, UNIVERSITY OF CHICAGO PRESS, CHICAGO, USA, 1957.

HEFFENER, L. GENERAL PHONETICS, 1960

HOCKETT, F. CHARLES, A COURSE IN MODERN LINGUISTICS, NEW YORK, 1958.

HYMES, DELL, LANGUAGE IN CULTURE AND SOCIETY, New Delhi 1964.

KHAN, MASOOD HUSAIN, A PHONETIC & PHONOLOGICAL STUDY OF THE WORD IN URDU, A.M.U.ALIGARH, 1952.

KHAN, NASEER AHMAD, URDU, 'COMPARATIVE INDIAN LITERATURE', Ed. K.M. GEORGE, KERALA SAHITYA ACADEMY, TRIVANDRUM, 1986.

-DESCRTIVE ANALYSIS OF KARKHANDARI, (Ph.D.Thesis) M.A. Library, A.M.U.Aligarh, 1973.

-AN INTRODUCTION TO URDU PHONOLOGY & MORPHOLOGY, (Monograph), 1990.

- URDU IN TWO WEEKS - READING AND WRITING, URDU MAHAL PUBLICATIONS, NEW DELHI - 1990.

LABOV, WILLIAM, THE STRATIFICATION OF ENGLISH IN NEW YORK CITY, 1956.

NARANG, G.C., KHARKHANDARI DIALECT OF DELHI URDU, NAI SARAK, DELHI-1961.

NIDA, MORPHOLOGY.

SAMARIN, WILLIAM J., "FIELD LINGUISTICS : A GUIDE TO LINGUISTIC FIELD WORK", 1967.

SING, G.D., "DESCRIPTIVE GRAMMAR OF BANGRU, KURUKSHETRA, 1970

THOMAS, A. SEBEOK, "CURRENT TRENDS IN LINGUISTICS, VOL.5, MOUTON, THE HAGUE, PARIS.

WARTBURG, WALTHER, V. "PROBLEM OF METHODS IN LINGUISTICS, 1969.

دو الگ الگ زبانیں ہوتے ہوئے بھی نحوی اعتبار سے ایک ہیں۔ان کے لسانی سرمایے کا کثیر حصہ تقریباً یکساں ہے۔ اس مماثلت کی وجہ یہ ہے